سلسلۂ آصفیہ

فیہ ما فیہ

یعنی

ملفوظات مولانا جلال الدین رومی

باضافہ مقدمہ، وحواشی، وتذکرہ، وتبصرہ،

مرتّبہٗ

عبد الماجد

باہتمام مولوی مسعود علی ندوی

درمطبع معارف اعظم گڈھ طبع گردید

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچۂ مرتب

بیسوین صدی عیسوی مین کسی کتاب کا آغاز حمد و نعت سے کرنا، تصنیف اور مصنف دونون کو ہدفِ مضحکہ بنانا ہے، زمانۂ حال کی روشن خیالی یہ ہے کہ اپنے ہی جیسے محدود علم و ناقص عقل رکھنے والے انسانون کا جتنا شکریہ بھی ادا کیا جائے، ان کی امداد کا جس قدر بھی اعتراف کیا جائے، انکی محنت و کاوش کے جتنے ہی حوالے دیئے جائین، سب جائز و درست، بلکہ بہتر و مستحسن، لیکن علیم مطلق، عالم کل، خالقِ علم و عقل کے لطف و نوازش، کرم و احسان کا نام بھی زبان پر لانا تہذیب کے خلاف، مصنفین کے فیشن کے خلاف، آدابِ تصنیف کے خلاف!

لیکن مین اس دستورِ عام کے خلاف، اللہ کا شکر ادا کرنے پر مجبور ہون، نہ اس لیے کہ مین کوئی شکر گذار بندہ ہون، بلکہ اس لئے کہ جس کتاب کے شائع کرنے کی سعادت مجھے حاصل ہو رہی ہے، اس کا میرے ہاتھون شائع ہونا تمامتر احسانِ خداوندی مین ہے، اس مین نہ میری کسی کاوش کو دخل، نہ کسی دوسرے مصنف کی امداد شامل، آج سے آٹھ سال قبل کا ذکر ہے کہ ریاست رامپور کے سرکاری کتبخانہ مین بیٹھا ہوا مختلف کتابین الٹ پلٹ رہا تھا کہ اسی الٹ پلٹ مین اتفاق سے فارسی کی ایک بوسیدہ و کرم خوردہ کتاب پر نظر پڑ گئی، نام دیکھا تو فیہ ما فیہ! دیر تک تو اس کا یقین ہی نہ آیا کہ یہ وہی کتاب ہو گی، جو حضرت مولانائے رومؒ کی جانب

منسوب ہے، دل کہتا رہا کہ یہ شاید اسی نام کی کوئی دوسری کتاب ہوگی، رفتہ رفتہ شک یقین
مین تبدیل ہوتا گیا، اور جب یقین آگیا، کہ یہ وہی حضرت مولانا کی شہرۂ آفاق و نایاب کتاب ہے
تو اس وقت کی مسرتِ قلب کا اندازہ کون کرسکتا ہے، ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم
جس اونچے دربار سے ہر لحظہ اور ہر گھڑی بلا طلب و بلا استحقاق، بے شمار انعامات کی بارش ہوتی رہتی ہے اس نے
اگر ایک تباہ کار اور نامہ سیاہ کے ہاتھون یہ کام انجام دلانا چاہا، تو اس پر حیرت کیون کی جائے!

پاک ہے، وہ ذات اور ہر حمد کے قابل ہے وہ ذات پاک جس نے
انسان کو ابدی مسرت اور سرمدی راحت کی راہ پر چلنے کے لئے عقل جیسی نعمت،
اور عقل سے کہین بڑھ چڑھکر، وحی جیسی نعمت عطا فرمائی، اور سلسلۂ وحی کی نعمت کی تکمیل اور انتہا
عرب کے اس امیؐ پہ کی، جس نے عرب و عجم، مشرقی مغربی، گورے اور کالے، بدوی و حضری، وحشی
وشہری، سب کو راہ ہدایت دکھائی، اور جس نے ہر قوم، ہر ملک، ہر زمانہ کے لئے سچی عقل و دانش،
سچے علم وحکمت، سچی روحانیت، ونورانیت کے دروازہ کھول دیئے،

اسی نامور آقا (صلعم) کے ایک نامور خادم حضرت جلال الدین بلخی معروف بہ مولانائے
رومیؒ گذرے ہین، جنکی مثنوی معنوی کا شمار دنیا کی مشہور ترین کتابون مین ہے، مولاناؒ کی جانب
ایک اور کتاب بھی فیہ ما فیہ کے نام سے منسوب تھی، لیکن اب تک اس کا صرف نام ہی نام
آتا تھا، اصل کتاب گویا ناپید تھی، رسالۂ سپہ سالار مین جو مولاناؒ کے حالات و سوانح مین سب سے
زیادہ قدیم و مستند کتاب ہے، صرف ایک مقام پر ضمناً فیہ ما فیہ کا نام آگیا ہے، (صفحہ ۳۴ رسالہ سپہ سالار
مطبوعۂ کانپور) اور کسی قسم کا ذکر مطلق نہین، مولانا شبلی مرحوم نے اپنی سوانحِ مولانا روم مین مولاناؒ
کی تصنیفات کے زیرِ عنوان حسب ذیل عبارت لکھی:-

"فیہ ما فیہ یہ ان خطوط کا مجموعہ ہے، جو مولانا نے وقتاً فوقتاً معین الدین پروانہ کے

کے نام لکھے، یہ کتاب بالکل نایاب ہے، سپہ سالار نے اپنے رسالہ مین ضمناً اس کا
تذکرہ کیا ہے،، (صفحہ ۲۶ مطبوعہ کان پور)

مولانا شبلی غریب تو اسی ہندوستان کے بسنے والے تھے، اہلِ فرنگ کے ذرائع و وسائلِ تحقیق و تلاش انھین کہان نصیب تھے، لیکن خود پروفیسر نکلسن بھی اس سے زائد کچھ نہ لکھ سکے کہ

،،جلال الدین نثر کے بھی ایک رسالہ کے مصنف ہین جس کا نام فیہ ما فیہ ہے جو تین ہزار
ابیات پر شامل[1] ہے، اور جس مین زیادہ تر معین الدین پروانہ رومی سے خطاب ہے اس
رسالہ کے قلمی نسخے نایاب ہین،، (مقدمۂ انتخاب دیوان شمس تبریز انگریزی صفحہ ۱۷ مطبوعہ کیمبرج)

اسے اگر اللہ کا محض فضل و احسان نہ کہئے تو اور کیا کہئے، کہ جو شے مشرق و مغرب کے زبردست فاضلون کی نظر سے مخفی رہی تھی اس پر میری نظر بلا جستجو یکا یک پڑ گئی، رامپور کے کتبخانہ مین اس نسخہ کے نظر آجانے کے بعد مین نے اس کی نقل حاصل کرنے کی درخواست پیش کر دی، اور مین شکر گذار ہون حافظ احمد علی خان صاحب شوق مہتمم کتبخانہ رامپور کا اور سید ناظر الحسن صاحب ہوش بلگرامی کا اور سید اولاد حسین صاحب شادان بلگرامی کا کہ ان تینون صاحبون کی عنایت و توجہ سے کتاب مذکور کی نقل بعد مقابلہ و تصحیح کے ۱۹۲۲ء مین مل گئی، ۱۹۲۳ء کے آغاز مین حیدرآباد جانا ہوا اور کارساز مطلق کی کریمی دیکھئے کہ وہان ایک چھوڑ، دو دو قلمی نسخے اس کے میری نظر کے سامنے آگئے، ایک نسخہ نواب سالار جنگ بہادر کے کتبخانہ مین نکل آیا، جو بعض دوسری کتابون کے ساتھ ایک جلد کے اندر بندھا ہوا تھا- اس کی نقل کی اجازت نواب صاحب موصوف نے بمسرت دیدی، اور جناب سید امین الحسن صاحب بسمل موہانی، ناظم ریاست نواب صاحب موصوف کی عنایت و توجہ سے اس نسخہ کی پوری نقل حاصل ہو گئی، دوسرا حیدرآبادی نسخہ کتبخانۂ آصفیہ مین موجود ہے، اور فہرستِ کتبخانہ کی جلد اول مین، تصوف فارسی کے زیر عنوان، نمبر ۱۷۱ پر

[1] نثر کی کتاب کو ،،ابیات،، پر شامل کہنے کا مفہوم ہم سخن فہمون کی سمجھ سے بالاتر ہے،

درج ہے، اس نسخہ کی نقل کا مسئلہ نواب صدر یار جنگ مولانا محمد حبیب الرحمان خان صاحب شروانی کی نگاہِ توجہ نے حل کر دیا،

جس کتاب کا ایک ہی نسخہ ناپید سمجھا جاتا تھا جب اس کے تین تین نسخے اللہ کے فضل سے اکٹھے ہو گئے، تو کتاب کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا، اور تینون نسخون کا باہمی مقابلہ شروع کیا گیا، تینون مین کتبخانۂ آصفیہ کا نسخہ نسبتۃً صحیح تر پایا گیا، تاہم تینون مین اختلافات بہت کثرت سے پائے گئے، گو زیادہ تر اختلاف محض جزئی و لفظی نکلے، کوئی اہم اور بڑا اختلاف جس سے مفہوم ہی سرے سے بدل جاتا ہو، بحمد اللہ نظر نہین آیا، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہندوستان مین کوئی ایک نسخہ آیا تھا جس کی یہ تینون مختلف نقلین ہین، اور اختلافات جو کچھ ہین، ان کی ذمہ دار محض کاتبون کی بے احتیاطی یا کم استعدادی ہے، اسی اثنا مین مجھ سے اور کیمبرج کے مشہور مستشرق پروفیسر نکلسن سے، جو مولانا کے کلام کے خاص شیدائیون مین ہین، اس رسالہ کے باب مین مراسلت شروع ہو چکی تھی، اور مین انکی خدمت مین کتبخانۂ آصفیہ والے نسخے کی نقل ارسال کر چکا تھا، پروفیسر موصوف نے اسے دیکھ کر ہی نہین کہ جولائی ۱۹۲۳ء مین رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی صد سالہ سالگرہ کے موقع پر مستشرقین اور فضلاے اسلامیات کے سامنے، اس رسالہ کے متعلق اپنا مضمون پڑھکر سنایا، بلکہ اپنے قسطنطنیہ کے ذی علم دوستون کے ذریعہ سے اس رسالہ کا وہان کھوج لگانا بھی شروع کر دیا،

خداے کریم کارساز کے الطاف بیکران کا شکریہ کہان تک ادا کیا جائے، پروفیسر موصوف اور ان کے دوستون کی کوششین بارور ہوئین، اور ۱۹۲۴ء مین میرے پاس قسطنطنیہ سے رسالۂ مذکور کی ایک نہایت خوشخط اور صحیح نقل پہونچ گئی، جو در اصل چار مختلف قلمی نسخون سے مقابلہ کے بعد تیار ہوئی تھی، ہندوستان کے تینون نسخون مین سے کسی پر سنہ کتابت درج نہین لیکن اندازسے کوئی نسخہ سو ڈیڑھ سو برس سے زائد کا لکھا ہوا معلوم نہین ہوتا، قسطنطنیہ کے چار نسخون

مین سے تین پر تاریخِ کتابت درج ہے، جو علی الترتیب سنہ ۱۱۰۵ھ و سنہ ۱۱۷۰ھ و سنہ ۱۲۶۸ھ ہین، ان مین سے پہلا نسخہ مولانا ہی کے سلسلۂ مولویہ کے ایک شیخ الزاویہ، شیخ احمد بن شیخ مصطفیٰ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے

قسطنطنیہ کا نسخہ (جو وہان کے چار مختلف نسخون سے مقابلہ اور تصحیح کیا ہوا ہے) یہی نہین کہ ہندوستان کے تینون نسخون سے کہین زیادہ صحیح ہے، بلکہ ان تینون سے کہین زیادہ مکمل و جامع بھی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان مین جو نسخہ اول بار آیا، اور جس کی نقل وہ رامپور اور حیدرآباد والے تینون نسخے ہین، وہ ناقص تھا، اور آخر کا ایک بڑا حصہ اس مین چھوڑ دیا گیا تھا، چنانچہ ناظرین اس مطبوعہ نسخہ کے صفحہ ۱۷۰ کے وسط پر یہ نوٹ ملاحظہ کرین گے کہ وہان تینون ہندی نسخے عملاً ختم ہو جاتے ہین، اور باقی ۲۷ صفحے صرف استنبولی نسخون مین پائے جاتے ہین، اس کے مقابلہ مین دیباچہ کی عبارت صرف ہندی نسخون مین ہے، استنبولی نسخون مین نہین، اور وہ کھلا ہوا اضافہ یا الحاق ہے، ہندی اور استنبولی نسخون کے درمیان کہین کہین عبارت مین بھی تقدیم و تاخیر کا فرق ہے، ان چند چیزون کے سوا، کوئی بڑا فرق ہندی اور استنبولی نسخون مین نہین، صحت کی بنا پر قدرۃً مین نے سب سے زیادہ اعتماد استنبولی نسخہ ہی پر کیا ہے، اسی کی عبارت کو عموماً ترجیح دی ہے، گو جابجا کسی ہندی نسخہ (خصوصاً کتبخانۂ آصفیہ والے نسخہ) کی عبارت کو بھی اختیار کر لیا ہے، اس حیدرآبادی نسخہ کا نام مین نے نسخۂ الف رکھا ہے، اور ص۲ و ص۱۲ پر حاشیہ مین اسکی عبارتون کو جگہ دی ہے، استنبولی نسخہ اگر پیشِ نظر نہ ہوتا، تو لاکھ مشقت پر بھی مین اتنی صحیح اور جامع کتاب ہرگز نہ پیش کر سکتا، اور اس استنبولی نسخہ کی دستیابی کے لئے پروفیسر نکلسن کے شکریہ کے جس قدر الفاظ مین لکھون، سب کم ہی ہون گے،

مختلف نسخون کی آخری تصحیح و مقابلہ مین مجھے سب سے زیادہ مدد دو ندوی عزیزون، مولوی نور الحق ندوی پشاوری اور مولوی ابو الجلال صاحب ندوی اعظم گڈھی سے ملی، اللہ انھین

جزائے خیر دے، کتاب مین علاوہ قرآن وحدیث کے جو عربی عبارتین بہ کثرت آئی ہین، ان کی تصحیح کی ذمہ داری جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے باوجود اپنی عدیم الفرصتی کے بہ کمال عنایت اپنے ذمہ لے لی تھی، دوران ترتیب وتدوین مین جناب مولانا حمید الدین صاحب اعظم گڈھی (صاحب نظام القرآن) اور مولانا عبد الباری صاحب ندوی سے بھی بعض مفید وقابل قدر مشورہ ملے، حاشیہ شروع سے آخر تک جس قدر بھی ہین، سب راقم سطور خاکسار مرتب کے ہین، ہر فصل کی عبارت کو مختلف پیراگراف (بندون) مین توڑنے کی جرأت بھی مین نے ہی کی ہے، ورنہ ہر نسخہ مین ہر فصل کی عبارت مسلسل تھی، اور ہندی نسخون مین تو فصلین ہی نہ تھین، فصلین صرف استنبولی نسخہ مین تھین، آیات قرآنی کی تخریج نسبۃً آسان تھی، احادیث کی تخریج مجھ جیسے کم علم کے لیے خاص طور پر دشوار تھی، اس دشواری کے حل ہونے مین ایک حد تک مولوی عبد الرزاق خان ندوی ملیح آبادی، اور اُن سے بڑھکر میرے مرحوم ومحبوب رفیق، عزیز مولانا عبد الرحمن ندوی نگرامی سے مدد ملی، اردو ترجمہ صرف آیات قرآنی واحادیث نبوی ہی کا درج کیا گیا ہے، باقی عربی عبارتین عموماً بلا ترجمہ چھوڑ دی گئی ہین۔ ان ترجمون، نیز دوسرے حاشیون مین جو کچھ بھی نقائص واسقام رہ گئے ہین، ان سب کی ذمہ داری تنہا میری ہی ذات پر ہے، کوئی دوسرے صاحب اس ذمہ داری مین شریک نہین،

قدیم کتابون کے ایڈٹ کرنے (تہذیب) کا جدید دستور یہ ہے کہ اختلاف قرأت پر مسلسل نوٹ دیئے جاتے ہین، اور چھوٹی بڑی ہر وہ عبارت یا ہر وہ لفظ جو مختلف نسخون مین مختلف طریقون سے پڑھا جاسکتا ہے، خواہ وہ اختلاف ایک نقطہ یا شوشہ ہی کا ہو، مگر فٹ نوٹ مین اس کا اختلاف ظاہر کردیا جانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ عام ناظرین تو خیر، البتہ "ناقدین" معاف فرمائین، کہ مین اپنی نااہلی یا نافہمی سے، اس جدید تصنیفی فیشن کی نہ عملاً تقلید کرسکا، نہ اصولاً اس کی ضرورت کا قائل ہوسکا،

مین نہ "اسکالر" ہون، نہ "ریسرچ اسکالر" نہ "مستشرقین" و"علماے مشرقیات" کی صف مین، بیٹھنے کی ہوس اب دل مین باقی ہے، تھوڑی بہت محنت جو کچھ بن پڑی ہے، اس سے مقصود مغرب کے "اہل قلم" کی نہین، بلکہ مشرق کے "اہل ذوق" کی خدمت کرنی ہے، مثنوی کے مطالب کے سمجھنے مین اگر کسی طالب کو اس رسالہ سے مدد مل گئی، اور کسی اہل دل کی دعا، ان اوراق کے جامع کے حق مین نکل گئی، تو اس کا مقصد حاصل ہے، مجھے اپنی کوتاہیون کا پورا اعتراف ہے، اور اگر کوئی دوسرا اس کام کو کرتا تو یقیناً مجھ سے کہین بہتر صورت مین انجام دیتا، اصل کتاب مین متعدد فقرے ایسے ہین، جن کا کوئی مطلب مین نہین سمجھ سکا ہون، اکثر ایسے موقع پر نشانِ استفہام (؟) بنا دیا ہے، ممکن ہے کوئی دوسرے صاحب مطلب نکال لین، مین نے اسی طرح نقل کر دیا ہے جس طرح پایا تھا،

ناظرینِ کرام سے آخری التماس یہ ہے کہ میری خدمات کے سلسلہ مین اس کتاب مین جو خامیان اور لغزشین نظر آئین، ان کے متعلق خداے قدوس کی صفتِ ستاری کو یاد کر کے خطا پوشی کو کام مین لائین، اور میرے حق مین میری زندگی مین توفیقِ خیر کی دعا اور موت کے بعد مغفرت کی دعا فرمائین، اللہ انھین بھی اجر سے محروم نہ رکھے گا، واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

عبدالماجد

دریاباد، بارہ بنکی

دسمبر ۱۹۲۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرہ

مولینا جلال الدین رومیؒ

صاحب ملفوظات

نام | اسمِ مبارک محمدؒ، لقب جلال الدین، تخلص رومی تھا، عرف عام نے مولانائے رُوم ملائے روم، مولوی رُومی، مولوی معنوی، کہہ کر پکارا[۱]

[۱] مولانا کے حالات و سوانح کے اصلی ماخذ یہ دو ہین :-

(۱) رسالہ سپہ سالار، از فریدون سپہ سالار جنھون نے بہ قول خود، اپنی ایک عمر مولانا کی خدمت اور حضوری مین صرف کردی تھی، "خلاصۂ عمر خود را بہ ملازمت حضرت او مستغرق داشتم" کانپور مین منشی رحمت اللہ رعد مرحوم کے اہتمام سے مثنوی کا جو اعلیٰ نسخہ چھ جلدون مین طبع ہوا تھا، اسی کے ساتھ یہ رسالہ بھی علٰحدہ چھپ گیا ہے

(۲) مناقب العارفین، از شمس الدین افلاکی، جو دو اسطون سے مولانا کے سلسلہ مین شامل ہوتے ہین، یہ کتاب بہت مفصل ہے، لیکن ہر قسم کے رطب و یابس روایات کا مجموعہ ہے، آگرہ مین طبع ہو چکی ہے، لیکن اب بازار مین ناپید ہے حیدرآباد دکن کے کتبخانہ آصفیہ مین مطبوعہ نسخہ موجود ہے، مین زیادہ تر ایک قلمی نسخہ سے مستفید ہوا ہون، جو مولٰنا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم کے کتبخانہ مین تھا، اردو ترجمہ، حافظ احمد علی خان صاحب شوق رامپوری (مہتمم کتبخانہ ریاست رامپور) نے شایع کیا ہے، اور وہ پیش نظر

ان دو اصلی ماخذون کے علاوہ، کتب ذیل سے بھی مستفید ہوا ہون :-

(۳) الجواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ، از عبد القادر قریشی، (مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن) (۴) مدینۃ العلوم از ارنیقی (نسخہ قلمی، ناتمام، در کتبخانہ حکیم عبد الحبیب صاحب دریابادی) (۵) نفحات الانس، از ملا جامیؒ، (۶) تذکرۃ الشعرا، از دولت شاہ سمرقندی

زمانہ ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ مطابق ۳۰ دسمبر ۱۲۰۷ء کو بمقام بلخ عالمِ آب وگل مین قدم رکھا، اور ۶۸ سال قمری، یا ۶۶ سال شمسی کی عمر مین، ۵ جمادی الثانی ۶۷۲ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۲۷۳ء کو، غروبِ آفتاب کے وقت، عالمِ ارواح کی جانب مرحبا کہی۔

نسب سلسلۂ نسب، نو واسطون سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہونچتا ہے، جوہر صدیقیت کی آب وتاب بزرگانِ خاندان مین نمایان رہی، چنانچہ مولانا کے جد امجد حسین بن احمدؒ اپنے زمانہ مین ایک نامور صوفی وصاحبِ کیف بزرگ گذرے ہین ننھالی سلسلہ حضرت سلطان ابراہیم ادھمؒ سے ملتا ہے،

والد ماجد مولانا کے والد ماجد سلطان بہاء الدین ولدؒ علم وفضل، زہد وتقوی، فقر وطریقت مین یگانۂ روزگار تھے :-

"بادشاہی بود کامل، صاحبِ کشف، و در ہمہ علوم ظاہر و باطن بے نظیر......
پسندیدہ ومقبول ومحبوبِ ہمہ دلہا بود، و ورع وتقوی بہ غایت، و ریاضت بسیار، ومجاہدات بیشمار داشت، و بر ہمہ دلہا مشرف بود" (رسالہ سپہ سالار)

فتاوائے علمی ومذہبی دور دور سے آتے تھے، اور انکی ذات شیخ وقت کی حیثیت سے مرجع خلائق بنی ہوئی تھی،

"از اقصائے خراسان فتاوای مشکل بحضرت او آوردندی" (سپہ سالار)

"در علوم ماہر بود وصاحب حال ..... مثل او در فتوی در آن عصر کسی نبود" (دیباچہ ملفوظات)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) اردو مین، مولانا شبلی نعمانی مرحوم کی سوانحعمری مولانا ئے روم دلچسپ و پر معلومات ہے۔ انگریزی مین نکلسن نے اپنے مقدمہ انتخاب دیوان شمس تبریز مین جو کچھ لکھا ہے، اگرچہ مختصر ہے، لیکن قابل مطالعہ ہے، رڈہاوس نے مثنوی جلد اول کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ مین جو کچھ لکھا ہے وہ سب مناقب العارفین سے ماخوذ ہے،

مرتبۂ کمال و عظمت کا اندازہ، تذکرہ نویسون کے اس بیان سے ہو سکتا ہے، کہ ایک شب کو بلخ کے تین سو نامور عالمون اور مفتیون مین سے ہر ایک نے اپنے مقام پر یہ خواب دیکھا کہ حضرت سرورِ کائنات صلعم ایک سبز خیمہ مین جلوہ افروز ہین، ایک پہلو مین سلطان بہاء الدین ولد حاضر ہین، اور الطاف و عنایات خاص سے سرفراز ہو رہے ہین، یہان تک کہ زبان مبارک سے یہ ارشاد ہوا، کہ "ہم نے بہاء الدین کو سلطان العلماء کا لقب دیا"، صبح ہوئی تو یہ تمام علماء "سلطان العلماء" کی خدمت مین اپنا خواب عرض کرنے اور تہنیت پیش کرنے کو حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ "خیر اب رسولِ خدا صلعم کی زبان سے سن لینے کے بعد تو تم کو یقین آیا"[1]

ترکِ وطن، فرمانروائے بلخ، محمد خوارزم شاہ عزیز بھی تھا، اور معتقد بھی، لیکن رفتہ رفتہ بدعقیدگی اور برگشتگی بڑھتی گئی، سپہ سالار نے اس کا سبب یہ لکھا ہے، کہ سلطان العلماء اپنے وعظ مین حکمت و فلسفۂ یونان اس مین غلو رکھنے والون کی سخت خبر لیتے رہتے تھے امام رازیؒ کو انھین فنون مین توغل تھا، انھون نے اپنے اثر کو کام مین لاکر بادشاہ کے دل مین انکی طرف سے رنجش پیدا کر دی، تعلقات کی یہ کشیدگی یہانتک بڑھی کہ بالآخر، شیخؒ نے تنگ آکر ترکِ وطن کی ٹھان لی، اور ۶۱۰ھ مین ایک روز، اہل و عیال، اور شاگردون، اور مریدون کی ایک جماعت کو لیکر نکل کھڑے ہوئے، ادھر وہ روانہ ہوئے، ادھر تاتاریون کے ٹڈی دل نے مملکتِ بلخ کی فضا کو چھا لیا اور اینٹ سے اینٹ بجا دی، عقیدت مندی کی آنکھ کو ان دونون واقعون کے درمیان علت و معلول

[1] یہ روایت جزئی اختلافات کے ساتھ، سپہ سالار، مناقب، دیباچہ ملفوظات سب مین مذکور ہے،

کا رشتہ نظر آتا ہے[1]،

تا دلِ مردانِ حق نامد بہ درد
ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

سکونت قونیہ | نیشاپور، بغداد، مکہ معظمہ، دمشق وغیرہ کی سیاحت، اور حج سے فراغت کے بعد یہ قافلہ قونیہ پہونچا، اور یہین سکونت اختیار کر لی، یہان خاندانِ سلجوق کے تاجدار علاؤالدین کیقباد کی حکومت تھی، اس نے بڑھکر شیخ کو ہاتھون ہاتھ لیا، عزت و احترام کے ساتھ درس وتدریس کی خدمت سپرد کی، اور خود بھی اکثر حاضر ہوتا رہتا[2]،

شیخ عطارؒ کی نظرِ عنایت، | اثنائے مسافرت مین جب قافلہ نیشاپور پہونچا ہے، تو شیخ فریدالدین عطارؒ سلطان العلماء سے ملنے تشریف لائے، مولانا اس وقت بچہ تھے، لیکن گوہر شناس نے اس وقت گوہر کو پرکھ لیا، اپنی کتاب اسرار نامہ عنایت کی، اور ارشاد فرمایا، کہ عنقریب یہ لڑکا دل جلون کے گروہ مین آگ لگا کر رہیگا،

"در اثنای آن سفر بہ نیشاپور رسید، شیخ فریدالدین عطارؒ، بہ دیدن مولانا بہاءالدین آمد، آن وقت مولانا جلال الدین کودک بود، شیخ عطارؒ کتاب اسرارنامہ راہدیہ بہ مولانا جلال الدینؒ داد، و بہ مولانا بہاءالدین گفت زود باشد کہ این پسر آتش در سوختگان عالم برزند[3]،

ازدواج | اس سفر و سیاحت کے دوران مین، ۶۲۳ھ مین عمر کے انیسوین سال مولانا کا عقد لالائے سمرقند، شرف الدین کی صاحبزادی جوہر خاتون کے ساتھ ہوا، اور اسی سال ان کے بطن سے، فرزند رشید، سلطان ولدؒ کی ولادت ہوئی، ان خاتون کے تفصیلی حالات

[1] دیباچہ ملفوظات، مناقب، و سپہ سالار، [2] سپہ سالار،
[3] تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی،

سے اہل تذکرہ خاموش ہین، ان کی وفات کے بعد مولاناؒ نے دوسرا عقد، کرا خاتون قونوی سے کیا، جن کا ذکر تذکرون مین بار بار آتا ہےؔ[1]،

علوم ظاہری

مولانا نے علوم ظاہری کی ابتدائی تعلیم، اپنے والد ماجد کے سایۂ شفقت مین حاصل کی، اور اس کے بعد سید برہان الدین محقق ترمذی سے، جو اپنے وقت کے ایک بڑے ہمہ دان فاضل تھے، پھر تحصیل علوم و تکمیل فنون کے شوق مین اس وقت کے بڑے بڑے مشہور علمی مرکزون، حلب، دمشق وغیرہ کی خاک چھانی اور ہر جگہ کے باکمال استادان فن سے استفادہ کیا، چنانچہ طالب علمی ہی کے زمانہ مین یہ مرتبہ استناد حاصل ہوگیا تھا کہ لغت، ادب، فقہ، معقولات، حدیث، و تفسیر کے وہ نازک و دقیق مسائل، جو کسی سے حل نہ ہوتے، ان کے پاس لائے جاتے، اور ان کے جواب سے سب کو تشفی ہو جاتی،

"در علوم رسمی، چون اقسام لغت و عربیت و فقہ و حدیث و تفسیر و معقولات و منقولات بہ غایتی رسیدہ بود کہ در آن عصر سر آمد ہمہ علما، و ہنر شدہ بود" (سپہ سالار)

"ہر مسئلہ کہ اقران آن عہد را مشکل افتادے، بہ حضرتش عرضہ داشتندے چندان وجہ در تحقیق آن فرمودے، کہ سائل را از ذوق آن متحیر در استخوان حل می شد" (ایضاً)

علمائے حنفیہ کے سب سے معتبر تذکرہ مین، مرتبۂ علمی کی شہادت ان الفاظ مین ملتی ہے :۔

کان عالماً بالمذھب واسع الفقہ عالماً بالخلاف وبانواع من العلوم[2]

کان اماماً عارفاً بالفقہ علی مذھب ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ

[1] یہ حالات، تقریباً ہر تذکرہ مین مل جاتے ہین، [2] الجواہر المضیئہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۴،

وحالما با لخلاف[1]

درس و افتاء، ۶۲۸ھ میں چوبیس سال کے سن میں اپنے والد کی وفات پر مولانا، بادشاہ وقت اور اعیانِ شہر کے اصرار سے مسندِ درس و افتاء پر جلوہ افروز ہوئے،

در سلطان علاء الدین سلجوقی با تمامی ارکان و صدور آن دیار جمع شد، مولانا جلال الدین را بجائے پدر نشانیدند، (مفتاح التواریخ بہ حوالہ خلاصۃ المناقب)

علم و فضل، اور کمالِ فن کی شہرت، طلبہ کو دور دور سے کھینچ لائی، مناقب العارفین کی روایت کے مطابق چار سو طلبہ کا ہجوم ہر وقت رہتا تھا، ان تمام خارجی شہادتوں سے قطع نظر کرکے مثنوی میں جس کثرت سے مسائلِ معقول و منقول کے حوالہ اور اشارہ آتے ہیں، وہ بجائے خود اس امر کی روشن دلیل ہے، کہ صاحب مثنوی کا دماغ، قرآن و حدیث، فقہ و اصول، کلام و فلسفہ، ہر قسم کے علوم و معارف کا گنجینہ تھا، لیکن علوم ظاہری کا یہ تبحر سوزِ قلب کی تسکین کے لئے کافی نہیں ہو سکتا تھا،

تجلیات باطنی کا ظہور، ارباب تذکرہ متفق ہیں، کہ تجلیات باطنی کا ظہور بچپن ہی سے ہونے لگا تھا، بارہا ایسا ہوتا، کہ تین تین چار چار دن گزر جاتے، اور کچھ نہ کھاتے پیتے، ایک مرتبہ چھ برس کے سن میں جمعہ کے دن چھت پر ہمسن بچوں کے ساتھ سیر کر رہے تھے، لڑکوں میں باہم یہ صلاح ٹھہری، کہ ایک چھت سے دوسری پر کودیں، مولانا نے تبسم کے ساتھ فرمایا، کہ یہ تو کتے، بلی، سب ہی جانور کر لیتے ہیں، ہمت ہو تو آؤ، آسمان پر جست کریں، یہ کہا اور نظروں سے غائب ہو گئے، ساتھ کے لڑکے سہم گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر نظر آنے لگے، اور ارشاد فرمایا، کہ "سبز پوشوں کی ایک جماعت مجھے اڑا کر آسمانوں پر لے گئی اور آسمانوں

[1] ایضاً، جلد ۲ صفحہ ۳۶۷،

کی سیر کرائی[1]" تذکروں میں اس قسم کے خرقِ عادات اور بھی منقول ہیں،

"برخدمت مولانا از پنج سالگی باز صور روحانی و اشکال غیبی یعنی سفرۂ ملائکہ و برزہ جن و خواص انس کہ مستوران قباب عزت اند ظاہر می شدہ اند، و متمثل می گشتہ" (نفحات الانس)

"حضرت مولانا از سن پنج سالگی اکثر اوقات از جائے خود بر می جست و مضطرب می شد تا حدی کہ مریدان بہاء الدین ولد او را در میان می گرفتند، از آنکہ صور روحانی و اشکال غیبی بہ نظرش متمثل می شدند، اعنی سفرۂ ملائکہ و بررۂ جن و انس کہ مستوران قباب حضرت اند"، (مناقب العارفین)

بیعت و منازلِ سلوک، شیخ بہاء الدین ولد عارف کامل تھے، انکی صحبت و تربیت، لختِ جگر کے اس جوہر فطری پر جلا دیتی رہی، ان کے انتقال کے بعد مولانا نے ان کے خلیفہ سید برہان الدین محقق ترمذیؒ کے ہاتھ پر الفین کے حسب خواہش بیعت کی، اور ان کی زیر تربیت نو سال کی مدت تک تصوف و سلوک کے مقامات عالیہ طے کیے،

"سید برہان الدینؒ چون با مولانا جلال الدینؒ صحبت داشت ... با او گفت کہ اگرچہ در علم ظاہر جای پدر گرفتہ، اما پدرت غیر ازین علوم ظاہر حالات دیگر داشت و آن دیدنی ست نہ آموختنی، آن احوال از پدر تو بہ من رسیدہ است، اگر مرید شوی مراد یابی، مولانا جلال الدین بر رغبت تمام مرید شد، و مدت نہ سال در خدمت او بود"[2]

"سید برہان الدینؒ بعد از آن حضرت خداوندگار را بہ تحقیق علوم یقینی رغبت

[1] سپہ سالار، مناقب، و نفحات الانس، [2] دیباچۂ ملفوظات،

فرمودہ، طریق سلوک، وآداب مشایخ تلیقین کرد ...... و مدت نہ سال تمام صحبت فرمودند[1]"

ابتدائے تربیتہ سلوک مین سید موصوف نے مولاناؒ سے ایک ہفتہ روزہ رکھنے کو کہا مولاناؒ نے کہا، کہ "پورے چالیس دن ہونے چاہئے"، سیدؒ موصوف نے چالیس دن کی خلوت کرائی، حجرہ کا دروازہ مقفل کر دیا، اور سامان خورد و نوش مین سے، بجز ایک لوٹا پانی، اور چند نان جوین کے اور کچھ نہ دیا، چلہ کے خاتمہ پر دروازہ کھولا، تو دیکھا، کہ مولاناؒ حضور کامل کے ساتھ مراقبہ مین مشغول ہین، مرشد کی طرف نظر بھی نہ اُٹھائی، دروازہ بدستور بند کر دیا، اور پورا ایک، چلہ اور گذر جانے کے بعد دوبارہ کھولا، تو دیکھا، کہ نماز مین مشغول ہین، اور آنکھون سے اشک جاری ہین، مرشد کی جانب اب بھی التفات نہ کیا، مرشد نے تیسرے چلہ کا انتظار کیا، اس کے خاتمہ پر مولاناؒ تبسم کرتے ہوئے باہر تشریف لائے، تو آنکھون سے انوار جمال الٰہی برس رہے تھے، مرشد نے گلے سے لگا لیا، اور چہرہ پر بوسہ دیا[2]۔

شمس تبریزؒ | محقق ترمذیؒ نے ۶۳۸ھ مین وفات پائی، پانچ سال بعد ۶۴۲ھ مین شمس تبریزیؒ کی صحبت نصیب ہوئی جس نے گویا مولاناؒ کی زندگی کا رخ ہی بدل دیا حضرت شمسؒ، بابا کمال الدین جندی کے مرید اور عارف کامل تھے، ایک مرتبہ مناجات مین دعا کی، کہ "پروردگار کوئی تیرا بندہ خاص ایسا ملتا، جو میری صحبت کا متحمل ہو سکتا"، ارشاد ہوا کہ "روم کو جاؤ"، یہ بشارت پاتے ہی چل کھڑے ہوئے، اور ساری اقلیم روم کا گشت لگا کر بالآخر قونیہ مین آکر اُترے، شب کا وقت تھا، برنج فروشون کی سرائے مین فروکش ہوئے، صبح ہمہ تن شوق بن کر دوکان کے چبوترے پر بیٹھے، جذب دل کامل تھا، شکار، خود شکاری

[1] سپہ سالار [2] مناقب العارفین،

کے استقبال کو بڑھا، اِدھر حضرت شمسؒ انتظار کی گھڑیاں گن رہے تھے، ادھر مولاناؒ بھی صبح ہوتے ہی ان کی ملاقات کو چلے، شہرتِ علم وفضل کا آفتاب اوجِ کمال پر تھا راستہ مین خلقت دست بوسی کو ٹوٹی پڑتی تھی، شمسؒ کی نگاہ چار ہوئی، رہبرِ محبت نے پتہ دیا کہ یہی وہ محبوب ہے، جس کی بشارت ہوئی تھی،

مولاناؒ مقابل کے چبوترے پر آکر بیٹھ گئے؛ دیر تک آنکھوں آنکھوں مین راز و نیاز ہوتے رہے، اس کے بعد شمسؒ نے مولاناؒ سے سوال کیا کہ "بایزید بسطامیؒ کو ایک طرف تو اتباعِ سنت مین یہ غلو تھا، کہ زندگی بھر خربزہ اس خیال سے نہین کھایا، کہ نہین معلوم سرورِ عالم صلعم نے کس طرح تناول فرمایا تھا، اور دوسری طرف کبھی سبحانی ما اعظم شانی کے نعرہ لگاتے تھے، اور کبھی لیس فی جبتی سوی اللہ کی صدا بلند کرتے تھے، حالانکہ خود رسول اللہ صلعم کا یہ حال تھا، کہ فرماتے تھے، مین دن بھر مین ستر مرتبہ استغفار کرتا ہون، ان دو متضاد کیفیتون مین کیونکر تطبیق دیجا سکتی ہے؟" مولاناؒ نے جواب دیا کہ "بایزیدؒ اگرچہ بڑے صاحبِ دل بزرگ تھے، تاہم دائرہ ولایت مین ایک خاص درجہ پر قائم کر دیئے گئے تھے، اور ان پر اسی کی عظمت ظاہر تھی، اس لئے ان کی زبان سے اس قسم کے الفاظ نکل جاتے تھے، بخلاف اس کے سرورِ کائنات صلعم کے علوے مراتب کی حد و انتہا نہ تھی؛ ہر لحظہ منازلِ قرب مین بلند سے بلند تر پایہ طے کرتے جاتے تھے، اس لئے قدم قدم پر آپ کو اپنا پہلا مقام پست نظر آتا تھا، اور اسی پر آپ استغفار فرماتے رہتے تھے،

یہ سنتے ہی شمسؒ اُٹھکر مولاناؒ سے لپٹ گئے، اور ایسا لپٹے کہ پھر کبھی نہ چھوٹے، راز و نیاز کے تعلقات آپس مین بڑھے، اور بڑھتے گئے، یہان تک کہ ایک کی ہستی دوسرے مین گم ہوگئی، مولاناؒ اب تک درس و افتا مین مصروف رہتے تھے، اب یہ مشاغل چھوڑ کر

سماع مین منہمک ہو گئے، مستی وسرشاری کے جذبات طاری رہنے لگے، دوستون، عزیزون، شاگردون سب سے ملنا جلنا ترک ہو گیا، بڑی بڑی طویل مدتون تک شمس کے ساتھ خلوت رہنے لگی، یہان تک کہ ایک مرتبہ حجرہ شیخ صلاح الدینؒ مین دونون بزرگ متصل تین مہینہ یا چھ مہینہ تک، باختلافِ روایت، بغیر آب ودانہ اور دوسری بشری حاجتون کے خلوت گزین رہے، !

"مدت سہ ماہ، درخلوتی لیلاً ونہاراً بہ صوم وصال نشستند، کہ اصلا بیرون نیامدند، وکسی را زہرہ نبود کہ درخلوت ایشان درآید" (مناقب العارفین ونفحات الانس)

"مدت شش ماہ آزاد، درحجرۂ شیخ صلاح الدین زرکوبؒ بہم صحبت فرمودند، چنانچہ قطعاً واصلاً اکل وشرب وحاجات بشری درمابین نبود، ودر سر وقت ایشان بغیر شیخ صلاح الدین دگر کسے را مجالِ دخول نبود،،" (رسالہ سپہ سالار)

ان مین سے بعض دلچسپ جملے تمین مولانا شبلی مرحوم نے اپنی سوانح مولانا روم مین نقل کر دی ہین،

شمسؒ اور رومیؒ کے تعلقات باہمی آج تک ایک طلسم بنے ہوئے ہین، اور دونون کی پہلی ملاقات نیز باہمی تعلق کی بابت جو عجیب وغریب افسانے عام زبانون پر ہین، ان کے لحاظ سے یہ روایت جو یہان اختیار کی گئی یقیناً پھیکی اور بیمزہ معلوم ہو گی لیکن سب سے قدیم تذکرہ سپہ سالار مین یہی روایت درج ہے، اور مناقب ونفحات مین بھی جزئی اختلافات کے بعد اس کا اعادہ کر دیا گیا ہی،

بعض تذکرہ نویسون نے حضرت شمسؒ کیساتھ مولانا کی بڑھی ہوئی گرویدگی محبت، وعقیدتمندی کو دیکھکر شمسؒ کو آپ کا پیرومرشد لکھ دیا ہے، لیکن اس سے قطع نظر کر کے، کہ یہ خیال، قدیمترین تذکرون، سپہ سالار ومناقب کی تصریحات کے برخلاف ہے، خود مولاناؒ کا بھی ایک مقولہ، اس تعلق باہمی کی نوعیت پر روشنی ڈالنے کیلئے کافی ہے، فرماتے ہین، کہ:-

"علماء ظاہر، اخبارِ رسول کے عالم ہیں، شمس تبریزیؒ اسرارِ رسول کے حامل ہیں، اور میں انوارِ رسول کا مظہر ہوں" (مناقب، ذکر شمس تبریزیؒ)

اس میں شبہ نہیں، کہ مثنوی اور اس سے بھی بڑھکر دیوانِ غزلیات میں مولانا نے ایک دو جگہ نہیں، بہ کثرت حضرت شمس تبریز کا نام اس ذوق و شوق، اور اس جوش و عقیدت سے لیا ہے، کہ گویا اپنے پیر و مرشد کا ذکر کر رہے ہیں، مثلاً مثنوی میں :-

شمس تبریزیؒ کہ نورِ مطلق ست — آفتاب ست وز انوارِ حق ست
چون حدیثِ روی شمس الدین رسید — شمس چارم آسمان رو در کشید
واجب آمد چونکہ بردم نام او — شرح کردن رمزی از انعام او[1]

دیوان میں اس سے بھی آگے قدم رکھتے ہیں، مثلاً :-

شمس تبریز طلوعی بکن از مشرقِ جان — کہ چو خورشید نوجانی و جہان جملہ بدن

———— . ————

شمس تبریز تو ئی وجہِ وجود — من ہم از وجہ و مرآت تو ام

———— . ————

پیرِ من و مریدِ من، درد من و دوای من — فاش بگویم این سخن شمس من و خدای من

اس قسم کے اشعار سے ایک گروہ نے یہ بات ٹھہرائی ہے، کہ حضرت شمسؒ مولاناؒ کے پیر و مرشد تھے، اس لئے کہ ایسے الفاظ ایک مرید ہی اپنے مرشد کے لئے استعمال کر سکتا ہے لیکن یہ قیاس کچھ زیادہ وزن نہیں رکھتا، اس لئے کہ یہ اندازِ بیان مولانا کے طبعی جوش و خروش

[1] دفتر اول، عنوان بردن بادشاہ طبیب را الخ،

بیخودی و وارفتگی کا نتیجہ ہے، اور تنہا شمسؒ کیساتھ اس کی تخصیص نہین، بلکہ اپنے مخصوص ارباب صحبت مین سے جس کسی کا بھی ذکر فرماتے ہین، وفور جوش و فرط محبت سے بیخود ہو جاتے ہین، قلم کی رفتار مستانہ اور البیلی ہو جاتی ہے، اور بیساختہ ایسے الفاظ زبان سے نکلنے لگتے ہین، جو عموماً کوئی خوش عقیدہ مرید ہی اپنے مرشد کی شان مین استعمال کر سکتا ہے، شیخ صلاح الدین زرکوب تو مرشد نہ تھے، محض رفیق صحبت تھے، تاہم انکا ذکر اکثر غزلون مین جس انداز سے کرتے ہین اس کا نمونہ یہ ہے:-

مطربا، اسرار ما را باز گو ، قصہ ہای جا نفزا را باز گو
چون صلاح الدین صلاح جان ماست آن صلاح جان ما را باز گو

کار زرکوبان تو زر کردی چو زر شہ صلاح الدین کہ تو صد مردہ

لطفہای راکہ با با شہ صلاح الدین کند خضر جان گر باز بیند دم بدم تحسین کند

اسی طرح شیخ حسام الدین چلپی تو متفقہ طور پر مرید و خلیفہ ہی تھے، مرشد و ہادی نہ تھے تاہم ان کا نام مثنوی مین، بار بار اس بیتابی، اس بیخودی، اس ذوق و شوق کے ساتھ لیتے ہین، کہ کچھ دیر کے لئے پیر پر مرید کا گمان ہونے لگتا ہے، دو ایک نمونہ ملاحظہ ہون:-

ای ضیاء الحق حسام الدین در آر این سر خر را از ین بطیخ زار
بین زما صورتگری و جان زتو نے غلط ہم این زتو ہم آن زتو
مثنوی صورت، بود جانش توئی ہم جہت ہم نور ار کانش توئی

(دفتر ۴، نمودن جبرئیل علیہ السلام خود را)

ہمچنان مقصود من زین مثنوی | ای ضیاء الحق حسام الدین توئی
مثنوی اندر اصول و ابتدا | جملہ بہر تست، او بر تست انتہا
التجا بر تست و بر امداد تو | تکیہ بر اشفاق و بر اسعاد تو
در قبول تست عز و مقبلی | زانکہ شاہ جان و سلطان دلی
پیش من آوازت آواز خدا است | عاشق از معشوق حاشا کے جدا است

(دفتر ۴، حکایت مرد تشنہ)

شہ حسام الدین کہ نور انجم است | طالب آغاز سفر پنجم است
ای ضیاء الحق حسام الدین راد | اوستادان صفا را استاد
شرح تو غیب ست بر اہل جہان | ہمچو راز عشق دارم در نہان
مدح تو حیف ست بر زندانیان | گویم اندر مجمع روحانیان
مدح تعریف ست و تخریق حجاب | فارغ است از مدح و تعریف آفتاب

(دفتر ۵، آغاز)

حضرت شمس تبریزؒ اور مولاناؒ کے باہمی تعلقات کی اصل حقیقت کیا تھی، اس پردہ کو تو کوئی حقیقت شناس ہی اٹھا سکتا ہے، البتہ ہم ظاہر بینوں کو معلوم ایسا ہوتا ہے، کہ مولاناؒ پہلے تو اپنے والد ماجدؒ اور پھر سید برہان الدینؒ ترمذی کے ساتھ تربیت وارادت مین رہکر، ریاضتون، عبادتون اور مجاہدون سے علم و یقین، سلوک و عرفان کے مدارج عالیہ طے کر چکے تھے، اور اب قلب، سوز و گداز، کیف و مستی کے جذبات کے لئے بیقرار ہو رہا تھا، شمسؒ ہمہ تن بے قیدی اور وارفتگی تھے، ان کی صحبت نے اس بارود خانہ کے حق مین چنگاری کا کام دیا، پیری و مریدی کے باضابطہ تعلقات بالائے طاق رکھدئے گئے

رومی تبریزی مین اور تبریزی رومی مین فنا ہوگئے، اور دونون نے اپنی اپنی جگہ لذتِ فنا کے حوصلہ دل کھول کر پورے کئے، دونون کے ایک دوسرے مین فنا ہونے کی کیفیت کائناتِ تصوف مین کوئی امر محال و ناممکن نہین،

مولاناؒ کی صحبت حضرت شمسؒ کے ساتھ کل دو ڈھائی برس رہی، اس درمیان مین ان کے حد سے بڑھے ہوئے اختلاط کو دیکھکر عزیزون اور شاگردون کو ناگواری اور برہمی پیدا ہوئی، کہ یہ کون دیوانہ آنکلا ہے، جس نے مولانا کو دوستون، شاگردون، عزیزون اور بال بچون، سب سے چھڑا کر اپنا کر لیا ہے، اور تخلیہ کی صحبتون مین مولانا کے صاحبزادون تک کے آنے کا روادار نہین، شمسؒ عزیزون شاگردون کے چڑھے ہوئے تیورون کو تاڑ گئے اور کشمکش کی ناگوار صورت کو بڑھتے ہوئے دیکھکر بے اطلاع چل دیئے، مولانا کو انکی جدائی کا بیحد صدمہ ہوا، بالکل خلوت اختیار کر لی، سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا، اور تنہائی مین رنج و غم کا زمانہ گذارنے لگے، اتفاق سے ایک روز دمشق سے حضرت شمسؒ کا ایک مکتوب صادر ہوا، اس نے دبی دبائی آگ کو پھر بھڑکا دیا، متعدد عشقیہ غزلین کہہ کر، اور بہت سے تحفہ تحائف ساتھ کر کے اپنے فرزند رشید سلطان ولدؒ کو ان کی خدمت مین روانہ کیا، خدا خدا کر کے حضرت شمسؒ دوبارہ تشریف لائے، لیکن چند ہی روز کے بعد قدیم ہم نشینون کے رشک و حسد نے پھر زور پکڑا اور جب نوبت حد سے گذر گئی، تو شمسؒ نے ارادہ کر لیا کہ اب جا کر واپس نہ آئین گے، چنانچہ نکل کھڑے ہوئے، اور پھر باوجود انتہائی تلاش کے کبھی ہاتھ نہ آئے،

یہ ساری تفصیل رسالہ سپہ سالار سے ماخوذ ہے، نفحات الانس وغیرہ کی بعض روایتون مین یہ آیا ہے کہ مولاناؒ کے فرزند اوسط علاء الدین محمدؒ نے برہم ہو کر حضرت شمسؒ کو

قتل کر ڈالا تھا، لیکن سپہ سالار میں گم شدگی و مفقود الخبری کا حال تفصیل سے درج ہے، اس کے مقابلہ مین بعد کی تالیفات کی بے سند روایات قابلِ قبول نہین ہوسکتی، مناقب العارفین مین بھی ترجیح اسی روایت کو دی ہے، اور خود دیباچۂ ملفوظات کے ان الفاظ سے، کہ "تا شمس الدین ناپید شد" بجائے قتل کے گم شدگی کی تائید نکلتی ہے،

صلاح الدین زرکوبؒ شمسؒ کے فراق مین مولاناؒ کی حالت زبون ہوگئی، ہر وقت ایک شوریدگی سی طاری رہنے لگی، ایک روز جوش وخروش کے عالم مین گھر سے باہر نکلے، راستہ مین شیخ صلاح الدینؒ کی دوکان پڑی، یہ ایک صاحبِ جمال بزرگ تھے، اور مولانا کے پیر بھائی، شمسؒ و مولاناؒ کی خلوتون مین بھی باریابی کی خوش نصیبی تنہا انھین کے حصہ مین آئی تھی، زرکوبی کا پیشہ کرتے تھے، اتفاق سے اس وقت چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے، ہتھوڑی کی آواز نے مولانا کے قلب پر سماع کا اثر پیدا کیا، اور سر راہ وجد و رقص کی حالت طاری ہوگئی، شیخ یہ کیفیت دیکھ کر بدستور ورق نقرہ پر ضربین لگاتے رہے یہان تک کہ بہت سی چاندی ضائع ہوگئی، مگر انھون نے ہاتھ نہ روکا، بالآخر مولانا نے انھین اپنے آغوش مین لیلیا، اور جوش ومستی کے عالم مین گھنٹون اپنے اس شعر کی تکرار فرماتے رہے، ؎

یکے گنجے پدید آمد ازین دوکان زرکوبی
زہے صورت زہے معنی زہے خوبی زہے خوبی

شمسؒ کی مفارقت سے جو شورش پیدا ہوگئی تھی، اس مین شیخ صلاح الدین کی صحبت سے بہت افاقہ ہوگیا، اب ان سے بھی ٹھیک وہی تعلقاتِ راز و نیاز پیدا ہوگئے، جو

سلے سپہ سالار ذکر صلاح الدین زرکوبؒ، مناقب وغیرہ کی روایتین اس سے ذرا مختلف ہین،

حضرت شمسؒ سے تھے،

"خدمت مولانا ہمان عشق بازی کہ با شیخ شمس الدینؒ داشت با وے پیش گرفت
(مناقب ونفحات، ذکر صلاح الدین زرکوبؒ)

"بعد از غیبت مولانا شمسؒ، تسکین وآرام بہ حضرت شان یافتند، چنانکہ سلطانؒ ولد
می فرماید، ؎

شورش شیخ از وشدہ ساکن		وان ہمہ رنج وگفتگو ساکن
شیخ با او چنانکہ با آن شاہ		شمس تبریز چونکہ خاصہ اللہ
خوش در آمیخت ہمچو شیر وشکر		کار ہر دو زہمد گرشد زر

(سپہ سالار، ذکر صلاح الدین زرکوبؒ)

یہ رنگ دیکھکر عزیزون اور شاگردون کی آتش غضب پھر بھڑکی، اور شمسؒ کی طرح ان کی بھی آزار رسانی کی فکرین کی جانے لگین، لیکن بالآخر یہ سوچ کر، کہ مولانا کے روابط ان سے کم ہونے کے نہین، آزار رسانی کے منصوبہ کچھ زیادہ چلنے نہین پائے، ۶۶۲ھ مین انکا انتقال ہوگیا، تذکرون مین تصریح ہے، کہ مولانا کے ساتھ ان کی صحبت دس سال تک رہی اس حساب سے ان کے ساتھ مولانا کے ربط خاص کے آغاز کا زمانہ ۶۵۲ھ سمجھنا چاہئے، انکے ماتم مین جو نالہ موزون مولانا کی زبان سے نکلا، وہ کلیات مین درج ہے، پہلا شعر یہ ہے؛

اے زہجر انت زمین وآسمان بگریستہ
درمیان خون نشستہ عقل وجان بگریستہ

حسام الدین چلپی، حضرت زرکوبؒ کے اُٹھ جانیکے بعد مولاناؒ نے اپنا رفیق صحبت اپنے مرید با اختصاص حسام الدین چلپیؒ کو منتخب فرمایا، اور شمسؒ وزرکوبؒ کی طرح، ان کے ساتھ

مراسم محبت، بے حد و بے پایان قائم ہو گئے، مثنوی کی تصنیف انھین کی تحریک پر کی، اور مثنوی مین متعدد مقامات پر ان کا نام اس محبت و ذوق، خلوص و عقیدت کے ساتھ لیا ہی کہ گویا مرید کا نہین بلکہ مرشد کا ذکر ہے ہین، اور مثنوی کے ہر دفتر کے آغاز مین تصریح کیساتھ انھین مخاطب کرتے گئے ہین، اس طرح جب تک دنیا مین مثنوی کا وجود باقی ہے حسام الدین چلپیؒ کا نام بھی زندہ و قایم ہے، مرض الموت مین اپنا خلیفہ بھی انھین کو منتخب کیا،

دیگر معاصرین، مولاناؒ کے خاص رفیقان صحبت و یاران بزم بس یہی چند تھے، ان کے علاوہ دوسرے ارباب کمال و مشاہیر عصر سے بھی مولانا کے تعلقات تھے، اور ملاقاتین ہوتی رہتی تھین، چنانچہ ان حضرات مین، شیخ محی الدین ابن عربیؒ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ صدر الدین قونویؒ، شیخ اوحد الدین کرمانیؒ، امام نجم الدین رازیؒ کا بار بار ملنا مختلف تذکرون مین آتا ہے، بعض روایتون مین شیخ سعدیؒ کی بھی ملاقات کا ذکر ہے، قطب الدین شیرازی اپنے وقت کے جید معقولی و فلسفی تھے، ان کی حاضری کی حکایت بھی مختلف طریقون سے نقل کی گئی ہے، چنانچہ ایک بیان کے بموجب انھون نے حاضر خدمت ہو کر مولاناؒ کے پند و موعظت سے برکت حاصل کی[1]

ازدواج و اولاد، شادیان دو ہوئین، پہلی بیوی، خواجہ شرف الدین لالای سمرقند کی صاحبزادی گوہر خاتون تھین، ان کے بطن سے تین صاحبزادہ، بہاء الدین محمد سلطان ولدؒ، علاء الدین محمد اور مظفر الدین تھے، ان خاتون کی وفات کے بعد، عقد ثانی، کرا خاتون، قونوی کیسا تھ ہوا، ان کے بطن سے ایک صاحبزادی ملکہ خاتون تولد ہوئین، ساری اولاد مین، فرزند سعید و خلف رشید، بہاء الدین سلطان ولد تھے، جو والد ماجد کے جانشین، اور ایک بڑے صاحبدل

---

[1] مدینۃ العلوم، ارنیقی،

بزرگ ثابت ہوئے، اور حسام الدین چلپیؒ کی وفات کے بعد مسندِ خلافت پر بیٹھے[۱]، انھون نے کوئی مثنوی بھی لکھی تھی، جس کے اشعار مختلف تذکردن مین کثرت سے منقول ہوئے ہین[۲]،

عام حالات، مولاناؒ کا زمانہ، غیرون کی غلامی کا نہین، اپنی حکومت کا زمانہ تھا، عموماً علماء و مشایخ کے لئے گران قدر سرکاری وظیفے اور روزینے مقرر رہتے تھے، مولاناؒ کے لئے بھی اوقاف کی مد سے پندرہ دینار ماہوار کا وظیفہ مقرر تھا، اس کے معاوضہ مین مولانا کے سپرد، افتاء کی خدمت تھی، فرض شناسی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے، کہ تاکیدی حکم تھا، کہ خواہ کیسی ہی وجد و سکر کی کیفیت طاری ہو، استفتا جس وقت بھی آجائے، خدمت مین پیش کردیا جائے، ۳۵، ۴۰ سال کی عمر تک عام مشغلہ درس و تدریس اور فتوی نویسی تھا، اس کے بعد شمسؒ کی صحبت کے اثر سے وجد و استغراق کی کیفیت بڑھتی گئی، اور شمسؒ کے اتباع مین سماع کا ذوق غالب آتا گیا[۳]، یہان تک کہ مناقب العارفین کی روایتون پر اگر اعتماد کرلیا جائے تو اکثر مسلسل کئی کئی دن شغلِ سماع مین گذر جاتے تھے،

شریعت کی پابندی، ایک طرف اس زور کی مستی و بیخودی، فنائیت اور وارستگی تھی، لیکن دوسری طرف شریعت کے دائرہ سے کبھی قدم باہر نہ نکلنے پایا، شب بیداری، تہجد گزاری، کثرتِ نوافل، ودوامِ ذکر، کثرتِ صوم، عام معمولات تھے، ادائے نماز مین یہ شغف و اہتمام تھا، کہ جو بھی وقت نماز آتا، فوراً قبلہ رخ ہو جاتے، اور چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا، عشا کی نماز مین بعض اوقات، ساری ساری رات ختم ہو جاتی، سپہ سالار کے چند بیانات سننے کے قابل ہین،

"دربیخوابی شانے عظیم داشت"

"در مجاہدہ صوم وجوع آیتے بودند، چہ آن مجاہدہ کہ از ایشان مشاہدہ رفتہ ست

---

[۱] تفصیل مناقب العارفین سے ماخوذ ہے، [۲] انکی دو مثنویان مطبوعہ نہین قلمی میری نظر سے گذری ہین ایک حیدرآباد کے کتبخانہ آصفیہ مین اور ایک قصبہ سندیلہ (اودھ) مین ایک مثنوی بالکل مولاناؒ کی مثنوی معنوی کا تکملہ معلوم ہوتی ہے، [۳] سپہ سالار،

مقدور بشر نبود،،

،، در تمامت امور متابعت آنحضرت صلعم فرمودند و در فقر نیز تتبع بدان حضرتؐ می کردند"

"چون وقت نماز رسیدے، متوجہ قبلہ شدندے، چہرۂ مبارک ایشان رنگ بہ رنگ گشتے"

،، بہ استغراق و خشوع بحد، و نیاز و خضوع بے حد بہ نماز مستغرق می شدندے،

و بہ کلی بہ صفات بیچون متصل گشتندے،،

،، بہ کرّات مختلف مشاہدہ رفت کہ از اول عشا قیام کردے، و تکبیر بستے، تا اول صبح بہ دو رکعت نماز مستغرق بودے، و ہمچنان در رکوع و سجود یک روز تمام و یک شب مشاہدہ رفت کہ مستغرق می بودندے،،

مجاہدات و ریاضات شاقہ، زہد و قناعت، ترک و ایثار، ورع و تقوی، احترام شریعت، ذوق عبادت، اور اتباعِ سنت کے کثیر اور حیرت انگیز واقعات سے سپہ سالار، مناقب، اور دوسرے تذکرون کے اوراق لبریز ہین،

خلاصۂ تصوف، مولانا کی تعلیم جو کچھ تھی، اسکی تشریح سے مثنوی، نیز ملفوظات کی ایک ایک سطر لبریز ملتی ہے، لیکن ان کی ساری تعلیمات و ارشادات کے عطر کو اگر چند لفظون مین تلاش کرنا ہے، تو اسی ملفوظ کے بالکل خاتمہ کی عبارت پڑھ لینی چاہیے، فرماتے ہین:۔

اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیۃ	مین تمھین وصیت کرتا ہون، کہ الدسے ظاہر
بقلۃ الطعام وقلۃ المنام وقلۃ الکلام،	اور باطن مین تقوی رکھو، کم کھاؤ، کم سوؤ، کم بولو
وہجرۃ من المعاصی والآثام وترک الشہوات	اور گناہون اور برائیون کو ترک کرو، اور

علی اللہ ودام واحتمال الجفاء من الانام والمواظبة علی الصیام ودوام القیام[۱]

خواہشون کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دو، اور خلقت کی طرف سے سختیان برداشت کرو اور ہمیشہ روزہ رکھتے رہو، اور ہمیشہ عبادت کیلئے کھڑے رہو،

ان کے سارے تصوف، ان کی ساری تعلیمات، ان کے سارے ارشادات کا عطر، خلاصہ، نچوڑ جو کچھ بھی کہا جائے، بس یہی ہے، یہی ان کا قول بھی تھا، اور یہی انکا عمل بھی، کہتے بھی یہی تھے، اور کرتے بھی یہی تھے، بتاتے بھی اسی کو تھے، اور برتتے بھی اسی کو تھے،

اپنی شاعری کی بابت رائے، مثنوی اور مجموعۂ غزلیات کی عام شہرت کی بنا پر خیال یہ ہوتا ہے مولانا ایک فطری شاعر تھے جو ہر وقت شعر گوئی مین مصروف رہتے ہونگے لیکن اس ملفوظات مین مولانا نے خود اپنی شاعری پر جو اظہار رائے فرمایا ہے، اور جو خفیف اختلاف کیساتھ سپہ سالار مین بھی منقول ہے، وہ اس خیال کی تردید کے لئے بالکل کافی ہے، فرماتے ہین کہ مجھے شاعری سے کیا واسطہ، شاعری سے بڑھکر لغو کوئی مشغلہ نہین، مگر یہان کے لوگ میرے پاس اسی کے طالب ہوکر آتے ہین، اور مجھ مین مروت اتنی ہے کہ کسی کو اپنے سے کبیدہ خاطر نہین جانے دینا چاہتا ہون، اس لئے ان لوگون کی محض خاطرداری مین کلام موزون کر لیتا ہون،

در آخر من تا این حد دل دارم، کہ این یاران کہ پیش من می آیند، ازبیم آنکہ ملول نہ شدند، شعرے بگویم تا بدان مشغول شوند، ...... وگرنہ من از کجا

[۱] یہ عجیب توارد ہے، کہ جس طرح ایک مشہور بزرگ (حضرت مولانا) کے ملفوظات کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوتا ہے اسی طرح ایک دوسرے مشہور بزرگ (حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ) کے ملفوظات کی تقریباً ابتدا ہی مین یہ الفاظ ملتے ہین، ادکمال مرد و چہار چیز پیدا می شود قلة الطعام وقلة الکلام وقلة الصحبة مع الانام و قلة المنام، (فوائد الفواد، مرتبہ خواجہ حسن علا سجزی، صلا مطبوعہ نولکشور)

وشعر از کجا، واللہ کہ من از شعر بیزارم، کہ ازین بدتر چیزے نیست"

تصانیف، مولانا نے جو اپنی مستقل معنوی یادگارین چھوڑی ہین حسب ذیل ہین:-

(۱) کلیات شمس تبریزؒ، غزلیات کا نہایت ضخیم مجموعہ جس مین کہا جاتا ہے کہ پچاس ہزار شعر درج ہین، عوام اسے شمس تبریزؒ کا کلام سمجھتے ہین، حالانکہ تمام تذکرہ نویس اس پر متفق ہین، کہ یہ سارا کلام مولانا ہی کا ہے، اور یہ بھی مسلّم ہے کہ شمسؒ بیچارہ تو شاید ایک مصرع بھی نہین کہہ سکتے تھے، اس کے علاوہ کلام خود خصوصًا جس صورت کے ساتھ شمسؒ کا نام مقطع مین آتا ہے، اس امر کی صریح شہادت دے رہا ہے، کہ اس کا کہنے والا شمسؒ کے سوا کوئی اور شخص ہے، ہندوستان مین نول کشور پریس (لکھنؤ) نے ایک متوسط ضخامت کا مجموعہ دیوان شمس تبریز کے نام سے عرصہ ہوا چھاپا تھا، جو اغلاط مطبعی سے لبریز ہے، اسی پریس نے بعد کو ایک دوسرا نہایت ضخیم مجموعہ کلیات شمس تبریز کے نام سے شایع کیا، اس کی صحت کا خاص اہتمام کیا، اور اس کوشش مین ایک حد تک کامیاب بھی رہا، کلیات کا جو نسخہ ایران مین شایع ہوا ہے، وہ میری نظر سے نہین گذرا ہے، امرتسر (پنجاب) مین مدت ہوئی دیوان شمس الحقایق کے نام سے مولانا کا ایک مختصر دیوان شایع ہوا تھا، وہ غالبًا اس ایرانی نسخہ سے ماخوذ و منتخب تھا،

کلیات کے مطبوعہ نسخہ مین چند غزلین ایسی بھی ملتی ہین، جو اغلبًا الحاقی ہین، ان کے مضامین عقائد اہل سنت سے اس قدر علٰحدہ و بیگانہ ہین، کہ مولانا جیسے زبردست متبع شریعت کی جانب انھین منسوب کرنا درست نہین معلوم ہوتا مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منقبت مین وہ غزل جسکا ایک شعر یہ ہے:-

ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و ہم باطن ہم عابد و ہم معبد و معبود علی بود

کلام کا بیشتر حصہ، غلبۂ سکر و مستی کے زمانہ کا کہا ہوا ہے، اس لئے علمار ظاہر کو اپنے مسلمات سے مطابقت دینے مین قدرۃً دشواری پیش آتی ہے، رباعیات، کلیات سے الگ بھی غالباً شائع ہو چکی ہین،

(۲) مثنوی، فرطِ شہرت سے کسی تعارف کی محتاج نہین، عربی، فارسی، ترکی، اردو، انگریزی، جرمنی، مشرق و مغرب کی تقریباً ہر اعلیٰ زبان مین اس کے ترجمہ، خلاصہ، شرح، حاشیہ بے تعداد شائع ہو چکے ہین، کل مثنوی چھ دفترون مین ہے، ہندوستان مین اس کے مطبوعہ اور قلمی دونون قسم کے نسخے بکثرت ملتے ہین، بعض کتبخانون مین نفیس ترین قلمی نسخے میری نظر سے گزرے ہین، رحمت اللہ رعد مرحوم نے اپنے نامی پریس (کان پور) مین مولانا احمد حسن مرحوم کی تصحیح و تحشیہ کے ساتھ جو نسخہ چھ حصون مین الگ الگ، بہ کمال آب و تاب شائع کیا تھا اس سے بہتر کوئی مطبوعہ نسخہ میری نظر سے نہین گذرا ہے، اس وقت کیمبرج کے مشہور مستشرق پروفیسر نکلسن علاوہ انگریزی ترجمہ و حواشی وغیرہ کے محض اس کا متن تین جلدون مین اپنی تصحیح و تہذیب کے ساتھ طبع کر رہے ہین، ان سطور کی تحریر کے وقت تک اس کی صرف پہلی جلد، جو دفتر اول و دوم پر شامل ہے، شائع ہوئی ہے، اور اہتمامِ صحت و استناد کے لحاظ سے بے نظیر ہے،

شیخ اسمٰعیل قیصری، شارحِ مثنوی نے مدت ہوئی کہین سے مثنوی کا دفتر ہفتم بھی ڈھونڈھ نکالا تھا، لیکن علمائے فن نے اسے مولانا کی تصنیف قبول کرنے سے انکار کیا، اس وقت سے ابتک مختلف سمتون سے، متعدد کوششین "دفترِ ہفتم" کے وجود مین لانیکی ہو چکی ہین، کسی صاحب کو خواب مین مولانا سے دفترِ ہفتم کی تصنیف کی اجازت مل جاتی ہے، اور کسی کو کسی اور طریقہ سے لیکن قبولِ عام کی عدالت سے ابتک یہ سارے دعوی خارج ہی ہوتے رہے ہین،

ذوق وحال، سوز وگداز، وجد وکیف مین مثنوی کا ایک ایک شعر ڈوبا ہوا ہے، لیکن باہمہ برخلاف کلیات کے، احترامِ شریعت کا سررشتہ کہین بھی ہاتھ سے نہین جانے پایا ہے، اس لئے بڑے بڑے مقدس ومتقی علمار وفقہار نے بھی اس شراب کو "شراب طہور" کے حکم مین داخل رکھا ہے، اور خود بھی اس خمخانہ سے جی کھول کر سیراب ہوتے ہین، چنانچہ آج مثنوی کی جو شرحین اور حاشیہ موجود ہین، وہ زیادہ تر علمار ظاہر ہی کے قلم سے نکلے ہوئے ہین، مثنوی کا زمانۂ تصنیف، کلیات سے بہت بعد کا ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولانا اس وقت مرتبۂ سکر وتلوین سے گذر کر منزلِ صحو وتمکین پر فائز ہو چکے تھے، جو حضرات صوفیہ کے طریقہ مین رُوحانی ترقی کا سدرۃ المنتہی ہے،

(۳) ملفوظات یا فیہ مافیہ، دنیا ابتک اس رسالہ کے صرف نام سے واقف تھی آج مولانا کے وصال کے چھ سو تہتر سال (قمری) کے بعد محض کریم مطلق کے فضل وکرم سے پہلی بار یہ رسالہ منظر عام پر آرہا ہے، اور اس کی طبع واشاعت کا سامان ہو رہا ہے، اس پر اجمالی تبصرہ صفحات آئندہ کا موضوع ہے،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبصرہ

فیہ مافیہ

مولانا کی مشہور ترین یادگاران کی ضخیم مثنوی اور اس سے اتر کر ان کا ضخیم تر دیوان ہے، جو عام طور پر کلیاتِ شمس تبریز کے نام سے موسوم ہے، نثر مین مولانا کی تنہا یادگار یہی فیہ مافیہ ہے، یہ ان کی کوئی مستقل تصنیف نہین، بلکہ آپ کے متفرق ملفوظات کا مجموعہ ہے، جو اثناے مجالس مین آپ کی زبانِ مبارک سے صادر ہوتے رہتے تھے، اور جو آپ کے صاحبزادہ سلطان بہاء الدین ولدؒ کے قلمبند و مرتب کئے ہوئے ہین، جیساکہ دیباچہ کے شروع ہی مین تصریح موجود ہے، ملفوظات کے اصلی مخاطب، مرید با اختصاص معین الدین پروانہ ہین جو وزیرِ سلطنت بھی تھے، عموماً انھین سے تخاطب ہے، بیشتر انھین کے سوالات کے جوابات ہین، لیکن کہین کہین دوسرے مریدون اور سائلون کی جانب بھی روے سخن ہے، چنانچہ خود سلطان بہاء الدینؒ ولد کے نام کی تصریح ایک سے زائد مقام پر ہے،

ملفوظات کی خیالات ومطالب، مثنوی کے خیالات ومطالب ہین، اندازِ بیان، مثنوی کا اندازِ بیان ہے، زبان، مثنوی کی زبان ہے، اس لئے ملفوظات کے صحیح ومستند ہونے مین بھی شبہہ کی وجہ نہین، فرق جو کچھ ہے، وہ اجمال اور تفصیل اور نثر و شاعری کا ہے، فیہ مافیہ مختصر ہے، اس لئے قدرۃً مطالب

مین اجمال ہے، مثنوی کی سی تکرار و تفصیل، شرح و بسط اس مین نہین ہے، نہ وہ جوش و خروش جو کیف و مستی، جو درد و گداز مثنوی کے ایک ایک شعر مین ہے، اس کا مقابلہ ملفوظات کے سارے اوراق مل کر بھی نہین کر سکتے، ان دو باتون سے اگر قطع نظر کر لی جائے، تو اور ہر حیثیت سے فیہ مافیہ اور مثنوی دونون ایک ہی پھول کی پنکھڑیان، ایک ہی گلشن کی بہارین، ایک ہی نور کی تجلیان ہین،

تذکرون مین ہے کہ مولانا درویش کامل بننے سے پیشتر علوم ظاہری و شرعی مین بھی کمال حاصل کر چکے تھے، مثنوی مین جس حسن و خوبی کے ساتھ آیات و احادیث کو تصرف مین لایا گیا ہے، اور جس سادہ و عام فہم طریقہ سے نازک، دشوار و دقیق مسائل کو حل کر دیا گیا ہے، وہ بجائے خود اس دعوٰی کے دلائل ہین، مزید شہادت فیہ مافیہ کے اوراق مین بہ کثرت ملتی ہے، آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے قدم قدم پر استشہاد ہے، اور علوم عقلی سے بھی بیگانگی کہین سے ظاہر نہین ہونے پاتی، اس سے اگر ایک طرف مولاناؒ کی وسعتِ نظر، تنوعِ کمالات اور جامعیتِ ظاہر و باطن کی تائید نکلتی ہے، تو دوسری طرف اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے، کہ مولاناؒ کے زمانہ تک اہل باطن کا طریقہ اہل ظاہر سے، اہل دل کا اہل علم سے، اور درویشون کا کتاب و سنت سے مخالف بلکہ مختلف بھی نہ تھا،

مثنوی اور کلیات کے پڑھنے کے بعد خیال یہ ہوتا ہے، کہ مولاناؒ کا شاید سب سے بڑا کمال اور اصلی جوہر ان کی شاعری اور شعر گوئی تھا، (اندازہ کیا گیا ہے، کہ کلیات مین ۵۰ ہزار سے اوپر اور مثنوی مین ۲۷ ہزار سے اوپر اشعار ہین) لیکن فیہ مافیہ مین اس پردہ کو بالکل چاک کر دیا گیا ہے، اور صاف و واضح لفظون مین فرما دیا گیا ہے، کہ "مجھے شاعری سے مطلق مناسبت نہین، مین تو شاعری سے بیزار ہون، محض اس ملک مین شاعری کی جانب عام رغبت و التفات دیکھ کر مین نے شعر کہنے شروع کر دیے، کہ اسی حیلہ سے لوگون کے دلون تک پہونچ سکون،، اصل عبارت ملاحظہ ہو:-

"آخر من تا این حد دل دارم، کہ این یاران کہ نزد من می آیند، از بیم آنکہ ملول نہ شوند شعر می گویم، تا بدان مشغول شوند، اگر نہ من کجا شعر از کجا، واللہ کہ من از شعر بیزارم، و پیش من ازین بتر چیزے نیست، ہمچنانست کہ یکے دست در شکنبہ کردہ است و می شوید برای آرزوے مہمان، چون اشتہاے مہمان بدانست، مرا لازم شد، آخر آدمی بنگرد کہ خلق را در فلان شہر چہ کالا می باید آن خرد و آن فروشد اگرچہ دون ترین متاعہا باشد من تحصیلہا کردم در علوم و رنجہا بردم کہ نزد من فضلا و محققان و زیرکان آیند تا برایشان چیزے غریب و نفیس و دقیق، عرض کنم، حق تعالیٰ خود چنین خواست، آن ہمہ علمہا را این جا جمع کرد، وآن سعیہا را اینجا آورد، کہ من باین کار مشغول شوم، چہ توانم کرد، در ولایت ما از شاعری ننگتر کارے نہ بود، اما اگر در آن ولایت می ماندیم، موافقِ طبعِ ایشان می زیستیم و آن می ورزیدیم، کہ ایشان خواستندے مثل درس گفتن، و تصانیفِ کتب، و تذکیر، و زہد و عمل ظاہر ورزیدن"

کلیات میں جو غزلیں درج ہیں، تذکروں میں تصریح ہے، کہ مولانا کا وہ ابتدائی کلام ہے، خود اس کلام کے بھی ایک ایک لفظ سے جوش و مستی کا اظہار ہو رہا ہے، مثنوی اس کے بہت بعد تصنیف ہوئی ہے، تاہم جو زندگی اور جو اثر مثنوی کے اشعار میں ہے، وہ غزلوں میں بھی نہیں، فیہ مافیہ سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے، اور ارشاد ہوتا ہے کہ جوش و ولولہ ابتدائی کلام میں تھا، اور اس لئے اس کلام میں اثر ہونا بھی قدرتی تھا، لیکن اب جبکہ وہ جوش اور وہ ولولہ سرد ہو چکا ہے، کلام میں اثر اب بھی وہی باقی ہے، اور یہ اُس رب کا فیضان ہے، جو مشرق و مغرب دونوں کا رب ہے، جو طلوع و غروب، آغاز و انجام، ابتدا و انتہا، دونوں حالتوں میں اپنے فیضِ ربوبیت کو جاری رکھتا ہے،

"فرمود کہ اول شعر می گفتیم، داعیہ عظیم بود کہ موجبِ گفتن بود، اکنون در آن وقت

اثرہا داشت، و این ساعت کہ داعیہ فاتر شدہ و در غروب است ہم اثرہا دارد، و سنت حق تعالیٰ چنین است کہ چیزہا در وقت شروق تربیت می فرماید و ازو اثرہائے عظیم و حکمت بسیار پیدا می شود در حالت غروب نیز ہمان تربیت قائم است رب المشارق و المغارب، یعنی رب الدواعی المشارقہ و الغاربہ" (صفحہ ۲۰۰-۲۰۱)

معتزلہ، فلاسفہ، ملاحدہ کے جواب مثنوی میں مولاناؒ نے بہ کثرت مقامات پر دیئے ہیں، یہی خصوصیت فیہ مافیہ میں بھی ہے، معلوم ہوتا ہے مجالس میں بھی اکثر یہ تذکرے رہتے تھے، اور مولاناؒ اپنی زبان مبارک سے اکثر ان گمراہ گروہوں کی تردید فرماتے رہتے تھے، چنانچہ فیہ مافیہ کے صفحاتِ ذیل علاوہ دوسرے مقامات کے، اس حیثیت سے قابلِ ملاحظہ ہیں، صفحہ ۲۰۱ و صفحہ ۲۰۴ و صفحہ ۵۰ و صفحہ ۶۰ و صفحہ ۶۳-۶۴ و صفحہ ۶۵ و صفحہ ۶۹-۷۰ و صفحہ ۱۱۴-۱۱۵ و صفحہ ۱۴۵ و صفحہ ۱۴۶ وقس علی ہذا، اور مخالفین کے مقابلہ میں طرزِ استدلال بھی بالکل وہی ہے جو مثنوی کا ہے،

مثنوی کی طرح ملفوظات میں بھی بہ ظاہر مکررات بہ کثرت ہیں، لیکن مثنوی ہی کی طرح یہ مکررات صرف ظاہری ہیں، حقیقی نہیں، یعنی گو بات ایک ہی بیان کی ہے، لیکن نتائج ہر جگہ نئے نکالے ہیں، اور یہ مولاناؒ کے خصوصیات امتیازی میں ہے، کہ پہلے ایک بالکل سیدھی اور معمولی سی بات چھیڑتے ہیں، اور پھر اس سے وہ وہ گہرے اور دور رس نتیجہ اور سبق پیدا کر دیتے ہیں، کہ عموماً کسی کا ذہن بھی وہاں تک نہیں پہونچ سکتا، مثلاً ایک مضمون یہ ہے کہ دنیا اور اس کے سارے کارخانہ کی بنیاد محض غفلت پر ہے، صفحہ ۲۰۲ پر اس مضمون کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:-

"اگرچہ گوئیم دنیا را کہ قوام او بستۂ غفلت بود نہ می بینی کہ چون کسے را بیدار می کنند از دنیا بیزار می شود و سرد می شود و او نیز می گدازد، آدمی از کودکی کہ نشو و نما می پذیرد بہ واسطہ غفلت بودہ است، والا ہرگز نہ بالیدے و بزرگ نہ شدے"

لیکن اس سے نتیجہ یہ نکالتے ہین کہ انسان کو جن مشکلات و مصائب مین ڈالا جاتا ہے، اور
اس سے جو سخت مشقتین لی جاتی ہین، ان سے مقصود صرف اسی قدر ہوتا ہے، کہ انسان کو اپنی غفلت
سے پاک وصاف کر کے اسے عالم ابدی کی ابدی مسرتون اور دائمی راحتون سے مانوس و آشنا
کیا جائے، اور اس پر بے نہایت رحمتون کا دروازہ کھول دیا جائے،

"پس چون او معمور و بزرگ بواسطہ غفلت شد باز حق تعالیٰ رنجہا و مجاہدہا بجبر او و اختیار او بگمارد
تا آن غفلت ہا را از وی بشوید و او را پاک گرداند بعد ازان تواند با آن عالم آشنا گشتن، وجود
آدمی بر مثال مزبلہ ایست تل سرگین الا تل سرگین اگر عزیز است و برائے آن است کہ در او خاتم
بادشاہ ہست و وجود آدمی چون جوال گندم است پادشاہ ندا کند کہ این گندم را کجا می بری
کہ صاع من در وست و آن از صاع غافلست، و غرق گندم شدہ است اگر از صاع واقف شود
بگندم کے التفات کند اکنون ہر اندیشہ کہ ترا بعالم علوی می کشد و از عالم سفلی سرد
و فاتر میگرداند عکس و پرتو آن صاع است کہ بردن می زند، و آدمی میل با آن عالم می کند
چون بعکسہ میل بعالم سفلی کند، علامتش آن ست کہ آن در پردہ پنہان شدہ باشد (ص ۲۰۲)
سات صفحون کے بعد کارخانۂ کائنات کے مبنی بر غفلت ہونے کے مفہوم کو پھر ان الفاظ
مین ادا فرمایا ہے:-

"این خانہ را بنا از غفلت است و اجسام و عالم را ہمہ قوامش بر غفلت است این
جسم ہم کہ بالیدہ است از غفلت ست" ص ۲۰۹،

لیکن یہان اس سے نتیجہ ایک بالکل دوسرا نکالا ہے، یہان اس مقدمہ سے توحید اور وحدت
وجود پر ایک لطیف استدلال کیا ہے، اور اسکی صورت یہ رکھی ہے، کہ دین نام ہے ترک کفر کا بغیر
کفر کے دین کا کوئی مفہوم ہی نہین ہو سکتا، اس لئے دین و کفر لازم و ملزوم ہین، اور ایک دوسرے کے

بغیر غیر موجود، پس معلوم ہوا کہ دونون کا خالق ایک ہی ہے، اور وہی وحدہ لاشریک لہ ہے، اس لئے کہ دونون کے خالق اگر الگ الگ ہوتے، تو ایسی چیزین پیدا کرتے، جو خود ایک دوسرے سے علیحدہ ہو سکتین،

"وغفلت کفرست ودین بے وجود کفر ممکن نیست زیرا دین ترک کفرست پس کفرے باید کہ ترک او توان کرد، پس ہر دو یک چیز اند، چون این بے آن نیست وآن بے این لایتجزی اند، خالق شان یکے باشد کہ اگر خالق شان یکے نبودے متجزی بودندے، زیرا ہر یکے چیزے آفریدی پس متجزی بودندے، پس چون خالق یکے است وحدہ لاشریک لہ باشد، " ص ۲۰۹

اسی طرح کتاب بھر مین جہان جہان کوئی عبارت مکرر آئی ہے، وہان تکرار صرف ظاہری ہے حقیقی نہین، نتائج ہر جگہ جداگانہ نکالے گئے ہین،

متقدمین صوفیہ کے تذکرے بہ کثرت آئے ہین، اور بعض مقامات پر ان کے اقوال و احوال کی دلچسپ شرح و توجیہ بھی فرمائی گئی ہے، اس سلسلہ مین سب سے زیادہ دلچسپ شرح منصور کے مشہور کلمۂ انا الحق کی ہے، "استغراق" کی یہ شرح کرکے کہ اس کے معنی اپنی ہستی کے بالکل فنا کر دینے کے ہین، اور اس مرتبہ کی فضیلت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہین کہ انا الحق کو لوگون نے انانیت و خود بینی پر کیسے محمول کر لیا، یہ تو انتہائی فروتنی تھی، اس کا قائل تو اپنی خودی و ہستی کی قطعی نفی کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ مین تو حق مین شامل ہو گیا ہون، مین خود تو کچھ رہ ہی نہین گیا ہون، انانیت اگر نکلتی ہے تو انا العبد سے نکلتی ہے جس کے معنی یہ ہین کہ ہستی معبود کے علاوہ، عبد خود اپنی ہستی کا بھی اثبات وادعا کر رہا ہے!

"آخر این انا الحق گفتن منصور ہم ازین معنی است مردم پندارند کہ دعویٰ بزرگست

انا العبد گفتن دعویٰ بزرگ ست انا الحق عظیم تواضع ست، زیرا آنکہ می گوید کہ من عبد خدایم دو ہستی اثبات می کند، یکے خود را و یکے خدا را، اما آنکہ انا الحق میگوید خود را عدم کرد بباد داد و می گوید کہ انا الحق یعنی من نیستم ہمہ اوست جز خدا را ہستی نیست من بکلی عدم محضم و ہیچم تواضع درینجا بیشتر است اینست کہ مردم فہم نمی کنند،، (ص ۴۹)

اسی مفہوم کو ایک دوسری جگہ یوں ادا فرمایا ہے:۔

,, مستغرق آنست کہ آب در او تصرف میکند، او در آب تصرفے نیست سباح و مستغرق ہر دو در آبند، اما این را کہ آب می برد، و محمول ست، و سباح حامل بقوت خویش است و باختیار خود ست، پس ہر جنبشے کہ مستغرق کند و ہر قولے و فعلے کہ از و صادر شود آن از آب باشد، او در میانہ بہانہ است، ہمچنانکہ از دیوار سخنے بشنوی دانی کہ از دیوار نیست، کسیست کہ دیوار را در گفت در آوردہ است، اولیا ہمچنانند کہ پیش از مرگ مردہ اند و حکم در و دیوار گرفتہ در ایشان یک سر موے از ہستی نماندہ است، در دست قدرت حق سپرے اند، سپر را جنبش از خود نباشد، و معنی انا الحق این بود،، (ص ۳۰)

تیسری جگہ اسلوب بیان زرا اور زیادہ لطیف ہو گیا ہے،

,, منصور را چون محبت حق بنہایت رسید، دشمن خود شد و خود را نیست گردانید گفت انا الحق یعنی من فنا گشتم و حق ماند و بس و این غایت تواضع است و نہایت بندگی یعنی اوست و بس دعویٰ و تکبر آن باشد کہ گوئی تو خدائی و من بندہ پس ہستی خود را نیز اثبات کردہ باشی اینجا دوئی لازم آید و این نیز کہ می گوئی ہو الحق ہم دوست زیرا کہ تا انا نباشد ہو ممکن نشود پس حق گفت انا الحق چون غیر او موجودی نبود و چون منصور فنا شدہ بود آن سخن حق بود،، (ص ۱۹۶)

صداء پر انا الحق کی جو شرح و توجیہ ایک بالکل نئے پیرایہ مین درج ہے، وہ سب سے زیادہ دلچسپ اور اہل ذوق کے لئے پر لطف ہے، ارشاد ہوتا ہے، کہ کسی بادشاہ نے اپنے غلامون کو حکم دیا کہ ایک مہمان عزیز آرہا ہے، ہر غلام اپنے ہاتھ مین سونے کا ایک ایک گلاس لیکر کھڑا ہو جائے، اس کے بعد جب بادشاہ سلامت بر آمد ہوئے، تو جو غلام سب سے زیادہ مقرب و با اختصاص تھا وہ جمال شاہی سے ایسا بیخود و مست ہوا کہ گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ گرا، اور ٹوٹ گیا، یہ دیکھکر اس کی تقلید مین دوسرے غلامون نے بھی اپنے اپنے گلاس پھینک کر توڑ ڈالے، اس پر جب عتاب سلطانی نازل ہوا، تو سبھون نے عرض کی، کہ ہم نے اس غلام خاص کو دیکھ کر یہ کیا، بادشاہ نے فرمایا، کہ اے بیوقوفو، وہ گلاس اس نے کب توڑا تھا وہ تو ہم ہی نے توڑ دیا تھا، وہ ہمین دیکھکر اپنے آپے مین رہا کب تھا، وہ اس گھڑی غلام تھا ہی نہین جمال بادشاہی مین فنا ہو کر خود بادشاہ ہو گیا تھا، اس کا ظاہری قصور عین طاعت و کمال اطاعت تھا۔

"لولاک لما خلقت الافلاک، ہم انا الحق ست معنیش این ست کہ افلاک را برائے خود آفریدم این انا الحق ست بزبانے دیگر و رمزے دیگر"

مسیحیون سے مسلمانون کے مباحثہ اس زمانہ سے بہت پیشتر شروع ہو چکے تھے، فیہ مافیہ مین مسیحیت اور مسیحیون کے خلاف ضمناً متعدد مقامات پر اظہار خیال ہے، لیکن صفحہ ۱۳۱ سے صفحہ ۱۳۳ تک تو مسیحیت کے رد مین ایک مستقل فصل (عربی مین) وقف ہے، بعض صوفیون کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ دین کے بارہ مین مداہنت برتتے ہین، اور ادیان باطلہ کی تردید اس اہتمام سے نہین کرتے جس سے علماء ظاہر و متکلمین کرتے رہتے ہین لیکن کم سے کم مولانا کے متعلق تو یہ خیال درست نہین، انھین اپنا اسلام اپنے تصوف سے کہین زیادہ عزیز ہے، اور انھون نے نہ صرف مسیحیت کے رد مین بلکہ دوسرے مذاہب و ادیان اور الحاد کے رد مین بھی اپنی حرارت دینی کا پوری طرح اظہار کیا ہے، مثلاً صفحہ ۶۱-۶۲ و صفحہ ۱۴۶۔

آیات قرآنی کی تفسیر مین مولانا نے جو لطیف و نادر نکتہ پیدا کئے ہین، ان سے پورا لطف

اس وقت اٹھایا جا سکتا ہے، جب عام مفسرین کے اقوال پر بھی نظر ہو، کلام مجید کے سورۂ بقرہ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور نمرود کا جو مناظرہ درج ہے، اسے پڑھکر عموماً شبہہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خلیلؑ نے وجود باری پر پہلے تو یہ دلیل پیش کی کہ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے، اور جب اس کا ایک جواب اپنی فہم کے مطابق نمرود نے دیدیا، تو آپ اپنی پہلی دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل آفتاب کے طلوع مشرق سے پیش فرمانے لگے، مولانا فرماتے ہین کہ حضرت خلیلؑ نے اپنی دلیل چھوڑی ہرگز نہین بلکہ پہلے آپ نے اس دعوی کی کہ سنت اللہ ایک ہی جاری رہتی ہے، تجھ مین اگر قوت ہے تو کسی سنت الٰہی کو توڑ کر دکھلائے، جو مثال انسان کی موت و زندگی سے پیش کی تھی، جب دیکھا کہ نمرود کی سمجھ مین اتنی موٹی سی بات بھی نہین آئی تو جھٹ اسی دعوی کی یہ دوسری مثال جو اس سے بھی زیادہ محسوس و عام فہم تھی، پیش کردی،

"حاشا کہ ابراہیم علیہ السلام بدلیل او ملزم شود و از جواب نماند بلکہ این ہمان سخن ست در مثال دیگر یعنی حق تعالیٰ جنین را از مشرق رحم بر می آرد و بمغرب گور فرو می برد تو اگر دعوی خدائی میکنی بعکس آن کن از مغرب گور آور دو در مشرق رحم باز فرو بر پس یک سخن بودہ باشد حجت ابراہیم علیہ السلام حق تعالیٰ آدمی را ہر لحظہ از تو می آفریند و در باطن او چیزے دیگر تازہ تازہ می فرستد، کہ اول بدوم نمی ماند الا او از خویشتن غافل ہست و خود را نمی شناسد،" (ص)

سورہ اذا جاء نصر اللہ کی جو عام و معروف تفسیر ہے، وہ تفسیر کی تمام متداول کتابون مین درج ہے، مولانا اسے درج فرماتے ہین، لیکن اس کے درج کرنے کے بعد اپنے مخصوص رنگ مین اس سے جو جو نکات و لطائف پیدا کرتے ہین اور اسے جس طرح سالک کے اصول مراتب و مقامات کے حق مین دستور العمل بناتے ہین، اس سے مستفید ہونے کے لئے ذیل کا طویل اقتباس ملاحظہ ہو:-

"اما محققان میگویند کہ معنیش آنست کہ آدمی پندارد کہ او صافِ ذمیمہ را بعمل خود و جہاد از خویشتن

دفع کند، چون بسیار مجاہدہ کند و قوت ہا و آلتہا را بذل کند، نومید شود، خدائے تعالیٰ او را گوید کہ می پنداشتی کہ بقوت و فعل و عمل تو خواہد شدن، آن سنتے ست کہ نہادہ ام یعنی آنچہ تو داری در راہِ ما بذل کن، بعد از آن بخششِ ما در رسد، درین راہ بے پایان ترا می فرمائیم، کہ باین دست و پائے ضعیف سیر کن، ما را معلوم ست کہ باین دست و پائے ضعیف این راہ را نخواہی بریدن، بلکہ بصد ہزار سال یک منزل ازین نہ توانی بریدن الا چون درین راہ بروی، چنانکہ از پائے در آئی و بیفتی و ترا دیگر ہیچ طاقتِ رفتن نماند، بعد از آن عنایتِ حق ترا برگیرد، چنانکہ طفل را مادام کہ شیر خوارہ است او را برمیگیرند و چون بزرگ شد او را بخود رہا می کنند تا میرود، اکنون چون قوتہائے تو نماند در آن وقت کہ این قوتہا داشتی و این مجاہدہا می نمودی، گاہ گاہے میانِ خواب و بیداری بتو لطفے می نمودم، تا بدان در طلبِ ما قوت می گرفتی، و امیدوار می شدی، این ساعت کہ این قوت نماند بخششہائے ما و عنایتہائے ما را بینی وقتے کہ تو خود را درمیان نہ بینی و دست و پائے خود را بے ہدایت و ارشادِ ما با قوت نہ دانی، عنایت و جذبۂ ما در رسد و ترا برگیرد، و فوج فوج عنایت ما بر تو فرد می آیند، کہ بصد ہزار کوششِ از آن ذرۂ نمی دیدی اکنون فسبح بحمد ربک و استغفرہ، پس استغفار کن ازین اندیشہ و پندار کہ می پنداشتی کہ آن کار از دست و پائے تو خواہد برآمدن، و از مانمی دیدی، اکنون چون دیدی کہ از ماست استغفار کن، کہ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا، (ص ۸۶-۸۷)

مولاناؒ کا تصوف اسلام کا تصوف تھا، کتاب و سنت کا تصوف تھا، طاعت و عبادت کا تصوف تھا، تقویٰ و طہارت کا تصوف تھا، رندی و بے قیدی، آزادی و وارستگی کا تصوف نہ تھا، مولاناؒ کی مجالس ذکرِ الٰہی و تزکیۂ نفس کی مجالس ہوتی تھیں، فیہ مافیہ شروع سے آخر تک اسی تعلیم سے لبریز ہے، کہیں کسی ہیئت

قرآنی کی تفسیر بیان ہو رہی ہے، کہین کسی حدیث نبوی کی شرح ہو رہی ہے کہین ملحدون اور بدمذہبون کی تردید ہو رہی ہے، کہین نماز کے لطائف و اسرار بیان ہو رہے ہین، کہین اصول وعقائد اسلام کی خوبیان روشن کیجا رہی ہین، کہین اصلاحِ نفس و تزکیۂ باطن کے طریقون کی تعلیم ہو رہی ہے کہین اگلے بزرگون، اور اللہ کے دوستون کے مناقب و فضائل ذکر ہو رہے ہین، بس ان کے علاوہ شروع سے آخر تک کسی مقام پر نہ آج کل کی رسمی پیرزادگی وسجادہ نشینی کا ذکر ہے، نہ قبور کے سجدہ وطواف کا، نہ چادر اور گاگر کا، اور نہ مروجہ عرس اور غسلِ مزارات کا، خاتمۂ کلام ان الفاظ پر ہوا ہے جو بہت تھوڑے سے فرق کے ساتھ سلسلۂ چشتیہ کے چشم وچراغ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی کی زبان مبارک سے بھی ادا ہوتے ہین، یعنی اللہ سے تقوی اختیار کرو، کم کھاؤ، کم سوؤ، کم بولو، گناہون سے بچو، خواہشاتِ نفس کو مغلوب کرو، خلق اللہ کا جور وجفا برداشت کرو، دن مین روزہ اور شب مین نماز کی عادت دائمی رکھو، بدون کی صحبت سے الگ رہو، اور صالحین کی صحبت اختیار کرو،

اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیۃ، وبقلۃ الطعام وقلۃ المنام وقلۃ الکلام وھجرۃ من المعاصی والاثام وترک الشھوات علی الدوام واحتمال الجفاء من جمیع الانام المواظبۃ علی الصیام ودوام القیام وترک المجالسۃ بالسفھاء اللیام من العوام ومصاحبۃ الصالحین والکرام، اخوانی اخوانی احفظوا منی ھذہ الوصیۃ ستکونوا فی قید دولۃ وفضیلۃ ولکن کونوا فی قید ان یفتح اللہ قلوبکم،

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سیدنا محمد والہ اجمعین

اما بعد این رسالہ ایست موسوم بہ فیہ ما فیہ، از کلام مولانا جلال الدین محمد بلخی المشہور بمولانا رومی کہ سلطان بہاء الدین ولد در اثناء مجلس او نوشتہ،

اما نسب مولانا جلال الدین از پدر با امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرود و از مادر بسلطان ادہم قدس سرہٗ پدر او مولانا بہاء الدین محمد مشہور بولد از بلخ بود در علوم ماہر بود و صاحب حال در عہد سلطان محمد خوارزمشاہ مثل او در فتوی در آن عصر کسے نبود چنانچہ یکشب مفتیان بلخ باتفاق در خواب دیدند کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در اندرون خیمہ نشستہ بودی و مولانا بہاء الدین از در خیمہ اندرون آمدی حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم او را در پہلوی خود نشاندی و بمفتیان گفتی کہ بعد ازین مولانا بہاء الدین را سلطان العلما گوئید بامداد مفتیان باتفاق پیش مولنا بہاء الدین آمدند تا خواب را عرض کنند مولانا بہاء الدین تمام خواب ایشان باز گفت حیرت ایشان زیادہ شد علی ہذا بہاء الدین در بلخ وعظ گفتی و از ضمائر خلق نشان دادی تا از مدتی چنان افتاد کہ خاطر او از محمد خوارزمشاہ و بلخیان برنجید و باشارۂ غیب با مولانا جلال الدین و دیگر فرزندان

ؔ یہ دیباچہ صرف ہندی نسخون مین ہے قسطنطینہ کے نسخون مین نہین ہے،

از بلخ بیرون آمد و عازم بزیارت کعبه شد، در راه خبر باو رسید که لشکر تتار قصد بلخ کردند و قتل و خرابی بسیار واقع شد و اهالی آن تمام متفرق شدند، بیت

تا دلِ اہل دلے نامد بدرد،

ہیچ قومی را خدا رسوا نکرد،

القصه مولانا بهاء الدین بعد از گزاردن حج متوجه روم شدند و قونیه را برگزیدند و ساکن شدند مردم قونیه چون صورت و سیرت و کلمات و حالات و کرامات و وعظ او را مشاہده کردند یکبار مطیع شدند و سلطان علاء الدین نیز مرید و معتقد شد چون دو سال برین حال بگذشت مولانا بهاء الدین رحمت حق پیوست بعد از ان سلطان علاء الدین و صدور قونیه بر مولانا جلال الدین جمع شدند و بجای پدر نشاندند و در مجلس از و مستفید میشدند

اما مولانا بهاء الدین را مریدے بود نام او سید برهان الدین محقق ترمذی که در جوانی از ترمذ ببلخ آمده بود و کرامات مولانا بهاء الدین مشاہده کرده بود و مرید شده و بمراد رسیده و در آخر قطب الاقطاب شده و در حالت ہجرت مولانا بهاء الدین از بلخ غائب بود چون بعد از مدتی باز متوجه بلخ شد و احوال معلوم کرد عازم قونیه شد، چون بقونیه رسید یکسال بود که مولانا بهاء الدین از دنیا رحلت کرده بود و مولانا جلال الدین بجاے پدر نشسته بود،

پس سید برهان الدین با مولانا جلال الدین صحبت داشت او را در علومِ ظاہر ماہر دید باو گفت که اگرچه در علم ظاہر جاے پدر گرفته اما پدرت غیر ازین علوم ظاہر حالات دیگر داشت و آن دیدنی ست[1]، نه آموختنی اما آن از پدرِ تو بمن رسیده است اگر مرید شوی مراد یابی مولانا جلال الدین برغبت تمام مرید شد و مدت نه سال در خدمت او بود تا سید برهان الدین وفات یافت و بعد از پنج سال به شمس الدین تبریزی رسید و مدتی کمرِ ارادت او بست بمیان

[1] آمدنی است، (الف)

تا شمس الدین ناپیدا شد بعد ازان در خدمت صلاح الدین زرکوب مدتی بسر برد و بخدمت
چلپی حسام الدین حسن وفات یافت،

بسم اللہ رب یسر وتمم مع العمل بالخیر

این رسالہ گنجینۂ اسرار الٰہی ست و نوادر آثار نامتناہی ست مطلع انوار قدس است و
منبع اسرار فردوس است نتائج عالم حقایق است و جواہر معدن دقائق است منشا اصول
روحانی ست و مخزن کنوز ربانی است مفتاح خزائن یقین و اعلام قلوب محققین ست
انہار جنات غیب است و انوار آفتاب لاریب است مرکز دائرۂ معانی ست و
مہبط کنوز سبع مثانی از تالیف حضرت مولانا د ہادینا الی اللہ تعالیٰ سلطان العلماء و
قطب الاولیا و تاج العرفا منہاج الطالبین و دلیل الواصلین حجۃ الحق والدین الاسلام والمسلمین
جلالۃ الملۃ والدین محمد البلخی المشتہر بہ مولانا رومی نور اللہ مضجعہ و قدس روحہ و افاض انوار معارفہ
علی کافۃ المریدین والمعتقدین و جمیع المسلمین وصلی اللہ علی محمد و آلہ اجمعین :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الخبر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم شر العلماء من زار الامراء وخیر الامراء من زار العلماء نعم الامیر علی باب الفقیر وبئس الفقیر علی باب الامیر صدق رسول اللہ

خلقان صورت این سخن را گرفتہ اند، کہ نشاید کہ عالم بزیارت امیر آید، تا از شرور علماء نباشد معنیش آن نیست کہ ایشان پنداشتہ اند، بلکہ معنیش اینست، کہ شر عالمان آن کس باشد کہ او مدد از امرا گیرد، وصلاح وسداد او بواسطۂ امرا باشد، و از ترس ایشان صلاح ورزد اول خود تحصیل بنیت آن کردہ باشد، کہ امرا مرا صلہ دہند، وحرمت دارند، ومنصب دہند، پس از سبب امرا او صلاح پذیرفت، واز جہل بعلم مبدل شد، چون عالم شد از ترس وسیاست ایشان مودب شد وبرونق طریق میرود کام وناکام عالم چون چنین باشد اگر امیر بصورت بزیارت او آید واگر او بزیارت امیر رود علی کل حال عالم زائر باشد وامیر مزور وچون عالم در صدد آن باشد کہ او بسبب امرا بعلم متصف نشدہ باشد بلکہ علم او اولاً وآخراً برائے خدا بودہ باشد و طریق ورزش او براہ صواب بود کہ طبع او خود آن ست وجز آن نتواند کردن چنانچہ ماہی جز در آب زندگانی وباش نتواند کردن واز او آن آید این چنین عالم را عقل سائس وزاجر باشد نہ خوف امرا، بلکہ از ہیبت او در زمان او ہمہ عالم ستر جر باشند واستمداد از پرتو وعکس او گیرند،

ل ''بدتر عالم وہ ہے، جو امرا کی ملاقات کو جائے، اور بہتر امیر وہ ہے، جو امیر کی زیارت کو جائے، بہتر ہے وہ امیر جو فقیر کے دروازہ پر ہو، اور بدتر ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازہ پر ہو، سنن ابن ماجہ میں اس حدیث کے مفہوم کو، بہ تغیر الفاظ نقل کیا ہے

اگرچہ ازین آگاہ باشند یا نباشند این چنین عالم اگر نبزد امیر رود بصورت زائر امیر باشد ولیکن مزور باشد، زیرا کہ در کل احوال امیر از وحظ می ستاند، و مدد می گیرد، وآن عالم از و مستغنی است، ہمچو آفتاب نور بخش است، کار او عطا و بخشش است علی السبیل العموم سنگہا را لعل و یاقوت و در و مرجان کند و گوہرہائے خالی را کانہائے مس و زر و آہن و نقرہ کند، و خاکہا را سبز و تازہ و درختان را میوہ ہائے گوناگون بخشند، پیشہ او عطا است، بخشند و بدہد، و بریزد و چنانچہ عرب مثل می گوید نحن تعلمنا ان نعطی وما تعلمنا ان ناخذ پس علی کل حال ایشان مزور باشند و امرا زائر،

خدائے تعالی فرمود بر علم خود و قوت و قدرت خود تکیہ مکنید، و عالم و قوی و قادر مرا دانید، تا شمارا از استعانت بغیر و التجا با مرا و سلاطین نگاہ دارم ایاک نعبد وایاک نستعین بگوئید، در خاطرم چون چنین می آید کہ این را تفسیر می کنم اگرچہ مناسب این مقال نیست، اما در خاطرم چون چنین می آید پس بگوئیم تا برود حق تعالی می فرماید کہ یا ایہا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا یؤتکم خیرا مما اخذ منکم و یغفر لکم واللہ غفور الرحیم[1] سبب نزول این آیت آن بود کہ مصطفی صلوۃ الرحمن علیہ کافران را شکستہ بود و قتل و غارت کردہ و اسیران بسیار گرفتہ بند در دست و پا کردہ و آوردہ اند درمیان آن اسیران یکے عم او بود عباس رضی اللہ عنہ ایشان ہمہ شب در بند و در عجز و ذلت می گریستند و می زاریدند، و امید از خود بریدہ بودند و منتظر تیغ و کشتن می بودند مصطفی علیہ السلام در ایشان نظر کرد

[1] "اے پیغمبر، ان قیدیوں سے جو تم مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں یہ کہدو، کہ اگر خدا تمہارے دلوں میں نیکی دیکھے گا تو جو کچھ تم سے چھینا گیا ہے، اس سے بہتر تمہیں عطا کریگا، اور تمہیں بخشے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔ (انفال ع ۱۰)

و بجنبید، بپنداشتند که از برائے مغلوبی ایشان می خندد، با یکدگر ایشان گفتند دیدی که درو بشریت ہست و آنچه دعوی می کرد که در من صفت بشریت نیست بخلاف راستی بود اینک در ما نظر می کند ما را درین بند و غل اسیر خود می بیند و شاد می شود و می خندد ہمچنانکه نفسانیان چون بر دشمن ظفر یابند و ایشان را مقهور خود ببینند شادمان گردند و در طرب آیند مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم ضمیر ایشان را دریافت، گفت "نے"، حاشا که من ازین رو نمی خندم که دشمنان را مقهور خود می بینم یا شما را بر زیان می بینم و ازان شادی شوم بل خنده ام ازان می گیرد که می بینم بچشم سر قومی را از تون و از دوزخ و از دود مان سیاه بغل و زنجیر کشکشان بزور بسوی بهشت و رضوان و گلستان ابدی می برم و ایشان در فغان و نفیر که ما را ازین مهلکه پر خطر در آن گلشن بامن حرامی بری خنده ام می گیرم با این ہمه چون شما را آن نظر ہنوز نشده است که این را می گویم دریابید و عیان به بینید،[۱] عجبت من قوم یقادون الی الجنة بالسلاسل[۲]

پس فرمود که حق تعالی می فرماید که این اسیران را بگو که شما اول لشکرہا جمع کردید و شوکت بسیار، و بر مردی و پہلوانی و انبوہی و شوکت خود اعتماد کلی می نمودید و کلی بر آن مغرور شدید و با خود می گفتید که ما چنین کنیم و مسلمانان را بشکنیم و مقهور گردانیم و بر خود قادرے از شما قادر تر نمی دیدید و قاہری و بالای خود نمی دانستید، لاجرم ہر چه تدبیر کردید که چنین شود، جمله بعکس آن شد باز اکنون که در خوف مانده اید ہم ازان علت توبه نکردید و نومید شدید و بالاے خود قادری نمی بینید پس می باید که در حالِ قوت و شوکت

۱؎ مثنوی میں یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ درج ہے (مثنوی، دفتر ۲ تفسیر حدیث لا تفضلونی علی یونس بن متی)

۲؎ مجھے تعجب ہوا اس جماعت پر جو زنجیروں سے گھسیٹ گھسیٹ کر جنت کی طرف لائی جا رہی ہے،

مرا ببینید و خود را مقہورِ من دانید تا کارہای شما بیسر شود و در حال خوف از من امید مبرید که قادرم شمار ا ازین خوف برہانم و ایمن کنم، آن کس که از گاو سفید گاو سیاہ بیرون آورد ہم تواند که از گاو سیاہ گاو سفید بیرون آورد که تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحیّ[1]، اکنون درین حالت که اسیرید امید از من مبرید و از حضرت من نومید مشوید تا شمار ا دست گیرم که انہ لا ییاس من روح اللہ الا القوم الکافرون[2]

اکنون حق تعالیٰ می فرماید که اے اسیران اگر از مذہب اول باز گردید در خوف و رجا مرا ببینید و در کل احوال خود را مقہور قہر من ببینید تا من شمار ا ازین خوف برہانم و ہر مالے که از شما بتاراج رفته است وتلف گشته جمله را باز بشما دہم بلکه اضعاف آن وبہ از ان شمار ا آمرزیدہ گردانم و دولت آخرت نیز بدولت دنیا مقرون گردانم عباس گفت توبه کردم و از آنچ بودم باز آمدم، مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم فرمود که این دعوی را که می کنی حق تعالیٰ از تو نشان می طلبد، ؎

دعوے عشق کردن آسان است　　لیک آن را دلیل وبرہان است

عباس گفت بسم اللہ فرما چه نشان می طلبی فرمود که ازان مالہا که ترا ماندہ است ایثار لشکر اسلام کن تا لشکر اسلام قوت گیرد اگر مسلمان شدۂ ونیکی اسلام و مسلمانی می خواہی گفت یارسول اللہ مرا چه ماندہ است ہمه بتاراج بردہ اند حصیری کہنه رہا نکردہ اند رسول اللہ صلعم فرمود دیدی که ہنوز راست نشدی و از انچه بودی باز نگشتی بگویم که مال چه قدر داری و کجا پنہان کردۂ وبکه سپردۂ و در چه موضع دفن کردۂ، گفت

---

[1] تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور دن کو رات میں اور تو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے (آل عمران ع ۳)

[2] خدا کی رحمت سے تو بس کافروں کے سوا اور کوئی مایوس نہیں ہوتا، (یوسف ع ۱۰)

حاشا! رسول فرمود چندین مال معین به ام فضل نه سپردی؟ و در فلان دیوار دفن نکردی؟
و وی را وصیت نکردی بتفصیل؟ که اگر باز آیم بمن بسپاری و اگر باز نیایم چندینی در فلان مصلحت
صرف کنی و چندینی بفلان دهی و چندینی ترا باشد چون عباس این را بشنید انگشت برآورد
وبصدق تمام ایمان آورد و گفت ای پیغامبر بحق من می پنداشتم که ترا اقبالی هست از
دور فلک، چنانک متقدمان را بوده است از ملوک مثل هامان و شداد و غیرهم چون این را
فرمودی معلوم شد و حقیقت گشت که این اقبال آن سریست والٰهیست در باینست
مصطفی صلی الله علیه وسلم فرمود راست گفتی این بار شنیدم که آن زنار شک که در باطن داشتی
بگسست و آواز آن بگوش من رسید مرا گوشیست پنهان در عین جان که هر که زنار شک و
شرک و کفر را پاره کند من بگوش پنهان بشنوم و آواز آن بریدن بگوش جان من برسد اکنون
حقیقت است که راست شدی و ایمان آوردی،

مولانا فرمود در تفسیر این که من این را با میر پروانه برای آن گفتم که تو اول سر مسلمانی
شدی که خود را فدا کنم و عقل و رای و تدبیر خود را برای بقای اسلام و کثرت اهل اسلام
کنم تا اسلام بماند و چون اعتماد برای خود کردی و حق را ندیدی، و همه را از حق ندانستی،
پس حق تعالی عین آن اعتماد را سبب وهن و سعی را سبب نقص اسلام کرد که تو با تاتار یکی شده
یاری می دهی تا شامیان را و مصریان را فنا کنی، و ولایت اسلام را خراب کنی پس آن سبب
را که بقای اسلام بود سبب نقص اسلام کرد پس درین حالت روی بخدا آور که محل خوف است
و صدقها ده که ترا ازین حالت بد که هست برهاند و امید مبر اگرچه ترا از چنان طاعت درچنین معصیت انداخت، آن
طاعت را از خود دیدی برای آن درین معصیت افتادی، اکنون درین معصیت نیز امید مبر و تضرع کن که
او قادرست که از آن طاعت معصیت پیدا کرد و ازین معصیت طاعت پیدا کند و ترا ازین پشیمانی دهد و اسبابی

پیش آرد کہ تو باز در کثرت مسلمانی کوشی و قوت مسلمانی باشی، امید مبر کہ انہ لا ییاس من روح اللہ
الا القوم الکافرون[1]، غرضم این بود تا او این فہم کند، و درین حالت صدقہا
دہد، و تضرع کند، کہ از حالت عالی بغایت در حالت دون آمده است، درین حالت امید وار
باشد، حق تعالیٰ مکار ست، صورتہاے خوب نماید کہ در شکم آن صورتہاے بد باشد تا آدمی
مغرور نشود کہ مرا خوب راے و خوب کاری مصور شد و رو نمود اگرچہ چنانکہ ہرچہ نمودی،
ہمچنان بودی، پیغامبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم با ہمچنان نظر تیز منور منور فریاد نکردی کہ ارنی
الاشیاء کما ہی[2] خوب می نمائی و در حقیقت آن زشتست، زشت می نمائی و در حقیقت آن
نغز است، پس بما ہر چیز را چنان نما کہ ہست تا در دام نیفتیم و پیوستہ گمراہ نباشیم، اکنون راے
تو اگرچہ خوب است و روشنست از راے او بہتر نباشد او چنین می گفت اکنون تو نیز بہر تصوری
و ہر راے اعتماد مکن تضرع می کن و ترسان می باش مرا غرض این بود و او این آیت را
و این تفسیر را تاویل بارادت و راے خود کرد کہ ما این ساعت کہ لشکر ہا می بریم نمی باید
کہ بر راے خود و آن لشکر را اعتماد کنیم و اگر شکستہ شویم در آن خوف و بیچارگی ہم از و امید
نباید برید این سخن را بوفق مراد خود برد، و مرا غرض این بود کہ گفتم،

فصل

یکے می گفت کہ مولانا سخن می فرماید، گفتم آخر آن شخص را نزد من خیال من آورد این
خیال من با وی سخن نگفت کہ چونی و چگونہ بی سخن خیال او را این جا جذب کرد اگر حقیقت
من او را بی سخن جذب کند و جای دیگر برد چہ عجب باشد، سخن سایہ حقیقت است و فرع

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا [2] اے خدا مجھے سب چیزیں اس حال میں دکھا جیسیں وہ حقیقۃً ہیں، دعائے ماثورہ میں یہ الفاظ آئے ہیں اللھم ارنا الحق حقاً

حقیقت، چون سایه او را جذب کرد حقیقت بطریق اولی کند، سخن بهانه ایست، آدمی را با آدمی آن جزو مناسب جذب می کند نه سخن، بلکه اگر صد هزار معجزه و بیان و کرامات بیند چون در وی از آن نبی یا ولی جزوی مناسب نباشد سود ندارد، آن جزو ست که او را در جوش و بے قراری دارد، در که از کهربا اگر جزوی نباشد هرگز سوی کهربا نرود، آن جنسیت میان ایشان خفیست، در نظر نمی آید، آدمی را خیالِ هر چیز با آن چیز می برد خیال باغ بباغ می برد و خیال دو کان بدکان، اما درین خیالات تزویر پنهان است نمی بینم که فلان جایگاه می روی پشیمان می شوی و می گوئی پنداشتم که خیر باشد آن خود نبود پس این خیالات بر مثال چادرند در چادر کسے پنهان است هرگاه که خیالات از میان برخیزد و حقایق روی نماید بی چادر خیال قیامت باشد آنجا که حال چنین شود پشیمانی نماند هر حقیقت که ترا جذب می کند چیزے دیگر غیر آن نباشد همان حقیقت باشد که ترا جذب کرد، یوم تبلی السرائر[1] چه جائیکه اینست که می گویم بلکه در حقیقت خود کشنده یکیست اما متعدد می نماید نمی بینی که آدمی را صد چیز آرزوست از میوه و طعامهائے گوناگون می گوید تتماج خواهم بورک خواهم حلوا خواهم قلیه خواهم میوه خواهم خرما خواهم انجیر خواهم این عدد ها می نماید و بگفت می آورد اما اصلش یکیست اصلش گرسنگیست نمی بینی چون از یک چیز سیر شد می گوید هیچ از ینها نمی باید پس معلوم شد که ده و صد نبود یلک یک بود، وما جعلنا عدتهم الا فتنة[2] این شمار خلق فتنه است که گویند این یکی و ایشان صد یعنی ولی را یک گویند و خلقان بسیار را صد و هزار گویند این فتنه عظیم است این نظر و این اندیشه

---

[1] جس دن راز جانچے جائینگے،، (طارق ع ۱) [2] "ہم نے ان کا شمار اور تعداد فتنہ ہی کی غرض سے رکھا ہے، (مدثر ع ۲)

که ایشان را بسیار بیند و او را یک فتنهٔ عظیم است، وما جعلنا عدتهم الا فتنة[1]
کدام صد کدام پنجاه و کدام شصت؟ قومی بی دست و پا و بی هوش و بی جان
چون طلسم و سیماب می جنبند، اکنون ایشان را شصت و یا صد و یا هزار گوئی و این را
یکی بلک، ایشان هیچند و این هزار و صد هزار و هزاران هزار،

قلیل اذا عدوا کثیر اذا شدوا

بادشاهی یکی را صد مرده نان پاره داده بود لشکر عتاب می کردند بادشاه بخود می گفت
روزی بیاید که بشما بنمایم که بدانید که این تفضیل چرا می کردم و چون روزی مصاف شد همه
گریخته بودند و او تنها می زد گفت اینک برای این مصلحت بود،

آدمی می باید که آن تمیز خود را عاری از غرضها کند، و یاری جوید در دین، که دین
یار شناسیست، اما چون عمر را با بی تمیزان گزرانید، ممیزهٔ او ضعیف شد نمی تواند
آن یارِ دین را شناختن، تو این وجود را پروردی که در وی تمیز نیست، تمیز آن یک صفتیست مخفی در
آدمی نمی بینی که دیوانه هم جسد و دست و پا دارد اما تمیز ندارد بهر نجاست دست می برد
و می گیرد و می خورد، و اگر این تمیز درین وجود ظاهر بودی نجاست را نگرفتی پس
دانستیم که تمیز آن معنی لطیف است که در تست، و تو شب و روز در پرورش تن
بی تمیز مشغول بودی بهانه می کنی که آن با این قائمست، آخر این نیز با آن قایمست
چون ست که کلی در تیمار داشت اینی، و آن را بکلی گذاشته، بلک این با آن قائمست
و آن با این قائم نیست آن نور ازین دریچهای چشم و گوش وغیر ذلک بیرون می زند،
اگر این دریچها نباشد از دریچهای دیگر سر بر زند همچنان باشد که چراغی آورده در پیش

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا،

آفتاب کہ آفتاب را بدین چراغ می بلیم حاشا اگر چراغ بیاوردی آفتاب خود را بنماید چہ حاجت چراغ نیست، امید از حق نباید برید ان اللہ لا ییأس من روح اللہ[1]، (امید سر راہ ایمنیست[2]) اگر در راہ نمی روی باری سر راہ نگاہدار مگو کہ کژیہا کردم تو راست را پیش گیر کہ ہیچ کژی نماند راستی ہمچو عصاے موسیست آن کژیہا ہمچون سحر ہاست چون راستی بیاید ہمہ را بخورد اگر بدی کردہ باخود کردہ جفای تو باوے کجا رسد، بیت

مرغی کہ بدان کوہ نشست و بر خاست　　بنگر کہ دران کوہ چہ افزود چہ کاست

چون راست شوی آن ہمہ نماند امید را ز نہار مبر،

با بادشاہان نشستن ازین روی خطر نیست کہ سر برود سر سر بیست رفتنی چہ امروز چہ فردا اما ازین رو خطر ست کہ ایشان چون درآیند و نفس ہاے ایشان قوت گرفتہ است واژدرہا شدہ، کسی کہ با ایشان صحبت کرد و دعوی دوستی کرد و مال ایشان قبول کرد لابد باشد کہ بروفق ایشان سخن گوید و رای ہای بد ایشان را از روی دل نگاہ داشتن قبول کند ونتواند مخالف آن گفتن ازین رو خطر است زیرا دین را زیان دارد چون طرف ایشان را معمور داری طرف دیگر کہ عمل است از تو بیگانہ شود چندانک آن سو می روی این سو کہ معشوقست روی از تو می گرداند و چندانک تو با اہل دنیا بصلح در می آئی او از تو خشم می گیرد من اعان ظالما سلطہ اللہ علیہ[3] نیز کہ تو سوے او می روی در حکم این است چون تو آنسو رفتی عاقبت او را بر تو مسلط کند،

حیفست بدریا رسیدن و در دریا بآبی یا سبوے قانع شدن آخر از دریا گوہر ہا د

---

[1] حاشیہ گذر چکا،　[2] امید سر راہ ہمین ست، (الف)

[3] جو شخص کسی ظالم کی مدد کرتا ہے خدا اسی ظالم کو اسپر مسلط کر دیتا ہے، حدیث معناً صحیح ہے (مقاصد حسنہ سخاوی رحیم)

جوهرها و صد هزار چیزهای متقوم برند از دریا آب بردن چه قدر دارد و عاقلان از آن چه فخر آرند و چه کرده باشند بلکه عالم کفیست و این آب دریا خود علمهائے اولیاست گوهر خود کجاست این عالم کفی پر خاشاکست اما از گردش آن موجها و مناسبت جوشش دریا و جنبیدن دریا و موجها آن حال خوب میگیرد که زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا[۱]

پس چون "زُیِّنَ" فرمود او خوب نباشد بلکه خوبی در و عاریت باشد و از جائے دیگر باشد قلب زراند و دهست یعنی این دنیا که کفکست قلبست و بے قدرست و بے قیمت است ما زراند و دش کردیم که زین للناس

آدمی اصطرلاب حقست اما منجمی باید که اصطرلاب را بداند تره فروش و یا بقال اگرچه اصطرلاب دارد اما از آن چه فائده گیرد و بآن اصطرلاب چه داند احوال افلاک را و دوران او را و برجها را و تاثیرات را و انقلابات را الی غیر ذالک پس اصطرلاب در حق منجم سودمند است که مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ همچنان که این اصطرلاب مبیّن آئینه احوال افلاک ست وجود آدمی که وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ[۲] اصطرلاب حق است چون او را حق تعالیٰ بخود عالم و دانا و آشنا کرده باشد آن اصطرلاب وجود خود تجلی حق را و جمال بیچون را دمبدم و لمحه لمحه می بیند و هرگز آن جمال ازین آئینه خالی نباشد، حق را بل جلاله بندگانند که ایشان خود را الحکمت و معرفت و کرامات می پوشانند اگرچه خلق را آن نظر نیست که ایشان را ببینند اما از غایت غیرت خود را می پوشانند

---

[۱] انسان کو مرغوب چیزوں مثلاً بیویاں اور بیٹے، اور سونے اور چاندی کے ڈھیر و ں ڈھیر اور پلے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی کی محبت خوشنما کر دکھائی گئی ہے، یہ سب اسی دنیا کا عارضی ساز و سامان ہے، (آل عمران ع ۲) [۲] ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی۔ (بنی اسرائیل)

چنانکہ متنبّی گوید،

لبسن الوشی لا متجملات ولکن کی یصن بہ الجمالا

فصل

پروانہ گفت کہ شب و روز جان و دلم بخدمت خداوندگار است و از مشغولیہا و کار و شغل بخدمت نمی تواند رسیدن فرمود کہ این کارہا ہم کار حقست زیرا سبب امن و امان مسلمانیست و خود را فدا کردہ اید بمال و بتن تا دلِ ایشان را بجاے آرید تا مسلمانی چند با من بطاعت مشغول باشند پس این نیز کار خیر باشد و چون شما را حق تعالی بچنین کار خیر میل دادہ است و فرط رغبت بہ خیر دلیل عنایتست و چون فتوری باشد درین میل دلیل بے عنایتی باشد کہ حق تعالی نخواہد کہ چنین خیر خطیر بسبب او بر آید تا مستحق آن ثواب و درجاتِ عالی بناشد ہمچون حمام کہ گرمست آن گرمی او از آلت تونست ہمچو گیاہ و ہیمہ و عذرہ وغیرہ حق تعالی اسبابی پیدا کند کہ اگرچہ بصورتِ آن بد باشد و مکروہ اما در حقِ او عنایت باشد چون حمام او گرم می شود و سود آن بخلق می رسد،

درین میان یاران در آمدند عذر فرمود کہ اگر من شما را قیام نکنم و سخن نگویم و نپرسم این احترام باشد زیرا احترام ہر چیزی لائقِ آن وقت باشد در نماز نشاید پدر را و برادر را پرسیدن و تعظیم کردن و بی التفاتی بہ دوستان و خویشان در حالت نماز عین التفاتست و عین نوازش زیرا چون بسبب ایشان خود را از طاعت و استغراق جدا نکند و مشوش نہ شود پس ایشان مستحق عقاب و عتاب نگردند پس عین التفات و نوازش باشد زیرا چون حذر کرد از چیزی کہ عقوبت ایشان در آن ست،

پس یاران سوال کردند که از نماز نزدیکتر بحق راه هست، فرمود که هم نماز اما نماز این صورتِ تنها نیست، این قالب نماز است زیرا که این نماز را اولیست و آخریست و هر چیز را که اول بے و آخری باشد آن قالب باشد زیرا که تکبیر اول نماز ست و سلام آخر نماز است همچنین شهادت آن نیست که بزبان می گویند تنها زیرا که آن را نیز اول و آخریست هر چیزے که در حرف و صورت در آید او را اول و آخر باشد، آن صورت و قالب باشد جان بیچون و بے نهایت بود و او را اول و آخر نبود، این نماز را انبیاء پیدا کرده اند، اکنون این هستی که نماز را پیدا کرده است چنین می گوید لی مع الله وقتٌ لا یسعنی فیه نبی مرسل و لا ملک مقرب[1] پس دانستم که جانِ نماز این صورتِ تنها نیست بلک استغراقی ست و بیهوشی ست که این همه صور تها بیرون می ماند و آنجا نمی گنجد جبرئیلؑ نیز که معنی محض ست هم نمی گنجد

حکایتیست از مولانا بهاء الدین ولد قدسنا الله بسره العزیز روزی اصحاب او را مستغرق یافتند، وقت نماز رسید بعضی مریدان آواز دادند مولانا را که وقت نماز ست مولانا بگفتِ ایشان التفات نکرد ایشان برخاستند و بنماز مشغول شدند دو مرید موافقت شیخ کردند و بنماز نایستادند یکی از آن مریدان که در نماز بود نام او خواجگی بود بچشم سر بوی عیان نمودند جمله اصحاب که در نماز بودند با امام پشت شان بقبله بود و آن دو مرید که موافقت شیخ کرده بودند روے شان بقبله بود[2] زیرا که شیخ از ما و من بگذشت و هستی او فنا شد

---

[1] میرے اور خدا کے درمیان ایک وقت ایسا آتا ہے جسمین کسی مرسل اور فرشتہ مقرب کی گنجائش نہین ہوتی،،، اس حدیث کو اکثر مشاہیر صوفیہ نے نقل کیا ہے، محدثین کی تحقیق مین ان الفاظ کے ساتھ نہین البتہ اس مضمون سے ملتی جلتی دوسری احادیث صحیحہ موجود ہین، (المقاصد الحسنہ، سخاوی، حرف لام)

[2] یہ حکایت خفیف لفظی تغیرات کے ساتھ رسالہ سپہ سالار مین منقول ہے (ص۵)

ونماند در نور حق مستهلک شد که من تی قبل ان تموتی اکنون او نور حق شده است و هر که پشت بنور حق کند و روی بدیوار آرد قطعاً پشت بقبله کرده باشد زیرا که او جان قبله بوده است آخر این خلق که روی بکعبه میکنند آن کعبه را نبیئ ساخته است که قبله گاه عالم شده است پس اگر ذات او قبله باشد بطریق اولیٰ بود چون آن برای او قبله شده است،

مصطفی علیه السلام یاری را عتاب کرد که ترا خواندم چون نیامدی گفت بنماز مشغول بودم گفت آخر نه منت خواندم گفت من بیچاره ام مولانا فرمود که نیک ست اگر در همه وقت مدام بیچاره باشی در کل حال در حالت قدرت هم خود را بیچاره بینی چنانک در حالت عجز می بینی زیرا که بالای قدرت تو قدرتیست و مقهور حقی در همه احوال تو دو نیمه نیستی گاهی بیچاره و گاهی باچاره نظر بقدرت او دار دهماره خود را بیچاره میدان، دبی دست و بی پا و عاجز و مسکین چه جای آدمی ضعیف بلک شیران و پلنگان و نهنگان همه بیچاره و لرزان وینداً آسمانها و زمینها همه بیچاره و مسخر حکم وینداو پادشاه عظیم ست نور او چون نور ماه و آفتاب نیست که بوجود ایشان چیزی برجای باند چون نور او بی پرده روی نماید نه آسمان ماند و نه زمین و نه آفتاب ماند و نه ماه جز آن شاه کس نماند که کل شیئ هالک الا وجهه[۱]

پادشاهی بدرویشی گفت که آن لحظه که ترا بدرگاه حق تجلی و قرب باشد مرا یاد کن گفت چون من در آن حضرت رسم و تاب آن آفتاب جمال برمن زند مرا از خود یاد نیاید از تو چون یاد کنم اما چون حق تعالیٰ بنده را گزیده و مستغرق خود گرداند هر که دامن او بگیرد و از وحاجت طلبد بی آنک آن بزرگ نزد حق یاد کند و عرضه دهد حق تعالیٰ آن را برآورد،

حکایت آورده اند که پادشاهی بود و او را بنده بود سخت خاص و مقرب عظیم چون آن بنده قصد سرای پادشاه کردی اهل حاجت قصها و رقعها بدو دادندی که بر پادشاه عرضه دار او آن را در چرمدان

---

[۱] "بجز اس کی ذات کے ہر شے فانی ہے،، (قصص، ع ۹)

کردے چون درخدمت پادشاہ رسیدے بتاب جمال پادشاہ برتافتے پیش او مدہوش افتادے پادشاہ در سینہ و جیب و چرمدان او کردی بطریق عشوہ بازی کہ این بندۂ مدہوش من مستغرق جمال من چہ دارد آن آن نامہا را بیافتے و حاجات جملہ را بر ظہر آن ثبت کردے و باز در چرمدان او نہادے کارہای جملہ بی آنک او عرضہ دارد برآمدے چنانک یکی از آنہا رد نگشتے بلک مطلوب ایشان مضاعف و بیش از آن کہ طلبیدندے بحصول پیوستی بندگان دیگر کہ ہوش داشتندے و توانستندے قضای اہل حاجت را بحضرت شاہ عرضہ کردن الا ہزار ترس عرض کردن و نمودن از صد کار و صد حاجت نادراً یکی منقضی شدے و برآمدے ،

فصل

یکی گفت کہ اینجا چیزی فراموش کردہ ام ، فرمود کہ در عالم یک چیزست کہ آن فراموش کردنی نیست اگر جملہ چیزہا را بیاد آری و بجای آری و فراموش نکنی و آن را فراموش کنی باک نیست ، ہمچنانک پادشاہی ترا بدہ فرستاد برای کاری معین تو رفتی و صد ہزار کار دیگر گزاردی و آن کار را کہ برای آن رفتہ بودی نگزاردی چنانست کہ ہیچ نگزاردی ، پس آدمی در عالم برای کاری معین آمدہ است و مقصود آنست چون آن نمی گزارد پس ہیچ نگزاردہ باشد انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوماً جہولاً[۱] ، آن امانت را بر آسمانہا عرضہ داشتیم نتوانستند پذیرفتن بنگر کہ از وصد کارہای دیگر می آید کہ عقل در آن حیران می شود سنگہا را لعل و یاقوت میکند و کوہہا را کان زر و نقرہ میکند و نبات را و زمین را در جوش می آرد و زندہ میگرداند و بہشت عدن میکند زمین نیز دانہا را می پذیرد و بر میدہد و عیبہا را می پوشاند و صد عجائب کہ در شرح نیاید می پذیرد و پیدا می کند ، و جبال نیز ہمچنان معدنہای گوناگون می دہد این ہمہ می کنند اما از ایشان یک کار نمی آید آن یک کار از آدمی می آید کہ ولقد کرمنا بنی آدم[۲] نگفت کہ ولقد کرمنا السماء والارض پس از آدمی آن کار می آید کہ نہ از آسمانہا

---

[۱] ہم نے امانت کو آسمانون اور زمین اور پہاڑون پر پیش کیا تو انھون نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے خوف کھایا اور انسان نے اس کو اٹھا لیا بے شک وہ (اپنے حق مین) ظالم اور جاہل تھا (احزاب ، ع ۹) [۲] حاشیہ گذر چکا ،

می آید ونہ از زیر نہادنہ از کوہہا چون آن کار بکند آن ظلومی وجہولی از وی نفی شود اگر تو گوئی کہ اگر آن کار نمی کنم چندین کارہای دیگر از من می آید، و آدمی را برای آن کارہای دیگر نیافریدہ اند ہمچنان باشد کہ تو شمشیر پولاد ہندی بی قیمت را کہ در خزائن ملوک مثل آن نباشد آوردہ باشی و ساطور گوشت گاو گندیدہ کردہ کہ من این تیغ را معطل نمی دارم بوی چندین مصلحتی بجا می آرم ویا دیگ زرین را آوردہ در وی شلغم می پزی کہ بحبہ از و صد دیگ بدست آید ویا کارد مجوہر رایخ کدوی شکستہ کردہ کہ من مصلحت می کنم و کدو را بر وے می آویزم در این کارد را معطل نمی دارم جای خندہ و افسوس نباشد چون کار آن کدو بمیخ چوبین ویا آہنی یک پولی بر می آید چہ عقل باشد کارد صد دیناری را مشغول آن کردن،

حق تعالیٰ ترا قیمت عظیم کردہ است و می فرماید کہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ[1]

تو بقیمت ورای دو جہانی　　چہ کنم قدر خود نمی دانی

مصرعہ
مفروش خویش ارزان کہ تو بس گران بہائی

حق تعالیٰ می فرماید کہ من شما را و اوقات و انفاس شمارا و اموال شمارا و روزگار شمارا خریدم کہ اگر بمن صرف کنید و بمن دہید بہای آن بہشت جاودانست قیمت تو پیش من اینست اگر تو خود را بدوزخ فروشی ظلم بر خود کردہ باشی ہمچنانکہ آن مرد کارد صد دیناری را بر دیوار زدہ است و بر وی کدوی یا کوزہ آویخت،

آمدیم بر سر حکایت بہانہ می آوری کہ من خود را بکارہای عالی صرف می کنم علوم فقہ و حکمت و منطق و نجوم و طب وغیرہ تحصیل می کنم، آخر این ہمہ برای تست، اگر فقہ است برای آن ست تا کسی از دست تو نان نرباید و جامہ ات نہ کند و ترا نکشد تا تو بسلامت باشی و اگر نجوم است احوال فلک و تاثیر آن در زمین ارزانی و گرانی امن و خوف ہمہ تعلق

[1] خدا نے مومنین سے انکی جان و مال کو خرید لیا ہی، کہ ان کے بدلہ میں انھیں جنت دیگا،، (توبہ، ع ۱۴)

باحوال تو دارد برائے تست واگر ستارہ است از سعد ونحس کہ بطالع تو تعلق دارد
ہمہ برائے تست، چون ینک تامل کنی اصل تو باشی واین ہمہ فرع تو چون فرع تراچندین
تفاصیل وعجائبہاے وعلمہائے بوالعجب وبی نہایت باشد بنگر کہ اصل تراچہ احوالہا باشد،
چون فرعہائے تراعروج وہبوط وسعد ونحس باشد تراکہ اصلی چہ عروج وہبوط وسعد ونحس و
نفع وضرر باشد، کہ فلان روح آن خاصیت دارد وازو این آید فلان کار راہی شاید،
تراغیر این غذائے خواب وخور غذائے دیگرست کہ ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی[1]
درین عالم آن غذا را فراموش کردہ وباین غذا مشغول شدہ وشب وروز تن رامی پروری
آخر این تن اسپ تست واین عالم آخر او ست، غذاے اسپ غذاے سوار نباشد
وا ورا بہ سرِ خود خواب وخورسیت وتنعمیست، اما بسبب آنک حیوانی وبہیمی بر تو غالب
شدہ است تو بر سر اسپ در آخر اسپان ماندہ ودر صف شاہان وامیرانِ عالم
بقا مقام نداری، دلت آنجاست، اما چون تن غالب است حکم تن گرفتہ واسیر او
ماندہ ہمچنانک مجنون قصد دیار لیلی کرد اشتر را آن طرف می راند تا ہوش با او بود،
چون لحظہ مستغرق لیلی می گشت، خود را واشتر را فراموش می کرد، اشتر را در دِہ بچہ بود
فرصت می یافت باز می گشت وبدہ می رسید، چون مجنون بخود می آمد دو روزہ راہ
بازگشتہ بودے ہمچنان سہ ماہ درراہ بماند عاقبت افغان کرد کہ این اشتر بلای منست

[1] مین اپنے پروردگار کے حضور مین رہتا ہون وہی مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے اس قسم کے الفاظ متعدد احادیث صحیحہ کے درمیان آئے ہین، مثلاً ابوہریرہؓ کی یہ حدیث قال رسول اللہ صلعم ایاکم والوصال قالوا فانک تواصل یا رسول اللہ قال انکم لستم فی ذلک مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی فاکلفوا من الاعمال ما تطیقون، در صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب النہی عن الوصال، نیز صحاح کی بعض دوسری احادیث

از اشتر فرو جست و روان شد، و این بیت می خواند،[1]

هوی ناقتی خلفی و قدامی الهوی	و انی و ایاها لمختلفان

فرمود کہ سید برہان الدین محقق قدس سرہ سخن می فرمود، یکی گفت کہ مدح تو از فلان شنیدم گفت تا ببینم کہ آن فلان چہ کس است و او را آن مرتبہ ہست کہ مرا بشناسد و مدح من کند اگر او مرا بسخن شناختہ باشد پس مرا نشناختہ است زیرا کہ این سخن نماند و این حرف و صوت نماند و این لب و دہان نماند این ہمہ عرض است و اگر بہ فعل شناخت ہمچنین، و اگر ذات مرا شناختہ است آنگہ دانم کہ او مدح من تواند کردن و آن مدح از آنِ من باشد[2] حکایت او ہمچنان باشد کہ می گویند بادشاہی پسر خود را بجماعت اہل ہنر سپردہ بود تا او را از علم نجوم و رمل و غیرہ آموختہ بودند و استاد تمام گشتہ با کمال کودنی و بلادت روزی بادشاہ انگشتری خود را در مشت گرفت فرزند خود را امتحان کرد کہ بیا بگو در مشت چہ دارم گفت آنچ داری گردست و زرد است مجوف است گفت چون نشانہا راست دادی پس حکم کن آن چہ چیز باشد گفت می باید کہ غربیل باشد آخر چندین نشانہای دقیق کہ عقول در آن حیران شوند دادی از قوت تحصیل و دانش این قدر بر تو چون فوت شد کہ در مشت غربیل نگنجد، ہمچنین علمای این زمان در علوم موی می شگافند و چیزہای دیگر را کہ بایشان

---

[1] مثنوی دفتر چہارم، عنوان، جالیش عقل با نفس ہمچون تنازع مجنون با ناقہ الخ

ہمچو مجنون در تنازع با شتر	گہ شتر چربید و گہ مجنون حر

[2] روزی سید قدس اللہ سرہ سخن می فرمود، شخصی گفت مدح تو از فلان کس شنیدم، فرمود تا ببینم کہ آن فلان کس چہ کس است و او را مرتبہ آن ہست کہ مرا بشناسد، و مدح من بکند اگر او مرا با سخن شناختہ است یقین کہ نہ شناختہ است، زیرا کہ این سخن نماند، و حرف و صوت نہ ماند، و آن لب و دہان نہ ماند این عرض است اگر بہ فعل شناختہ است ہمچنین، و اگر ذات مرا شناختہ است و نہ صورت ذات را ایست باشد کہ مدح کند (سپہ سالار ص ۶۲)

تعلق دار و لبغایت دانستہ اند و ایشان را بر آن احاطت کلی گشتہ و آنچ مہمست و با او نزدیک تر، از ہمہ آنست کہ آن خودی اوست و خود را نمی داند ہمہ چیز ہا را لحل و حرمت حکم می کنند کہ این جائزست و آن جائز نیست و این حلال است و آن حرام است خود را نمی داند کہ حلال ست یا حرام ست او جائزست یا ناجائزست پاک است یا ناپاک ست این تجویف و زردی و نقش و تدویر بروی عارضی ست کہ چون در آتش اندازی این ہمہ نماند ذاتے شو و صافی ازین ہمہ،

نشان ہر چیز کہ می دہند از علوم و فعل و قول ہمچنین باشد، و بجوہر او تعلق ندارد، کہ بعد ازین ہمہ باقی آنست، نشان ایشان ہمچنان باشد، کہ این ہمہ را بگویند و شرح دہند و در آخر حکم کنند کہ در دشت غربلیست چون آنچہ از اصل ست خبر ندارند خود را ندانند کہ چہ مرغند و مرا نہ دانند کہ چہ مرغم بلبلم یا طوطی ام، اگر مرا گویند کہ بانگ دیگر گون کن نتوانم کہ چون زبان من ہمین ست، غیر آن نتوانم گفتن، بخلاف آنک آواز مرغ آموختہ است او مرغ نیست دشمن و صیاد مرغان ست بانگ و صفیر می کنند تا او را مرغ دانند، اگر او را حکم کنند کہ جز این آواز، آواز دیگر گون کن تواند کردن، چون این آواز بر د عاریت است و از آن او نیست تواند کہ آواز دیگر کند چون آموختہ است کہ کالاے مردمان وزدد و از ہر خانہ قماشی بنماید،

فصل

پروانہ گفت این چہ لطفست کہ مولانا تشریف نہ فرمود و توقع نداشتم و در دلم نہ گذشت چہ لایق انیم مرا می بایست کہ شب و روز دست گرفتہ در زمرۂ و صف چاکران

ملازمان بودمی ہنوز لائق آن نیستم این چہ لطف است،

فرمود این از جملہ آنست کہ شمارا ہمت عالیست، ہر چند کہ شمارا مرتبۂ عزیزست و بزرگ ست، وبکارہای خطیر وبلند مشغولید از علو ہمت خود را قاصر می بینید و بدان راضی نیستید و برخود چیزہائے بسیار لازم می دانید، اگرچہ مارا ہمارا دل بخدمت بود اما می خواستیم کہ بصورت مشرف شویم، زیراکہ صورت نیز ہم اعتباری عظیم دارد چہ جاے اعتبار خود مشارکست با مغز ہمچنانک کارے بے مغز برنمی آید بی پوست نیز ہم برنمی آید، چنانک اگر دانہ را بی پوست در زمین کاری برنیاید، چون با پوست در زمین دفن کنی برآید، درختی شود عظیم پس ازین روئے تن نیز اصلی عظیم باشد، "در بایست"[1]، باشد بی او خود کار برنیاید ومقصود حاصل نشود ای واللہ اصل معنی ست پیش آنک معنی را داند ومعنی شدہ باشد ہمینک می گویند رکعتان من الصلوٰۃ خیر من الدنیا وما فیہا پیش ہرکس نباشد پیش آنکس باشد کہ اگر رکعتین از و فوت شود دشوارتر آید نزد او از آنکہ ہمہ دنیا و ہرچہ درویست او را ملک باشد واز و فوت شود،

درویشی نزد پادشاہی رفت، پادشاہ بوی گفت کہ ای زاہد، چونی گفت زاہد توئی، گفت من چون زاہد باشم کہ ہمہ دنیا از آنِ منست، گفت نی عکس می بینی دنیا و آخرت وملکت جملہ از آن منست وعالم را من گرفتہ ام توئی کہ بلقمۂ وخرقۂ قانع شدۂ اینما تولوا فثم وجہ اللہ آن وجہیست رائج و مجری کہ لا ینقطع ست و باقیست، عاشقان خود را فدائے آن وجہ کردہ اند، و عوض نمی طلبند، باقی ہمچو انعامند،

فرمود اگرچہ انعامند اما مستحق انعامند و اگرچہ در آخُر اند مقبول میر آخُر ند، کہ اگر خواہد

[1] "دربایست" "محتاج الیہ" الہیات کی ایک اصطلاح کا ترجمہ ضروری ہے جس سے منہ کرو ادھر خدا کا رخ ہے (بقرع ۱۴)

ازین آخرش بر ہاند و نقل کند بطویلۂ خاصش بر د ہمچنانکہ از آغاز او عدم بود بوجودش آورد، از طویلۂ وجود بجمادیش آورد و از طویلۂ جمادی بنباتیش آورد، واز نباتی بحیوانی واز حیوانی بانسانی، واز انسانی بملکی، الیٰ مالا نہایۃ[1] پس این ہمہ برای آن نمود تا مقر شوی کہ اورا ازین جنس طویلہای بسیارست عالی تر از ہمدیگر طبقاً عن طبق فما لہم لا یومنون[2]،

این برای آن نمودم تا مقر شوی طبقات دیگر را کہ در پیش است، برای آن نمودم کہ انکار کنی وگوئی کہ "ہمینست" استادی صنعت وفرہنگ برای آن نماید کہ اورا معتقد شوند، وفرہنگہای دیگر را کہ ننمودہ است مقر شوند، و بآن ایمان آورند، وہمچنان بادشاہی کسان را خلعت وصلہ دہد و بنوازد وبرای آن نوازد کہ ازو متوقع دیگر چیزہا باشند وازامید کیسہا بردوزند، برای آن نہ دہد کہ بگویند ہمین ست، بادشاہ دیگر انعام نخواہد کردن و دیگر جز این

[1] مثنوی میں ارتقائے انسانی اور مختلف مدارج وجود کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے، مثلاً:-

ازجمادی مردم و نامی شدم — از نما مردم بحیوان سر زدم

مردم از حیوانی و آدم شدم — پس چہ ترسم کے زمردن کے شوم

حملہ دیگر بمیرم از بشر — تا برآرم از ملائک بال و پر الخ

(مثنوی دفتر سوم، عنوان جواب عاشق عاذلان)

اسی طرح ایک موقع پر اور فرمایا:-

آمدہ اول باقلیم جماد — وزجمادی" در "نباتی" افتاد

سالہا اندر "نباتی" عمر کرد — وز "جمادی" یاد نامد ازنبرد

وز نباتی چون بہ "حیوانی" فتاد — نامدش حال "نباتی" ہیچ یاد الخ

(مثنوی دفتر ۴ عنوان بیان اطوار و منازل خلقت آدمی)

[2] چڑھتے رہو گے تم لوگ، درجہ بدرجہ ان کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے (انشقاق، ع ۱)

نخواہد دادن وندارد و برین قدر اقتصار کند ہرگز پادشاہ اگر این را بداند کہ چنین خواہد گفتن و چنین خواہد دانستن ہرگز بوی انعام نکند،

زاہد آن ست کہ آخر بیند و اہل دنیا آخر بین اند، اما آنہا کہ اخص اند و عارف اند نہ آخر نہ آخر ایشان را نظر بر اول افتادہ است، و آغاز ہر کار را می دانند، ہمچنان کہ دانای گندم بکارد اند کہ گندم خواہد رستن، از اول آخر را دید، ہمچنین جو و برنج وغیرہ چون اول را دید اورا نظر بر آخر نیست بر اول برد معلوم شدہ است ایشان نادرند و اینہا متوسط کہ آخر را می بینند و اینہا کہ در آخرند انعامند

درد است کہ آدمی را راہبر ست در ہر کارے کہ ہست، تا او را درد آن کار و ہوس و عشق آن کار در درون نخیزد او قصد آن کار نکند، و آن کار بے درد او را میسر نشود خواہ دنیا و خواہ آخرت خواہ بازرگانی خواہ بادشاہی خواہ علم خواہ عمل خواہ نجوم وغیرہ تا مریم را درد زہ پیدا نشد قصد آن درخت نخل نکرد کہ فاجاءھا المخاض الی جذع النخلۃ[1]

وقال الادیب فی معناہ،

الم تر ان اللہ قال لمریم الیک فہزی الجذع یسقط الرطب

ولو شاء اجنی الجذع من غیر ہزہا الیہا ولکن کل شیء لہ سبب

او را آن درد بدرخت آورد، و درخت خشک میوہ دار شد تن ہمچو مریم است و ہر یکے عیسیٰ داریم، اگر ما را درد پیدا شود عیسیٰ ما پیدا شود و بزاید و اگر درد نباشد عیسیٰ ہم ازان راہ نہانی کہ آمد باز باصل خود پیوندد، الا ما محروم مانیم و بی بہرہ، بیت:-

جان از درون بفاقہ و طبع از برون بگرگ دیو از خورش تخمہ و جمشید ناشتا

[1] پھر درد زہ ان کو درخت خرما کے پاس لے پہونچا، (مریم. ع ۲)

اکنون بکن دوا که مسیح تو بر زمینست، چون شد مسیح سوی فلک فوت شد دوا،

فصل

این سخن برای آن کس است که او بسخن محتاجست که ادراک کند، اما آنکس که بے سخن ادراک کند با وی چه حاجت سخنست، آخر آسمانها و زمینها همه سخنست پیش آنکس که ادراک می کند و زاینده از سخن ست که کن فیکون[1] پس پیش آنک آواز پست را می شنود غلغله و بانگ چه حاجت است،

شاعری تازی گوئے پیش پادشاه آمد، و آن پادشاه ترک بود پارسی نیز نمی دانست شاعر برای او شعری عظیم غرا بتازی بگفت و آورد چون پادشاه بر تخت نشسته بود و اهل دیوان جمله حاضر امرا و وزرا آنچنانک ترتیب است شاعر بر پای ایستاد و شعر را آغاز کرد پادشاه در آن مقامات که محل تحسین بود سر می جنبانید و در آن مقامات که محل تعجب بود خیره می ماند و در آن مقام که محل تواضع بود التفات می کرد اهل دیوان حیران شدند که پادشاه ما کلمه بتازی نمی دانست این چنین سر جنبانیدن مناسب در مجلس از وچون صادر شد مگر که تازی می دانست چندین سال از ما پنهان داشت و اگر ما بزبان تازی بی ادبیها گفته باشیم وای بر ما شاه را غلامے بود خاص اهل دیوان جمع شدند و او را اسپ و اشتر و مال دادند و چندانی دیگر که بحسب مجال بازدان و ما را ازین حال آگاه کن که پادشاه تازی می داند یا نمی داند و اگر نمی داند در محل سر جنبانیدن چون بود کرامات بود و یا الهام بود تا روزے غلام فرصت یافت در شکار و پادشاه را دل خوش دید بعد از آنک

---

[1] "ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے" (یٰس، ع ۵)

شکار بسیار گرفته بود، از وے بپرسید پادشاه بخندید و گفت والله من تازی نمی دانم اما اینچ سر می جنبانیدم یعنی می دانستم که مقصود او از آن شعر چیست سر می جنبانیدم و تحسین می کردم،

پس معلوم شد که اصل مقصود ست آن شعر فرع مقصود ست که اگر آن مقصود نبودے آن شعر گفته نه شدے پس اگر بمقصود نظر کنند دوی نماند دوئی در فروعست اصل یکیست همچنان طرق مشایخ اگرچه بصورت گوناگون ست و بحال و مقال و حال و احوال متباین اما از روے مقصود یک چیز ست و آن طلب حق ست همچنانک بادے درین سرائے بوزد گوشهٔ قالی برگیرد اضطرابی و جنبشی در گلیمها پدید آید خس و خاشاک را برهوا برد، آب حوض را زره گرداند درختان را و شاخها را و برگها را در رقص آرد این همه احوالهای متفاوت گوناگون می نماید، اما از روی مقصود و اصل و حقیقت یک چیز ست زیرا جنبانیدن همه از یک باد ست،

پروانه گفت که ما مقصریم مولانا فرمود کسی را که این اندیشه آید و این عتاب بر و فرود آید که آه در چیستم و چرا چنین می کنم این دلیل دوستی و عنایتست،

وبیقی الحبّ ما بیقی العتاب

زیرا عتاب با دوستان کنند با بیگانه عتاب نکنند اکنون این عتاب نیز متفاوتست بر آنک او را درد می کند و از آن خبر دارد که دلیل عنایت و محبت در حق باشد اما اگر عتابے رود و او را درد نکند این دلیل محبت نباشد همچنانک قالی را چوب زنند تا گرد از وجدا کنند این را عقلا عتاب نگویند اما اگر فرزند خود را و محبوب خود را بزنند عتاب آنرا گویند و دلیل محبت در چنین محل پدید آید پس مادام که در خود دردی و پشیمانی می بینی دلیل

عنایت و دوستی حقیست و اگر در برادر خود عیبی بینی آن عیب در تست که در وی می بینی[لے]
عالم ہچو آئینہ ہست نقش خود را می بینی در ہمہ کہ المومن مرآۃ المومن[عے] آن عیب
را از خود جدا کن زیرا آنکہ از وی رنجی از خود می رنجی،
گفت پیل را آورد ند بر سر چشمہ کہ آب خورد خود را در آب دید و می رمید و می پنداشت
کہ از دیگرے می رمد نمی دانست کہ از خود می رمد ہمہ اخلاق بد از ظلم و کین و حسد و حرص و
بے رحمی و کبر چون در تست نمی رنجی چون آن را در دیگری می بینی می رنجی پس بدانک از
خود می رمی و می رنجی آدمی را از گرہ و دنبل خود نفرتے نیاید دست مجروح در آش میکند
و انگشت خود می لیسد و ہیچ از آن دلش برہم نمی آید و چون بر دیگری اندک دنبل یا
نیم ریشی بیند آن آش او را نگوارد ہمچنین اخلاق بد چون گرہا ست و دنبلہا ست چون
در وست از آن نمی رنجد اما بر دیگرے چون اندکے از آن بینند برنجند و نفرت گیرند
ہمچنان کہ تو از وی رمی او را نیز معذور می دار اگر از تو برمد و برنجد رنج تو عذر اوست
زیرا رنج تو از دیدن آن ہست و او نیز ہمان می بیند کہ المومن مرآۃ المومن نگفت کہ
کہ الکافر مرآۃ الکافر زیرا کہ کافر را نہ آن ست کہ مرآۃ نیست الا آن ست کہ از مرآۃ خود خبر ندارد،
بادشاہی دل تنگ بر لب جوئی نشستہ بود امرا از وی ہراسان و ترسان
و ہیچ گونہ روے او کشادہ نمی شد مسخرۂ داشت عظیم مقرب امرا او را پذیرفتند کہ اگر تو

عے مومن مومن کا آئینہ ہوتا ہے، احدیث صحیح بخاری باب الادب میں وارد ہوئی ہے،

لے مثنوی، دفتر اول، عنوان نظر کردن شیر در چاہ، الخ، ۵

اے بسا ظلمے کہ بینی از کسان خوئے تو باشد در ایشان اے فلان
اے بدیدہ خال بد بر روئے عم عکس خال تست آن از عم مرم الخ

شاهرا الجندا ای چنین د هیم مسخرهٔ قصد پادشاه کرد و هر چند که جهد و قصد می کرد پادشاه بروے نظر نمی انداخت که او مشکلی کند و پادشاه را الجندا اند در جوے آب نظر می کرد و سر بر نمی داشت مسخره گفت بادشاه را در آب چه می بینی گفت قلبتانی را می بینم مسخره جواب داد که اے شاه عالم بنده نیز کور نیست اکنون همین ست اگر تو در و چیزی می بینی و می رنجی آخر او نیز کور نیست همان می بیند که تو می بینی،

پیش او دو "انا" نمی گنجد تو "انا" می گوئی و او "انا" یا تو بمیر پیش او یا او بمیرد پیش تو تا دوئی نماند اما آنکِ او بمیرد امکان ندارد نه در خارج و نه در ذهن که هو الحی الذی لا یموت او را آن لطف هست که اگر ممکن بودی برای تو بمردی تا دوئی برخاستی اکنون چون مردنِ او ممکن نیست تو بمیر تا او بر تو تجلی کند و دوئی برخیزد دو مرغ را بر هم بندی بوجود جنسیت و آنچ دو پره داشتند بچهار مبدّل شد نمی پرد زیرا که دوے قائمست اما اگر مرغ مرده را بر و بندی بپرد زیرا که دوئی نمانده است آفتاب را آن لطف هست که پیش خفاش بمیرد اما چون امکان ندارد می گوید که اے خفاش لطف بهمه عالم رسیده است خواهم که در حق تو نیز احسان کنم تو بمیر که چون مردن تو ممکنست تا از نورِ جلالِ من بهره مند شوی د از خفاشے بیرون آئی و عنقائے قاف قرب گردی،

بندهٔ از بندگان حق را آن قدرت بوده است که خود را برای دوستی فنا کردن آن چنان بود که از خدا آن دوست را می خواست خدا قبول نکرد، ندا می آید که من او را نمی خواهم آن بندهٔ حق الحاح می کرد و از استدعا دست باز نمی داشت که خداوندا در من خواستِ او نهادهٔ از من نمی رود، د در آخر ندا آمد خواهی که آن مراد

بر آید سر را فدا کن، و تو نیست شو، و ممان، و از عالم برو گفت یارب راضی شدم چنان کرد سر را بباخت برای آن دوست تا کار او حاصل[1] شد چون بنده را آن لطف باشد که چنان عمری را که یک روزه آن عمر بعمر جملہ عالم اولاً و آخراً ارزد فدا کرد آن لطف آفرین را این لطف و کرم نباشد اینت محال اما فنائی او ممکن نیست باری تو فنا شو،

فصل

ثقیلی[2] آمد بر بالای دست بزرگی نشست مولانا قدسنا اللہ بسرہ العزیز فرمود کہ ایشان را چہ تفاوت کند بالا یا زیر چراغند چراغ اگر بالائی طلب کند

[1] حکایت کا تعلق مولانا و شمس تبریز کی آپ بیتی سے ہے، مناقب العارفین میں ہے:۔
حضرت شمس الدین تبریزی ...... شبے سخت بیقرار شد و شورہای عظیم فرمود از استغراق تجلیات قدسی مست گشتہ در مناجات گفت خداوندا می خواہم کہ از محبوبان مستور خود یکے را بمن بنمای خطاب عزت در رسید کہ آن چنان شاہد مستور و وجود مغفور کہ استدعا می کنی ہمانا کہ فرزند دلبند سلطان العلما، ولد بلخی ست گفت خدایا دیدار مبارک او را بمن بنمائے، جواب آمد کہ چہ شکرانہ می دہی فرمود کہ سر را بشکرانہ می دہم کہ بغیر سر چیزے ندارم الہام آمد کہ بہ اقلیم روم رو تا بہ مقصود برسی و مطلوب حقیقی را یابی کمر اخلاص در میان جان لبستہ بہ صدق تمام و عشق عظیم جانب ملک روم روانہ شد (مناقب العارفین افلاکی فصل ثالث ذکر مناقب مولانائے روم) ہی کی فصل چہارم مین جو مناقب شمس مین ہے، اس روایت کا اعادہ کرکے یہ اضافہ کیا ہے کہ "جو وعدہ کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا، اور اپنا سر نذر کر دیا"، [2] یہ لفظ قسطنطنیہ کے نسخہ مین یون ہی درج تھا، ہندوستان کے نسخون مین اس کے بجائے "شبلی" مندرج ہے"

برای خود طلب نکند غرض او منفعت دیگران باشد تا ایشان از نور او حظ یابند و اگر نه هر جا که چراغ باشد خواه زیر خواه بالا او چراغ است علی کل حال چه جای چراغ که آفتاب ابدیست ایشان اگر جاه و بلندی طلبند غرضشان آن باشد حاشا چون خلقان را آن نظر نیست که بلندی ایشان را بینند ایشان خواهند که بدام دنیا اهل دنیا را صید کنند تا بآن بلندی دیگر راه یابند و در دام آخرت افتند،

همچنانک مصطفی صلی اللہ علیه وسلم مکه را و بلاد را برای آن نمی گرفت که او محتاج آن بود برای آن می گرفت تا همه را زندگی بخشد و روشنائی و بینائی کرامت[1] کند هذا الکف معودان یعطی وما هو معودان یاخذ ایشان خلق را می فریبند، تا عطا بخشند نه برای آنکه از ایشان چیزی برند شخصی که دام نهد و مرغکان را بمکر در دام اندازد تا ایشان را بخورد و بفروشد آن را مکر گویند اما اگر پادشاهی دام نهد تا باز عجمی بی قیمت را که از گوهر و هنر خود خبر ندارد بگیرد و دست آموز ساعد خود گرداند تا مشرف شود و معلم و موٴدب گردد این را مکر نگویند اگرچه بصورت مکر است، این را عین راستی و عطا و بخشش و مرده زنده کردن و سنگ را لعل گردانیدن و منی مرده را آدمی ساختن دانند و افزون تر ازین اگر باز را آن علم بودی که او را چرا می گیرند محتاج دام و دانه نبودی بجان و دل جویان دام بودی و بر دست شاه پران شدی

خلق بظاهر سخن ایشان نظر می کنند و می گویند که ما ازین بسیار شنیده ایم

[1] مثنوی دفتر اول عنوان بیان آن که فتح طلبیدن پیغمبر مکه و غیرها جهت دوستی ملک دنیا نبود،

جهد پیغمبر به فتح مکه هم ۔ کے بود در حب دنیا متهم، الخ

واندرون ما ازین جنس سخنها پرست وقالوا قلوبنا غلف بل لعنهم الله بکفرهم[1]
کافران می گفتند که دلہاے ما غلاف این جنس سخنهاست و ازین پریم حق جواب
شان می فرماید حاشا که ازین سخن پر باشند پر از وسواسند و از خیال و از شرک و شک
اند بلکہ پر از لعنت اند که بل لعنهم الله بکفرهم کاش که تهی بودندے از ان
هذیانات، بارے قابل بودندے که ازین پذیرفتندے قابل نیز نیستند حق تعالی مهر
کرده است بر گوش ایشان و بر چشم ایشان و بر دل ایشان تا چشم لون دیگر بیند
یوسف را گرگ بیند، و گوش لون دیگر شنود حکمت را ژاژ و هذیان شمرد و دل الوان
دیگر که محل خیال و وسواس گشته است همچون زمستان از رنج سرمای تشکل خیال توی
تو هی افتاده است از یخ و سردی جمع گشته است که ختم الله علی قلوبهم وعلی سمعهم و
علی ابصارهم غشاوة[2] چه جاے آن ست که ازین پر باشند بوے نیز نیافته اند در همه عمر نه ایشان
و نه آنها که بایشان تفاخر می آورند، و نه تبار و نه اصل ایشان،

کلام اولیا کوزه ایست که حق تعالی آن را بر بعضی پر آب می نماید و از انجا سیر آب
می شوند بر لب بعضی تهی می نماید چون در حق ایشان او چنین است ازین کوزه چه شکر گویند
شکر آنکس گوید که بوی پر آب می نماید این کوزه صورت آدم است چون حق تعالی
آدم را از آب و گل بساخت خمرت طینة آدم بیدی اربعین صباحًا[3] قالب اورا

---

[1] کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلافوں کے اندر محفوظ ہیں، یہ نہیں بلکہ خدا نے ان کے انکار کی پاداش میں ان کو پھٹکار دی ہے،" (بقرع ۱۱)

[2] خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے" (البقرع ۱)

[3] میں نے آدم کی مٹی چالیس دن اپنے ہاتھ سے گوندھی " حدیث قدسی، سند نہیں ملی،

تمام بساخت وچندین مدت برزمین مانده بود ابلیس علیه اللعنة فرود آمد ودر قالب اورفت و دررگهای او جمله گردید وتماشا کرد آن رگ دپی پرخون راو په اخلاط را بدید گفت آوه عجب نیست که آن ابلیس من در ساق عرش دیده بودم که خواهد پیدا شدن این باشد آن ابلیس اگر در عالم هست این ست، والسلام علیکم برخاست،

فصل

پسر اتابک بدین مولانا آمد، مولانا فرمود که پدر تو دائما بحق مشغول ست و اعتقادش غالب ست و در سخنش پیدا ست (چنانکه رونیے) کافران روم می گفتند که دختر با تاتار دهیم که دین یک گردد واین دین نو که مسلمانیست برخیزد، اتابک گفت آخر این دین کے یکے بوده است همواره دو وسه بوده است وجنگ و قتال قائم میان ایشان و شما دین را یک چون خواهید کردن بدین طریق این فتنه را مبغ کرد،

بر این سخن حضرت مولانا فرمود که یک آنجا یعنی در قیامت شود اما این جا که دنیا ست ممکن نیست زیرا اینجا هر یکی را مرادیست و هوائیست مختلف یکی از اینجا ممکن نگردد مگر در قیامت که همه یک شوند و بیک جا نظر کنند و یک گوش و یک زبان شوند در آدمی بسیار چیزها ست موشست و مرغست باری مرغ قفس را بالا می برد و باز موش بزیر می کشد و صد هزار وحوش مختلف در آدمی هست مگر آنجا روند که موش موشی بگذارد و مرغ مرغی بگذارد و همه یک شوند زیرا که مطلوب نه بالا است و نه زیر چون مطلوب ظاهر شود، نه بالا بود و نه زیر، یکے چیزے گم کرده است چپ می جوید و راست می جوید پیش می جوید و پس می جوید چون آن چیز را یافت نه بالا جوید نه زیر جوید نه چپ جوید نه راست جوید نه پیش جوید، نه پس، در روز همه

یک نظر شوند و یک زبان و یک گوش و یک هوش،
همچنانک مثلاً ده کس را باغی و یا دکانی بشرکت باشد سخنشان یک باشد و غمشان یک باشد مشغولیشان بیک چیز باشد چون مطلوبشان یک گشت پس روز قیامت چون همه را کار بحق افتاد همه یک شوند باین معنی هر کس در دنیا بکاری مشغولست یکی در محبت زن و یکی در مال، یکی در کسب یکی در علم همه را معتقد آنست که درمان من و ذوق من خوشی من و راحت من در آنست و آن رحمت حقست چون در آنجا می رود و می جوید نمی یابد باز می گردد، چون ساعتی مکث می کند می گوید آن ذوق و رحمت جستنی ست مگر نیک نجستم باز بجویم و چون باز می جوید نمی یابد همچنین تا گاهی که رحمت روی نماید بی حجاب بعد ازان داند که راه این نبود اما حق تعالی بندگان دارد که پیش از قیامت چنانند که همه چیز را از اسرار غیب می بیند آخر امیر المومنین علی می فرماید رضی الله عنه که لوکشف الغطاء ما ازددت یقینا، یعنی چون قالب را برگیرند و قیامت ظاهر شود یقین ما زیادت نشود نظیرش چنان باشد که قومی در شب تاریک در خانه رو بهر جانب کرده اند نماز می کنند چون روز شود همه از آن باز گردند، اما آن را که رویش بقبله بوده است در آن شب چه باز گردد، چون همه سوی او می گردند پس آن بندگان هم در شب دنیا روی بوی دارند و از غیر روی گردانیده اند پس در حق ایشان قیامت حاضرست سخن بی پایان ست اما بقدر طالب فرو می آید که وان من شیٔ الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم[1]،

---

[1] ”کوئی شے ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے ہاں نہ ہوں، لیکن ہم اس میں سے ایک مقدار معین کے مطابق اُتارتے رہتے ہیں،، (حجر، ع ۲)

حکمت همچو بارانست در معدن خویش بی پایان ست اما بقدر مصلحت فرود
می آید در زمستان و در بهار و در تابستان و در پاییز بقدر او همچنین در بهار بیشتر و کمتر
اما از آنجا که می آید آنجا بی حد ست عطاران شکر را در کاغذ کنند و یا دارو ها را اما شکر آن قدر نباشد
که در کاغذ ست کانهای شکر و کانهای دارو ها بی حد ست و بی نهایت، در کاغذ
کی گنجد؟ تشنیع می زنند که قرآن بر محمد صلوات اللّٰه علیه چرا کلمه کلمه فرود می آمد و سوره سوره
فرو نمی آید مصطفےٰ صلی اللّٰه علیه وسلم فرمود که این ابلهان چه می گویند اگر بر من تمام فرود
آید من بگدازم و نمانم زیرا واقف از اند کے بسیار فهم کند و از چیزی چیزها و از سطری
دفتر ها نظیرش همچنانک جماعتی نشسته اند و حکایتی می شنوند اما آن یکی احوال را تمام
می داند و در میان واقع بوده است از رمزی آن همه را فهم می کند و زرد و سرخ میشود
و از حال بحال می گردد، و دیگران آن قدر که شنیدند فهم کردند چون واقف نبودند
بر کلی احوال آن اما آنک واقف بود از آن قدر بسیار فهم کرد چو در خدمت عطار آمدی
شکر بسیارست اما می بیند که سیم چند آوردی بقدر آن دهد سیم اینجا همت و اعتقادست
بقدر اعتقاد و همت سخن فرود آید چون آمدی بطلب شکر در جوالت بنگرند که چه قدرست
بقدر آن بپیمایند کیله، یا دو، اما اگر قطارهای شتر و جوالهای بسیار آورده باشد فرمایند
که کیالان بیاورند که کار این دراز نادارد کیلی یا بد و بر نمی آید همچنین آدمی باید که او را
دریاها بس نکنند و آدمی باشد که او را قطرهٔ چند بس باشد زیاده از آتش زیان وارد
و این تنها در عالم معنی و علوم و حکمت نیست در همه چیز چنین ست درها لها و زرها و کانها
جمله بی حد و بی پایانست اما بر قدر شخص فرود آید زیرا که افزون از آن بر نتابد و دیوانه
شود نمی بینی در مجنون و در فرهاد و غیره از عاشقان که کوه و دشت گرفتند از عشق زنی

چون شہوت از آنچ قوت ایشان بود بر ایشان افزدن بر تختند و نمی بینی کہ در فرعون چون ملک و مال افزدن ریختند دعوئ خدائی کرد، وان من شئ الا عندنا خزائنہ[1] ہیچ چیز نیست از نیک و بد کہ آن ر ا پیش ما و در خزینۂ ما گنجہای بی پایان نیست اما بقدر حوصلہ می فرستیم کہ مصلحت در آن ست[2]،

آرے این شخص معتقد ست اما اعتقاد را نمی داند ہمچنان کہ کودکی معتقد نانست اما نمی داند کہ چہ چیز ر ا معتقد ست وہمچنین از نامیات درخت زرد و خشک می شود از تشنگی و نمی داند کہ تشنگی چیست کہ وجود آدمی ہمچون علمیست علم را اول در ہوا کنند و بعد از آن لشکرہا را از ہر طرفے کہ حق داند از عقل و فہم و خشم و غضب و حلم و کرم و خوف و رجا و احوالہائے بے پایان و صفات بی حدبپاے آن علم می فرستد ہر کہ از دور نظر کند علم تنہا بیند اما آنک از نزدیک نظر کند و زیر علم خلقے بیند و این دوری و نزدیکی بہ مسافت نیست یعنی غافل ہمین تن بیند و دانا چون نظر کند بداند کہ در وچہ گوہرہا و چہ معنی ہاست،

شخصی آمد مولانا گفت کجا بودی مشتاق بودیم چرا دور ماندی گفت اتفاق چنین افتاد گفت ما نیز دعا می کردیم تا این اتفاق بگردد و زائل شود اتفاقے کہ فراق آورد، آن اتفاق ناباستیست ای واللہ ہمہ از حقست اما نسبت بحق نیکست ہمہ چیز اما بانسے آنچ درویشان می گویند رہست می گویند ہمہ نسبت بحق نیکست و بکمال ست

[1] حاشیہ گذر چکا، [2] وحکمت چون باران ست، ہے ے کہ یہان تک کا سارا مضمون ہندوستان کے تینون نسخون مین اس مقام پر بالکل غائب ہے، اور یہان کے بجاے دو صفحہ کے بعد تغیر الفاظ کے ساتھ درج ہے،

امانسبت بمانئے زنا و ناپاکی و بی نمازی و نماز و کفر و اسلام و شرک و توحید جمله نسبت بحق نیکیست، امانسبت بما بدست، زنا و دزدی و کفر و شرک بدست، و توحید و نماز و خیرات نسبت بما نیکیست، همچنانک پادشاهی در ملک او زندان و دار و خلعت و مال، املاک و حشم و سوز و شادی و طبل و علم همه باشد، امانسبت بپادشاه همه نیکیست چنانک خلعت کمال ملک اوست دار و زندان هم کمال ملک اوست و نسبت بوی همه کمال ست امانسبت بخلق خلعت و دار کے یکے باشد،[1]

فصل

سوال کرد که از نماز فاضل تر چه باشد؟ یک جواب آنک گفتیم که جان نماز[2] به از صورت نمازست مع تقریره، جواب دوم که ایمان به از نمازست زیرا نماز پنج وقت فریضه است و ایمان پیوسته فریضه است و نماز بعذرے ساقط شود و رخصت تاخیر باشد مر حائض را و غیرها و تفضیلے دیگر هست ایمان را بر نماز که ایمان بهیچ عذرے ساقط نه شود و رخصت تاخیر نباشد و ایمان بے نماز منفعت کند و نماز بی ایمان منفعت نه کند، همچو نماز منافقان و نماز در هر دینے نوع دیگرست و ایمان بهیچ دینی متبدل نه شود و احوال او و قبله او و غیره متبدل نه گردد و فرقهای دیگر هست بقدر جذب مستمع ظاهر شود، وان من شیٔ الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم[3]

---

[1] مثنوی، دفتر اول، عنوان، در بیان آن حدیث که

عیب شد نسبت بمخلوق جهول
نے بہ نسبت با خداوند قبول

کفر هم نسبت به خالق حکمت است
چون بما نسبت کنی کفر آفت ست الخ

[2] مثنوی دفتر پنجم میں یہ عنوان قرار دیکر کہ گریہ وزاری سے نماز باطل ہوجاتی ہے، یا اور زیادہ کمال حاصل کرتی ہے، جان نماز کو یوں بیان کیا ہے،

زانکه ترک تن بود اصل نماز
ترک خویش و ترک فرزندان بناز

[3] حاشیہ اوپر گذرچکا،

مستمع ہمچو آر دست پیش خمیر کننده، کلام ہمچو آبست، در آر د آن قدر آب ریزند که صلاح آن باشد، ؎

چشم بدگر کسے نہ گرد دچہ کنم ،، از خود گلہ کن کہ روشنائیش توئی

چشم بدگر کس نگرد یعنی مستمع دیگر نہ جوید جز تو من چہ کنم روشنائیش توئی بدین سبب که تو با توئی از خود نرہیده تا روشنائیت صد ہزار تو بودے،

حکایت شخصی بود سخت لاغر و ضعیف و حقیر ہمچو عصفورے سخت حقیر بود نظر ہا چنانک صورتہای حقیر او را حقیر نظر کر ندے و خدا را شکر کردندی اگر چہ پیش از دیدن او تشکی بودندے از حقارت صورت خویش دبا این ہمہ در شب سخن گفتے و لافہا ے زفت زدے در دیوان ملک بردی وزیر، و وزیر را از آن در دکردے و فرو خوردے تا روزے وزیر گرم شد و بانگ برآورد که اے اہل دیوان این فلان فلانی را ما ز خاک برگرفتیم و پروردیم دینان و خوان و نان پاره و نعمت ما کسی شد و اینجا رسید که ما را چنین ہا گوید در روے او برجست و گفت ای اہل دیوان و اکابر دولت وار کان خواجہ راست می گوید بنعمت و نان آبا ے او پرورده شدم و بزرگ شدم لاجرم بدین حقیری و رسوائی ام اگر بنان و نعمت کسی دیگر پرورده شدے بودے که صورتم و قامتم و قیمتم به از این و بیش از ین بودے او مرا از خاک بر داشت لاجرم ہمی گویم، یالیتنی کنت ترابا[1] و اگر کسے دیگر مرا از خاک بر داشتے چنین مضحکہ نبودے

اکنون مریدے که پرورش از مرد حق یابد روح او را پرو بال و پایے باشد و کسی که از مزورے و سالوسے پرورده شود و علم از و آموزد و تربیت و مجاہده از و یا بد

[1] ''کاش مین خاک ہی رہتا'' (نباء ع۱)

روح از و رنجیده شود ہمچو آن شخص حقیر و ضعیف و عاجز و غمگین و لے بیرون مشو از تردد ہا، باشد و حواس او کوتہ بود والذین کفروا اولیاؤھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات[۱]

در سرشت آدمی ہمہ علمہا در اصل او سرشتہ اند، کہ روح از و مغیبات را بنماید، چنانک آب صافی آنچ در تحت اوست از سنگ ریزہ و سفال وغیرہ و آنچ بالائے آبست ہمہ بنماید عکس آن آب حق تعالیٰ در گوہر این نہادہ است بی علاجی و تعلیمی لیک چون آب آمیختہ شد با خاک یا رنگہای دیگر آن خاصیت و آن دانش از و جدا شد و او را فراموش شد حق تعالیٰ انبیاء و اولیاء را فرستاد ہمچو آن آب صافی بزرگ کہ ہر آب حقیر رنگین و تیرہ کہ درو در آید از تیرگی و رنگ عارضی خود برہد، پس او را یاد آید چون خود را صاف بیند بداند کہ اول من چنین صاف بودم بہ یقین و بداند کہ آن تیرگیہا و رنگہاے عارضی بود یادش آید حالتی کہ پیش ازین عوارض بود و بگوید کہ ھذا الذی رزقنا من قبل[۲] پس انبیاء و اولیا مذکران باشند او را از حالت پیشین نہ آنک در جوہر او چیزی نو نہند اکنون ہر آب تیرہ کہ آن آب بزرگ را شناخت کہ من ازویم و از آن ویم در آمیخت و آن آب تیرہ کہ آن آب بزرگ را نشناخت و او را غیر خود دید و غیر جنس دید پناہ بہ رنگہا و تیرگیہا گرفت تا با بحر نیامیزد و از آمیزش بحر دور تر شود چنانک فرمود، فما تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھا اختلف[۳] و ازین

---

[۱] کافرون کے دوست شیاطین ہین، جو انھین روشنی سے نکال کر تاریکیون مین لاتے رہتے ہین،، (البقرع ۳۴)

[۲] یہ وہی ہے جو اس سے قبل ہمین رزق مل چکا ہے،، (البقرع ۳)

[۳] ،، جس روح نے اس سے موافقت کی، وہ اس سے مل گئی، اور جس نے اس سے بیگانگی اختیار کی وہ الگ ہو گئی،، حدیث صحیح، (بخاری کتاب بدء الخلق)،

فرمود لقد جاء کم رسول من انفسکم[1] یعنی کہ آب بزرگ از جنس آب خرد است و از نفس اوست و از گوہر اوست و آنچہ از نفس خود نمی بیند آن تا گر از نفس آب نیست از قرین بدست یا آب کہ عکس آن قرین برین آب می زند و او نمی داند کہ رمیدن من از آن آب بزرگ و بحر از نفس منست و یا از عکس این قرین بد از غایت آمیزش چنانکہ گل خوار نداند کہ میل من بگل از طبیعت منست یا از علتی کہ با طبع من در آمیختہ است،

بدانکہ ہر خبری و حدیثی و آیتی کہ باستشہاد آرند، ہمچون دو شاہد و دو گواہست، واقف بر گواہیہای مختلف، بہر مقامی گواہی دہند مناسب آن مقام چنانکہ دو گواہ باشند گواہند بر وقف خانہ و گواہند بر بیع دکانے و ہمین گواہ اند بر نکاحے در ہر قضیہ کہ حاضر شوند بر وفق آن گواہی دہند صورت گواہ ہمان باشد و معنی دیگر و نفعنا اللہ وایاکم اللون لون الدم والریح ریح المسک

فصل

گفتیم کہ آرزو شد او را کہ شما را ببیند و می گفت و می خواہم کہ خداوندگار را ببیند مے مولانا فرمود کہ خداوندگار را این زمان نبیند بحقیقت زیرا آنچہ او آرزو می برد کہ خداوندگار را ببینیم آن نقاب خداوندگار بود خداوندگار را این ساعت بے نقاب نبیند و ہمچنین ہمہ آرزوہا و مہرہا و محبتہا و شفقتہا کہ خلق دارند بر انواع چیزہا و بپدر و مادر و برادر و دوستان و آسمانہا و زمینہا و باغہا و ایوانہا و علمہا و عملہا و طعامہا و شرابہا ہمہ آرزوی حق دانند و آن چیزہا جملہ نقابہاست چون ازین عالم بگذرند و آن شاہ را بے این نقابہا ببینند بدانند کہ آن ہمہ نقابہا و روپوشہا

---

[1] تمھارے پاس رسول تمھیں مین سے آیا ہے،، (توبہ ع ۱۶)

بود مطلوب ایشان در حقیقت یک چیز بود، ہمہ مشکلہا حل شود، ہمہ سوالہا و اشکالہا را کہ در دل داشتند ہمہ را جواب بشنوند، و ہمہ عیان گردد، و جواب حق چنان نباشد کہ ہر مشکلی را علی الانفراد جدا جدا جواب باید گفتن، بیک جواب ہمہ سوالہا بیکبار معلوم شود و مشکل حل گردد، ہمچنان کہ در زمستان ہر کسے در جامہ یا در پوستینے یا در تنورے یا در غار گرمے از سرما خزیدہ باشد و پناہ گرفتہ و ہمچنین جملۂ نباتات از درخت و گیاہ وغیرہ از زہر سرما بے برگ و بر ماندہ و درختہا را در باطن بردہ و پنہان کردہ تا آسیب سرما برو نرسد، چون بہار آید، جواب ایشان تجلی بفرماید، جملہ سوالہای مختلف ایشان از احیا (و نبات) و اموات بیکبار حل گردد و آن سببہا برخیزد و جملہ سر بیرون کنند و بدانند کہ موجب آن بلا چہ بود،

حق تعالیٰ این نقابہا را برای آن مصلحت آفریدہ است، کہ اگر جمال حق بے نقاب روی نماید، ما طاقت آن نداریم، و بہرہ مند نشویم، بواسطۂ این نقابہا مدد و منفعت می گیریم، این آفتاب را می بینی کہ در نور او می رویم، و می بینیم و نیک را از بد تمیز می کنیم، و در و گرم می شویم و درختہا و باغہا مثمر می شوند، و میوہ ہائے خام و ترش از حرارت او پختہ و شیرین می شود، و معاون زر و نقرہ و لعل و یاقوت از تاثیر او ظاہر می شوند، اگر این آفتاب کہ چندین منفعت می دہد بوسایط اگرچہ نزدیکتر آید ہیچ منفعت ندہد، بلکہ جملۂ عالم و خلقان بسوزند و نمانند حق تعالیٰ چون بر کوہ بحجاب تجلی می کند آن را پر درخت و پر گل و سبزہ و پیراستہ و آراستہ می گرداند و چون بے حجاب تجلی می کند او را ریزہ ریزہ و ذرہ ذرہ می گرداند فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکاً[1]

سائلی سوال کرد کہ آخر در زمستان نیز ہمان آفتاب ہست گفت ما را غرض اینجا

[1] جب اس کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی کی تو اسے چور چور کر دیا، (اعراف ع ۱۷)

حمل گفتن مثال ست اما آنجا نہ حمل ست و نہ حمل، مثل دیگرست و مثال دیگر، ہر چند کہ عقل آن چیز را بجہد ادراک نکند، اما عقل جہد خود را کی رہا کند اگر جہد خود را رہا کند آن عقل نباشد، عقل آنست کہ ہموارہ شب و روز مضطرب و بی قرار باشد از فکر و جہد و اجتہاد نمودن در ادراک باری تعالیٰ، اگر چہ او مدرک نشود و قابل ادراک نیست، عقل ہمچون پروانہ است و معشوق ہمچون شمع است ہر چند کہ پروانہ چون خود را بر شمع زند بسوزد و ہلاک شود اما پروانہ آنست کہ ہر و آسیب آن سوختگی و الم می رسد (د) از شمع نشکیبد و اگر حیوانی باشد مانند پروانہ کہ از نور شمع نشکیبد و خود را بر آن زند او پروانہ (نہ) باشد و اگر پروانہ خود را بر نور شمع زند و سوزد آن نیز شمع نباشد پس آدمی کہ از نور حق نشکیبد و اجتہاد نماید او آدمی نباشد و اگر تواند حق را ادراک کردن آن ہم حق نباشد پس آدمی آن ست کہ از اجتہاد خالی نیست و گرد نور جلال حق می گردد بی آرام و بی قرار، و حق آنست کہ آدمی را بسوزاند و نیست گرداند و مدرک ہیچ عقلی نگردد،

فصل

پروانہ گفت کہ مولانا بہاء الدین پیش از آنک خداوندگار روی نماید عذر بندہ میخواست کہ مولانا جہت این حکم کردہ است کہ امیر بزیارت من نیاید و رنجہ نہ شود کہ ما را احوالہاست حالتی باشد کہ سخن گوئیم، حالتی آید کہ نگوئیم، حالتی پروائے خلقان باشد حالتی عزلت و خلوت حالتی استغراق و حیرت ہبادا کہ امیر در حالتی آید کہ نہ توانم دلجوئی او کردن، و فرغت آن نباشد کہ با وے بموعظہ و مکالمت پردازیم، پس آن بہتر کہ چون ما را فراغت باشد کہ توانیم بدوستان پرداختن و با ایشان منفعت رسانیدن ما بردیم دوستان را زیارت کنیم، امیر گفت کہ مولانا بہاء الدین را جواب دادم کہ من بجہت آن نمی آیم کہ مولانا بمن پردازد، و با من مکالمت کند، برای آن می آیم کہ مشرف شوم و از زمرۂ بندگان

باشم از اینہا کہ این ساعت واقع شدہ است یکی آن ست کہ مولانا مشغول بود دروی ننمود تا دیری مرا در انتظار رہا کرد تا من بدانم کہ اگر مسلمانان را و نیکان را چون بر در من بیاید منتظر شان نگذارم و زود در راہ بدہم انتظار چنین صعب ست و دشوار ست مولانا تلخی آن را ہمین چشانید و مرا تادیب کرد تا با دیگران چنین نہ کنم،

مولانا فرمود نی بلکہ آنکہ شمار ا منتظر رہا کردم از عین عنایت بود حکایت می آورند کہ حق تعالی می فرماید کہ ای بندۂ من حاجتِ ترا در حالت دعا و نالہ زود بر آوردمی اما آواز و نالۂ تو مرا خوش می آید در اجابت جہت آن تاخیر می افتد تا بسیار بنالی کہ آواز و نالۂ تو مرا خوش می آید مثلاً دو گدا بر در شخصے آمدند، یکی مطلوب و محبوب و آن دیگر عظیم مبغوض است خداوندخانہ گوید بغلام زود بی تاخیر بآن مبغوض نان پارہ بدہ تا از در ما آوارہ شود و آن دیگر را کہ محبوب ست وعدہ بدہ کہ ہنوز نان نہ پختہ اند صبر کن تا نان برسد و بپزد، کہ دوستان را بیشتر خاطرم خواہد کہ بینم و در ایشان سیر سیر نظر کنم و ایشان نیز در من تا چون اینجا بسیار دوستان صاحب گوہر ہمدیگر را نیک نیک دیدہ باشند چون در آن عالم حشر شوند، آشنائی قوت گرفتہ باشد، زود ہم دیگر را باز شناسند، و بدانند کہ ما در دار دنیا بہم بودہ ایم، و بہم خوش بپیوندند زیرا کہ آدمی یار خود را زود گم می کند، نمی بینی کہ درین عالم کہ با شخصے دوست شدۂ جانانہ تو در نظر تو یوسفیست بیک فعل قبیح از نظر تو پوشیدہ می شود، و او را گم می کنی، و صفت یوسفی بگرگی مبدل می شود[1] کہ ہمان را کہ یوسف میدیدی اکنون بصورت گرگش می بینی، ہر چند کہ صورت او مبدل نشدہ است و ہمان ست کہ

[1] مثنوی، دفتر چہارم، حکایت آن زاہدے کہ در سال قحط خندان و شاد بود الخ

از پدر بر تو جفائے چون رود آن پدر در چشم تو سگ می شود،

می دیدی ، باین یک حرکت عارضی گمش کردی، فردا کہ حشر دیگر ظاہر شود و این ذات بذات دیگر مبدل شود چون نیک او را نشناختہ باشی، و در ذات او نیک فرو نرفتہ باشی، چونش خواہی شناختن حاصل آنکہ ہمدیگر را نیک نیک می باید دیدن و از اوصاف بد و نیک کہ در آدمی مستعارست از آن گذشتن و در عین ذات او رفتن، و نیک نیک دیدن کہ این اوصاف کہ مردم ہمدیگر را می دہند اوصاف اصلی ایشان نیست،

حکایت گفتہ اند کہ شخصی گفت کہ من فلان مرد را نیک می شناسم و نشان او بدہم گفتند فرما گفت مکاری من بود و دو گاو سیاہ داشت، اکنون ہمہ ہمچنین برین مثال ست کہ خلق می گویند کہ فلان دوست را دیدیم و می شناسیم، و ہر نشانی کہ دہند در حقیقت ہمچنان باشد، کہ حکایت دو گاو سیاہ داده باشند آن نشان او نباشد، و آن نشان ہیچ کاری نیاید اکنون از نیک و بد آدمی باید گذشتن و فرو رفتن در ذات او کہ چہ ذات و چہ گوہر دارد کہ دیدن و دانستن او آن ست،

عجم می آید از مردمان کہ گویند اولیا و عاشقان بعالم بیچون کہ او را جای نیست وصورت نیست و مکان نیست و بے چون چگونہ است، چگونہ عشق بازی می کنند، و مدد وقوت می گیرند، و متاثر می شوند، آخر شب و روز در آنند، این شخص کہ شخصے را دوست میدارد و ازو مدد می گیرد، آخر این مدد از لطف و احسان و علم و ذکر و فکر و از شادی وغم او می گیرد، و این جملہ در عالم لامکان ست، و او دمبدم ازین معانی مدد می گیرد و متاثر می شود عجبش نمی آید و عجبش می آید کہ بعالم لامکان چون خوش شوند و از وی چون مدد گیرند

حکیمی منکر می بود این معنی را، روزی رنجور شد و از دست رفت و ریش برو دراز

کسیند حکیم الٰہی بزیارت او رفت، گفت آخر چه می طلبی، گفت صحت، گفت صورت این صحت را بگو که چگونه است تا حاصل کنم، گفت صورتے ندارد، و او بی چون ست چونش می طلبی، گفت آخر بگو که صحت چیست، گفت "این می دانم که چون صحت بیاید، قوتم حاصل می شود، و فربه می شوم، و سرخ و سفید می گردم، و تازه و شگفته می گردم"، گفت من از تو نفسِ صحت را می پرسم که ذات صحت چه چیز ست، گفت نمی دانم بیچون ست، گفت اگر مسلمان شوی و از مذهب اول باز گردی ترا معالجه کنم و صحت را بتو رسانم،

از مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کردند که هر چند که این معانی بی چونند اما بواسطهٔ این صورت آدمی از آن معانی منفعت می توان گرفتن، فرمود اینک صورت آسمان و زمین بواسطهٔ این صورت منفعت می گیرند از آن معنی کل، چون می بینی تصرف چرخ و فلک را، و باریدن ابر ها را بوقت و تابستان و زمستان، و تبدیلهای روزگار را، می بینی همه بر صواب و بر حکمت، آخر این ابر جماد چه داند که بوقت می باید باریدن، و این زمین را می بینی چون نبات را می پزیرد و یکی را ده می دهد آخر این را کسی می کند او را می بین بواسطهٔ این عالم مدد می گیر همچنانکه از قالب آدمی مدد می گیری از معنی آدمی از معنی عالم مدد می گیر بواسطهٔ صورت عالم،

چون پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم مست شدی و بے خود گشتی سخن گفتی قال اللہ آخر از روی صورت زبان او می گفت اما او در میان نبود گوینده در حقیقت حق بود[1] چون

---

[1] مثنوی، دفتر ششم، عنوان تمثیل حریص بر دنیا

زین سبب قل گفتهٔ دریا بود	گر چه نطقِ احمدی گویا بود،
گفتهٔ او جمله دُرِّ بحر بود،	که دلش را بود در دریا نفود،

او در اول خود را دیده بود که از چنین سخن جاہل و نادان بود و بے خبر، اکنون از وی چنین سخن می زاید و اند که او نیست که اول بود این تصرف حقیقت چنانکہ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم خبر می دہد پیش از وجود خود چندین ہزار سال از آدمیان و انبیای گذشتہ وتا آخر قرن در عالم چہ خواہد شدن و از عرش و کرسی و از خلا و ملا وجود او دینہ بود قطعاً آن چیز ہا را وجود دینہ حادث او نمی گوید حادث از قدیم چون خبر می دہد، پس معلوم شد کہ او نمی گوید حق میگوید کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى[1]،

حق از صوت و حرف منزہ ہست، سخن او بیرون از حرف و صوتست، اما سخن خود را از ہر حرفی و صوتی و از ہر زبانی کہ خواہد روان کند، چنانکہ در راہہا و کاروان سراہا ساختہ اند، بر سر حوض مردے سنگین و یا مرغے سنگین، از دہان ایشان آب می آید، و در حوض میریزد، ہمہ عاقلان دانند کہ آن آب از دہان مرغ سنگین نمی آید، و از جای دیگر می آید، آدمی را خواہی کہ بشناسی او را در سخن آر از سخن او را بدانی، و اگر طرار باشد و کسی بوی گفتہ باشد کہ از سخن مرد را بشناسد و او سخن را نگاہدارد قاصد تا او را در نیابند،

ہمچنان کہ آن حکایت کہ بچۂ در صحرا بمادر گفت کہ مرا در شب تاریک سیاہے ہویے مانند دیوردی می نماید، و عظیم می ترسم، مادر گفت مترس، چون آن صورت را بینی، دلیر بروے حملہ کن پیدا شود کہ خیالست یا حقیقت، گفت ای مادر اگر سیاہ را مادرش چنین وصیت کردہ باشد من چہ کنم، اکنون او را وصیت کردہ باشد کہ سخن مگو تا پیدا نگردی منش چون شناسم گفت در حضرت او خاموش کن و خود را بوی دہ و صبر کن باشد کہ کلمہٴ از دہان او بجہد و اگر نجہد باشد کہ از زبان تو کلمہٴ بجہد بنا خواست تا در خاطر تو سخنی و اندیشہ سر بر زند از آن

[1] ,, یہ پیغمبر اپنی خواہش سے نہیں بولتے، بلکہ ہماری وحی ہی کے مطابق کہتے ہیں ،، (نجم ع ۱)

سخن دا ازان اندیشه حال او را بدانی، زیرا که از و متاثر شده ی آن عکس اوست و احوال اوست که در اندرون تو سر بر زده ات،

شیخ سررزی[1] رحمة الله علیه میان مریدان نشسته بود مریدی را سر بریان اشتها کرده بود، شیخ اشارت کرد، که برای فلانی سر بریان بیارید، گفتند بچه دانستند که او را سر بریان می باید، گفت زیرا که سی سالست که مرا بایست نمانده است و خود را از همه بایستها پاک کرده ام و منزّهم، همچون آئینه بی نقش ساده گشته ام چون سر بریان در خاطر من آید، و مرا اشتها کرد، دانستم که آن تقاضائے فلان ست زیرا که آئینه بی نقش است اگر در آئینه نقش نماید نقش غیر باشد،

عزیزی در چله نشسته بود برائے طلب مقصودی، بوی ندا آمد که اینچنین مقصود بلند بچله حاصل نه شود، از چله بیرون آی تا نظر بزرگ بر تو افتد، آن مقصود ترا حاصل شود، گفت آن بزرگ را کجا یابم؟ گفتند در جامع. گفت میان چندین خلق او را چون شناسم که کدامست گفتند برو او ترا بشناسد و بر تو نظر کند، نشان آنک نظر او بر تو افتد آن باشد که ابریق از دست تو بیفتد و بے ہوش گردی بدانی که او بر تو نظر کرده است، چنان کرد ابریق پر آب در دست گرفت و جماعت مسجد را سقائی می کرد و میان صفوف می گردید ناگهان حالتی برئے پدید آمد و شهقۂ بزد و ابریق از دست او افتاد و بیهوش در گوشه ماند خلق جمله رفتند، چون بخود باز آمد خود را تنها دید آن شاه که بروے نظر انداخته بود آنجا نه دید اما بمقصود خود برسید،

خدای را مردانند که از غایت عظمت و غیرت حق روے ننمایند اما طالبان را به

[1] شیخ سررزی کے کچھ حالات مثنوی، دفتر پنجم میں درج ہیں، زیر عنوان حکایت شیخ محمد سررزی غزنوی قدس الله روحه،

مقصود ها خطیر برسانند و موهبت کنند اینچنین شاهان عظیم نادر ند و نازنین،

گفتم پیش شما این چنین بزرگان می آیند گفت ما را پیش نمانده است دیر ست که ما را پیش نیست اگر می آیند پیش آن تصور می آیند که اعتقاد کرده اند عیسیٰ را علیه السلام گفتند بخانهٔ تو می آئیم گفت ما را در عالم خانه کجاست و کے خانه بود،

حکایت آورده اند که عیسیٰ علیه السلام در صحرائی می گردید، بارانی عظیم فرو گرفت در خانهٔ سیه گوش در کنج غاری پناه گرفت، لحظه که باران منقطع شد وحی آمد که از خانهٔ سیه گوش بیرون رو که بچگان او بسبب تو نمی آیند، ندا کرد که یارب لابن اوی ماوی ولیس لابن مریم ماوی، گفت فرزند سیه گوش را پناهیست و جائیست و فرزند مریم را نه پناهست و نه جائیست و نه خانه است و نه مقام است،

مولانا قدس الله بسره العزیز فرمود که اگر فرزند سیه گوش را خانه است اما چنین معشوقی او را از خانه نمی راند، ترا چنین راننده هست، اگر ترا خانه نباشد چه باک که لطف چنین رانندهٔ و بلطف این خلعت تو مخصوص شدی که او ترا می راند، صد هزاران زمین و آسمان و دنیا و آخرت و عرش و کرسی می ارزد و افزونست و در گذشته است،

فرمود که آنچ امیر آمد و ما زود روی ننمودیم نمی باید که خاطرش بشکند زیرا مقصود او ازین آمدن اعزاز نفس ما بود یا اعزاز خود اگر برای اعزاز ما بود چون بیشتر بنشست و ما را انتظار کرد اعزاز ما بیشتر حاصل شد، و اگر غرضش اعزاز خود هست و طلب ثواب چون انتظار کرد و رنج انتظار کشید ثوابش بیش باشد پس علی کلی التقدیرین با آن مقصود که آمد آن مقصود مضاعف شد و افزون گشت پس باید که دل خوش و شادمان گردد،

فصل

اینچه می گویند که ان القلوب علی القلوب شواهد گفتیست و نخیست که می گویند وحکائیتیست که بر ایشان کشف نشده است و اگرنه سخن چه حاجت بودی چون قلب گواهی می دهد، گواهی زبان چه حاجت باشد،

امیر نائب گفت که آری دل گواهی میدهد، اما دل را حظیست جدا و گوش را جدا و چشم را جدا و زبان را جدا بهر یکی احتیاجے هست تا فائده افزون تر باشد،

مولانا فرمود قدس الله سره العزیز که اگر دل را استغراق باشد همه محو او گردند، محتاج زبان نباشد آخر لیلی را که حسن رحمانی نبود جسمانی و نفسی بود و از آب و گل بود عشق او را آن استغراق بود که مجنون را چنان فرا گرفت و غرق گردانید که محتاج دیدن لیلی بچشم ظاهر نبود و سخن او را بگوش شنیدن حاجت نبود که لیلی از خود جدا نمی دید که

خیالک فی عینیّ واسمک فی فمی

وذکرک فی قلبی فکیف تغیب

اکنون چون معشوق جسمانی را آن قوت باشد که عشق او وی را بدان حال گرداند که خود را از وجدا نبیند حسهاے او بکلی درو غرق شوند که از چشم و سمع و شم وغیره هیچ عضوی حظی دیگر نطلبد همه را جمع بیند و حاضر داند اگر یک عضوے ازین عضوها که گفتیم حظی تمام یابد همه در ذوق آن غرق شوند و حظی دیگر نطلبند و این طلبیدن حس دیگر دلیل آن می کند، که این یک عضو چنانک حق حظست، تمام نگرفته است، حظی یافته است ناقص، لاجرم در ان حظ غرق نشده است، حس دیگرش حظ می طلبد عدو می طلبد هر حسی را حظی جدا، حواس جمعند از روے

معنی وازروی صورت متفرقند، چون یک عضو را استغراق حاصل شد، ہمہ در وی غرق
شوند چنانک مگس بالا می پرد، و پرش می جنبد و سرش می جنبد و ہمہ اجزاش می جنبد چون
چون در انگبین غرق شد و ہمہ اجزاش یکسان شد ہیچ حرکت نکند استغراق آن باشد کہ او
درمیان نباشد و او را جہد نماند، و فعل نماند و حرکت نماند غرق آن آب باشد ہر فعلی کہ ازو
آید آن فعل او نباشد فعل آب باشد، اگر ہنوز در آب دست و پای می زند آن را غرق
نگویند یا بانگی می زند کہ آہ غرق شدم این را نیز استغراق نگویند،[۱]

آخر این انا الحق گفتن منصور ہم ازین معنی است مردم پندارند کہ دعوی بزرگست انا العبد گفتن و دعوی
بزرگست انا الحق عظیم تواضعست، زیرا آنک می گوید کہ من عبد خدایم دو ہستی اثبات می کند
یکی خود را و یکی خدا را اما آنک انا الحق می گوید خود را عدم کرد بباد داد و می گوید کہ انا الحق یعنی
من نیستم ہمہ اوست جز خدا را ہستی نیست من بکلی عدم محضم و ہیچم[۲] تواضع درینجا بیشتر است
اینست کہ مردم فہم نمی کنند،

اینک مردی کہ بندگی کند حسبۃً للّٰہ آخر بندگی او درمیان ہست اگرچہ برای خدا است
خود را می بیند و خدا را می بیند او غرق آب نباشد غرق آنکس باشد کہ در او ہیچ جنبشی و فعلی
نماند اما جنبشہای او جنبش آب باشد شیرے آہوے را در پی کرد آہو از وے می گریخت دو

۱ـ مثنوی دفتر اول عنوان "باز گردانیدن امیر المؤمنین عمرؓ نظر او را از مقام گریہ" الخ

جست وجوئے از ورائے حال وقال ۞ غرق گشتہ در جمال ذوالجلال ۞ غرقۂ نے کہ خلاصی باشدش ۞ یا بجز دریا کسے بشناسدش

۲ـ حضرت خواجہ باقی باللہؒ فرماتے ہیں،

"در معنی عبارت انا الحق نہ آن ست کہ من حقم بلکہ آن ست کہ من نیستم و وجود حقست سبحانہ"

(مکتوبات مجدد دی دفتر اول حصہ ۴ صفحہ ۱۱ مطبوعہ امرتسر)

هستی بود یکے شیر و یکے هستی آهو اما چون شیر بر و رسید و در زیر پنجهٔ قهرا و شد و از هیبت شیر بے هوش و بے خود در پیش شیر افتاد این ساعت هستیٔ شیر ماند تنها هستیٔ آهو محو شد و نماند،

استغراق این باشد که حق تعالیٰ او را غیر آن خوف که خلق دارند از شیر و پلنگ و از ظالم حق تعالیٰ او را از خود خائف گرداند بر ایشان کشف گرداند که خوف از حقست و امن از حق و عیش و طرب از حق و خورد و خواب از حق حق تعالیٰ او را صورتی بنماید مخصوص و محسوس در بیداری چشم باز صورت شیر و پلنگ یا آتش چنانک او را معلوم شود بحقیقت که آن صورت شیر و پلنگ یا آتش ازین عالم نیست صورت غیب ست که مصوّر شده است و همچنین صورت خویش بنماید بجمال عظیم و بساتین که انوار و انهار و حور و قصور و طعامها و شرابها و خلعتها و براقها و شهرها و منزلها و عجایبهای گوناگون و حقیقت میداند که ازین عالم نیست حق تعالیٰ آنهار ابنظر او می نماید و مصوّر می گرداند پس یقین شود که او را خوف از حذ است و رجا و همه راحتها و مشاهده اکنون این خوف او بخوف خلق نماند زیرا از آن این مشاهده است بدلیل نیست چون حق بوی معین نمود که همه از اوست،

فلسفی نیز آنرا داند اما دلیل پایدار نباشد و آن خوشی که از دلیل حاصل شود آن را بقای نباشد تا دلیل را بوی می گوئی خوش و گرم و تازه می باشد چون ذکر دلیل بگذرد، گرمی و خوشی او نماند چنانک شخصی بدلیل دانست که این خانه را بنّائے هست و بدلیل داند که این بنّار اچشم هست و کور نیست قدرت دارد و عجز ندارد موجود بود معدوم نبود زنده بود مرده نبود بر بنائے خانه سابق بود این همه را داند اما بدلیل داند و دلیل پایدار نباشد زود فراموش شود اما عارفان چون خدمتها کردند بنّار اشناختند و بعین الیقین دیدند، و نان ع

نمک بہم خوردند اختلاطہا کردند ہرگز بناز تصور و از نظر ایشان غائب نہ شود پس چنین کس فانی حق باشد و در حق او گناہ گناہ نبود جرم جرم نبود چون او مغلوب و مستہلک آب است[1]،

بادشاہی غلامان را فرمود کہ ہر یکے قدحے زرین بکف گیرند کہ مہمانے می آید و آن غلامِ مقرب را نیز فرمود کہ قدحے بگیر چون پادشاہ روے نمود آن غلام خاص از دیدارِ پادشاہ بیخود و مست شد و قدح از دستش بیفتاد و بشکست دیگران چون از و چنین دیدند گفتند، مگر چنین می باید، قدحہا بقصد می بیداختند بادشاہ عتاب کرد کہ چرا چنین کردید گفتند او مقرب بود چنین کرد بادشاہ گفت ای ابلہان آنرا او نکرد آنرا من کردم، از روے ظاہر ہمہ گناہ بود اما آن یک گناہ عین طاعت بود بلکہ بالاے ہمہ طاعتہا بود چون مقصود از ہمہ آن غلام او بود باقی غلامان تبع و طفیل ویند زیرا آن غلام بادشاہ بود در حقیقت باین معنی کہ گفتیم و ہمہ غلامان پادشاہند پس تبع او باشند چون او عین پادشاہست و غلامی برو جز صورت نیست از جمال پادشاہ پرست حق تعالیٰ می فرماید، لو لاک لما خلقت الافلاک[2] ہم انا الحق است معنیش این ست کہ افلاک را برای خود آفریدم این انا الحق ست بزبانے دیگر و رمزے دیگر،

سخنہای بزرگان اگر بصد صورت زبان مختلف نماید یک باشد چون حق یکیست

---

[1] مثنوی دفتر دوم بعنوان آفت تاخیر خیرات بہ فردا، ؎

نان مُردہ چون حریف جان شود زندہ گردد نان عین آن شود ہیزم تیرہ حریف نار شد تیرگی رفت و ہمہ انوار شد الخ

[2] ”اے پیغمبر اگر تجھے نہ پیدا کرتا، تو مین آسمانون کو بھی نہ پیدا کرتا“، یہ حدیثِ قدسی، عام طور پر زبان زد ہے لیکن سند نہیں ملی،

وراہ یکیست سخن دو چون باشد اما بصورت مخالف می نماید معنی یکیست و تفرقہ در صورت ست در معنی ہمہ جمعیت ست چنانک بفرماید کہ خیمہ بدوزند یکی ریسمان می تابد دیگی میخ می تراشد دیگی می بافد ویکی می دوزد دیگی می درد این صورتہا اگرچہ از روے ظاہر مختلفند ومتفرق اما از روے معنی جمعند ویک کاری کنند وہمچنان احوال این عالم نیز چون درنگری ہمہ بندگی حق می کنند، از فاسق واز صالح واز عاصی واز مطیع از دیو واز فرشتہ مثلاً پادشاہ خواہد کہ غلامان را امتحان کند، وبیازماید، باسباب تا باثبات از بی ثبات پیدا شود ونیک عہد واز بد عہد وبے وفا از با وفا ممتاز شود واورا موسوسے ومہیجے می باید، تا ثبات او پیدا شود، واگر نباشد ثبات او چون پیدا شود ؟ پس آن موسوس بندگی پادشاہ می کند، چون خواست پادشاہ این ست کہ چنین کند، باد را فرستاد تا ثابت را از غیر ثابت پیدا کند، پشہ را از درخت و باغ جدا کند تا پشہ برود وآنچ غیر پشہ باشد بماند،

ملکی کنیزکے را فرمود، کہ خود را بیاراے وبر غلامان عرضہ کن، تا امانت وخیانت ایشان ظاہر شود، فعل آن کنیزک اگرچہ بظاہر معصیت می نماید، اما درحقیقت بندگی پادشاہ می کند، این بندگان خود را چون درین عالم دیدند نہ بدلیل وتقلید بل بمعاینہ بی پردہ وحجاب کہ جملہ از نیک وبد بندگی وطاعت حق می کنند کہ وان من شیء الا یسبح بحمدہٖ[1] پس درحق ایشان ہمین عالم قیامت باشد، چون قیامت عبارت از آنست کہ ہمہ بندگی خدا کنند وجز بندگی او کاری دیگر نہ کنند این معنی را ایشان ہمین جا می بینند کہ لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً،

[1] کوئی شے ایسی نہیں، جو حمد خداوندی کی تسبیح مین نہ لگی رہتی ہو، (بنی اسرائیل، ع ۵)

عالم از روی لغت این باشد که از عارف عالی تر باشد زیرا خدا را عالم گویند اما عارف نشاید گفتن معنی عارف آن ست که نمی دانست و دانست و این در حق خدا نشاید اما از روئی عرف عارف بیش است زیرا عارف عبارتست از انچ بیرون از دلیل داند علم را بمشاهده و معائنہ دیده است عرفاً عارف این را گویند،

گفته اند که عالمی بِه از صد زاهد است عالم به از صد زاهد چون باشد آخر این زاهد بعلم زهد میکند زهد بی علم محال باشد آخر زهد چیست از دنیا اعراض کردن در وے بطاعت و آخرت آوردن آخر می باید که دنیا را بداند و زشتی و بی ثباتی دنیا را بداند و لطف و ثبات و بقای آخرت را بداند و اجتهاد بر طاعت که چون طاعت کنم؟ و چه طاعت کنم؟ این همه علمست پس زهد بی علم محال باشد پس زاهد هم عالمست و هم زاهد این عالم که به از صد زاهد ست چون باشد معنیش را فهم نه کرده اند آن علم دیگرست که بعد ازین علم و زهد که اول داشت حق تعالی بوی دهد که این علم دوم ثمرهٔ آن علم و زهد باشد قطعاً این چنین عالم به از صد زاهد باشد نظیر این همچنان که مردی درختی را نشاند و درخت بار داد قطعاً که آن درخت بار داد به از صد درخت باشد که بار نداده باشد زیرا که آن درختان شاید که ببر نرسند که آفتهائے در راه بسیارست حاجی که بکعبه رسد، به از آن صد حاجی باشد که در بادیهٔ روان هست، که ایشان را خوف است برسند یا نرسند، اما این بحقیقت رسیده است یک حقیقت به از صد هزار شک است

امیر نائب گفت آنک نرسید هم امید دارد فرمود که آنک امید می دارد تا آنک رسید از خوف تا امن فرقے بسیارست و چه حاجت ست به فرق این بر همه ظاهر است سخن در امن ست که از امن تا امن فرقهائے عظیم است تفضیل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

برانبیا می آخرا زوے امن باشد و اگرنہ جملہ انبیاء برامنند، واز خوف گذشتہ اند، الاکہ در امن مقامہاست کہ ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات[1] الاکہ در عالم خوف مقامات خوف را نشان توان داد اما مقامات امن بی نشان است در عالم خوف نظر کنند ہر کسے در راہِ خدا چہ بذل می کند یکے بذل تن می کند دیکے بذل مال وُیکے بذل جان یکے روزہ یکے زکوٰۃ یکے نماز یکے دہ رکعت یکے صد رکعت پس منازل ایشان متصورست ومعین است ازان توان نشان دادن ہمچنان کہ منازل قونیہ تا قیصریہ معین است اول قیماز واوبرخ وسلطان وغیرہ امامنازل دریا از انطاکیہ تا مصر بی نشانست آن را کشتی بان داند باہل خشکی نگوئند چون نتوانند فہم کردن،

امیر نائب گفت ہم گفت نیز فائدہ می دہد اگر ہمہ را نداننداند کے بدانند و بی برند وگمان برند فرمود اي واللہ کسی کہ در شب تارے نشستہ است بیدار بعزم آنک سوے روز می روم اگرچہ چگونگی رفتن رانمی داند، اماچون روز را منتظر ست بروز نزدیک می شود یاشخصی در شب تاریک وابر پس کاروانے میرود نمی داند کہ کجا رسید و کجا می گذرد وچہ قدر قطع مسافت کرد اماچون روز شود حاصل آن رفتن را بیند سر بجای برزند ہر کہ حسبۃً للہ دو چشم برہم زند ہم ضائع نیست، فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ[2]

الاچون اندرون تاریکیست ومحجوبست، نمی بیند کہ چہ قدر پیش رفتہ است آخر بیند کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ ہر کہ اینجا بکارد آنجا برگیرد،

عیسی علیہ السلام بسیار خندیدی ویحیی علیہ السلام بسیار گریستی یحییٰؑ بہ عیسیٰؑ گفت کہ تو

---

[1] ہم نے بعض کے درجے بعض سے بلند کئے ہیں،، (زخرف، ع ۳)

[2] جس نے رائی کے دانہ کے برابر بھی نیکی کی ہے وہ اسے دیکھ لے گا،، (سورۂ زلزال)

از مکرہای دقیق حق قوی ایمن شدی کہ چنین می خندی علیسیٰؑ گفت کہ تو از عنایتہا و لطفہای غریب پنہان حق قوی غافل شدی کہ چندین می گریی ولیّ از اولیا درین ماجرا حاضر بود از حق تعالیٰ پرسید کہ ازین ہر دو مقام کرا عالی ترست جواب رسید کہ انا عند حسن ظن عبدی بی (من آنجا ام کہ ظن بندہ منست) بہر بندہ مرا صورتیست و خیالیست ہر چہ او مرا خیال کند من آنجا باشم من بندۂ آن خیالم کہ حق آنجا باشد بیزارم از آن حقیقت کہ حق آنجا نباشد خیالہا را ای بندگان من پاک کنید کہ جایگاہ و مقام منست[۱]، اکنون تو خود را می آزما کہ از گریہ و خندہ و صوم و نماز و خلوت و جمعیت و غیرہ ترا کدام نافع تراست و احوال تو بکدام طریق راست تر می شود و ترقی افزون ترا آن کار را پیش گیر استفت قلبک و ان افتاک المفتون[۲]، ترا مفتی معنی ہست در اندرون فتوی مفتیان بر وعرضہ دار تا آنچ او را موافق آید آن را گیر ہمچنان کہ طبیب نزد بیماری می آید از طبیب اندرون می پرسد زیرا ترا طبیبی ہست در اندرون و آن مزاج تست، کہ دفع کند، و می پذیرد، و لہذا طبیب بیرونی از وی می پرسد، کہ فلان چیز کہ خوردی چون بود، سبک بودی و یا گران بودی، جوابت چون بود از آنچ طبیب اندرون خبر دہد، کہ طبیب بیرون

---

[۱] مثنوی، دفتر اول بعنوان، دل نہادن مرد عرب بر التماس الخ

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است | من نگنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز | من نگنجم این یقین دان ای عزیز
در دل مومن بگنجم ای عجب | گر مرا جوئی در آن دلہا طلب

[۲] اپنے دل سے فتویٰ لو، اگرچہ مفتی لوگ فتوی دیتے ہیں، محدثین نے حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے افتاك الناس و افتوك (المقاصد الحسنہ، سخاوی، حرف ہمزہ)

بدان حکم کند، پس اصل طبیب اندرون ست (و آن مزاج اوست) چون این طبیب اندرون ضعیف شود و مزاج فاسد شود از ضعف ہمہ چیز ہا را بعکس بیند و نشانہای کژ دہد، شکر را تلخ گوید و سرکہ را شیرین، پس محتاج شد یم بطبیب بیرون کہ او را مدد دہد، تا مزاج بر قرار اول آید، بعد از آن او باز بطبیب خود نماید و از و فتوی می ستاند، ہمچنین مزاجی ہست آدمی را از روی معنی، چون آن ضعیف شود حواس باطنۂ او ہرچہ بیند و ہرچہ گوید ہمہ برخلاف باشد پس انبیاء و اولیا طبیبانند او را مدد کنند، تا مزاجش مستقیم گردد، و دل و دینش قوت گیرد کہ ارنی الاشیاء کما ہی[1]

آدمی عظیم چیز یست، در وی ہمہ چیز مکتوبست، حجب و ظلمات نمی گذارد کہ او آن علم را در خود بخواند، حجب و ظلمات این مشغولیہای گوناگون ست، و تدبیر ہای گوناگون دنیا و آرزو ہاے گوناگون با اینہمہ کہ در ظلمات است و محجوب پردہاست ہم چیزے می خواند و از آن واقف است، بنگر کہ چون این ظلمات و پردہا و حجب برخیزد چہ سان واقف گردد از خود چہ علمہا پیدا کند، آخر این حرفہا از خیاطی و بنائی و نجاری و دردوگری و زرگری و علم نجوم و طب وغیرہ و انواع حرف الی مالا یعد و لا یحصی از درون آدمی پیدا شدہ است، از سنگ و کلوخ پیدا نشدہ، آنکہ می گویند زاغ آدم را تعلیم داد مردہ را در گور کردن، آن ہم از عکس آدمی بود بر مرغ زد، تقاضای آدمی او را بر آن داشت آخر حیوان جزو آدمی ست، جزو کل را چسان آموزد، ہمچنانکہ آدمی خواہد کہ بدست چپ بنویسد قلم بدست گیرد اگرچہ دل قویست اما دست در نبشتن می لرزد و دست بامر دل بنویسد، امیر گفت کہ مولانا دائم سخنہاے عظیم و عالی می فرمائد، فرمود کہ سخن منقطع نیست

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا،

از آن کسی که اہل سخن ست دائما سخن بوی می رسد، و سخن بوی متصلست، در زمستان اگر درختان برگ و بر ندہد تا نپندارند که در کار نیستند، ایشان دائما در کارند،

زمستان ہنگام دخلست، تابستان ہنگام خرجست، خرج را ہمہ ببینند ہمہ دخل را نہ بینند چنانک شخصے مہمانی کند، و خرجہا کند این را ہمہ ببینند، اما آن دخل را که اندک اندک جمع کرده بود، آن را نہ بینند و نہ دانند که اصل دخل ست، که خرج از دخل می آید، ما را با آنکس که اتصال باشد، دمبدم با وے در سخنیم، در خموشی و در غیبت و در حضور، بلک در جنگ ہم بہم و آمیختہ ایم اگرچہ مشت بر ہمدیگر می زنیم، با وے در سخنیم، و یگانہ ایم، و متصلیم آن مشت مبین در آن مشت مویز باشد باور نمی کنی، باز کن و ببین، چہ جای مویز که جای گوہر ہائے عزیز آخر دیگران از دقائق و رقائق و معارف می گویند از نظم و نثر، اینک میل امیر این طرفست و با ماست، از روی معارف و دقائق و موعظہ نیست، چون در ہمہ جایہا ازین جنس ہست و کم نیست پس اینکہ مرا دوست می دارد و میل می کند، این غیر آنہاست، او چیزے دیگر می بیند، و ورای آنکہ از دیگران دیدست روشنائی دیگر می یابد،

آوردہ اند که پادشاہی مجنون را حاضر کرد، که ترا چہ بودہ است و چہ افتادہ است که خود را رسوا کردی و از خان و مان بر آمدی و خراب و فنا گشتی، لیلی چہ باشد و چہ خوبی دارد بیا تا ترا خوبان و نغزان نمایم و فدائے تو کنم و بتو بخشم چون حاضر کردند مجنون را در حال خوبان در جلوہ آمدند مجنون سر فرو افگندہ بود و پیش خود می نگریست، پادشاہ فرمود آخر سر بر گیر و نظر کن گفت می ترسم عشق لیلی شمشیر کشیدہ است، اگر سر بر دارم سرم ببیند از د، غرق عشق لیلی، آخر چنان گشتہ بود پروای دیگرے نداشت نظر بر غیر لیلی و را شمشیر قاتل بود آخر دیگران را چشم و رخ و لب و بینی بود آخر در وے چہ دیدہ بود که بدان ساکن گشتہ بود،

فصل

مولانا امیر را فرمود مشتاقیم، الا چون می دانیم که شما بمصالح خلق مشغولید، زحمت دور میداریم، امیر گفت این بر ما واجب بود، دهشت برخاست، بعد ازین بخدمت آئیم، مولانا فرمود که فرقی نیست همه یکیست شما آن لطف هست که همه یکے باشد از زحمتها چه بیند لیکن چون می دانیم که امروز شما بید که بخیرات و حسنات مشغولید، لاجرم رجوع بشما می کنیم، این ساعت بحث درین می کردیم که اگر هردی را عیالست و دیگری را نیست از وی برند و بوی می دهند اهل ظاهری گویند که از عیل می بری و بغیر عیل می دهی، چون بنگری خود عیل او نیست، در تحقیق، همچنان که اهل دلی را گوهری باشد (برای مصلحتے پنهانی) شخصی را بزند و بینی و دهان و سر بشکنند همه گویند که مضروب مظلومست، اما تحقیق مظلوم زننده است و آن سرشکسته ظالم چون این زننده صاحب گوهر است و مستهلک حق کرده او کرده حق بود خدا را ظالم نگویند، همچنان که مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم می کشت و خون می ریخت و غارت می کرد، و با اینهمه ظالم ایشان بودند و او مظلوم، مثلاً مغربی در مغرب مقیمست و صاحب گوهر نیست و مشرقی بمغرب آمد غریب آن مغربیست، اما این چه غریب که از مشرق آمد، چون همه عالم خانه بیش نیست ازین

لہ مثنوی، دفتر اوّل، عنوان، جواب گفتن علی علیه السلام، الخ ـــ

من چو تیغم وان زننده آفتاب — مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ در حراب

من چو تیغم پُر گهرہاے وصال — زنده گردانم نه کُشته در قتال

سایه ام من کے جدایم ز آفتاب — حاجبم من نیستم او را حجاب

گوشه بدان گوشه رفت آخر هم درین خانه هست اما آن مغربی که آن گوهر دار داز بیرون خانه آمده است غریب ست آخر می گویند که الاسلام بدا غریباً[1] نه گفت که المشرقی بدا غریباً،

همچنان که مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم چون شکسته شد مظلوم بود و چون شکست هم مظلوم بود زیرا در هر دو حالت محق او بود و مظلوم آن ست که حق بدست او باشد مصطفےٰ را صلی اللہ علیہ وسلم دل بسوخت بر اسیران حق تعالی برای خاطر رسول وحی فرستاد، که بگو ایشان را درین حالت که شما در بند و زنجیرید اگر نیت خیر کنید، حق تعالی شما را برهاند، و آنچ رفته است بشما باز دهد و اضعاف آن زعفران و رضوان در آخرت دو گنج یکے آن کز شما رفت و دیگر گنج آخرت،

امیر سوال کرد که چون بنده عمل کرد آن توفیق خیر از عمل می خیزد یا عطای حق ست فرمود که عطای حق ست و توفیق حق ست اما حق تعالی از غایت لطف به بنده اضافت می کند هر دو را و می فرماید که هر دو از تست جزاءً بما کانوا یعملون[2] گفت چون خدای را ازین لطفست پس هر که طلب حقیقی کند بیابد فرمود و لیکن بی سالار نشود همچنان که موسی را علیه السلام چون مطیع بودند در دریا راه پیدا می شد و گرد از دریا بر آمد و بر می گذشتند اما چون مخالفت آغاز کردند در فلان بیابان چهل سال بماندند که فرمود اربعین سنة یتیهون فی الارض[3] و سالار آن زمان در بند اصلاح ایشان باشد تا سالار بیند که در بند او نیند، و مطیع و فرمان نه دارند مثلاً چندین سپاهی در خدمت امیر چون مطیع و فرمان بردار باشند او نیز عقل در کار ایشان صرف کند و در بند اصلاح ایشان باشد اما چون مطیع نباشند کی در تدارک ایشان کوشد و

---

[1] اسلام کی ابتدا غربت سے ہوئی، حدیث صحیح ان الفاظ میں آئی ہے بدأ الاسلام غریباً [2] جو کچھ کیا اس کا بدلہ (احقاف، ع ۲) [3] وہ چالیس سال تک زمین میں بھٹکتے رہے۔ (مائدہ، ع ۴)

عقل خود را صرف کند،

بدانکه عقل در تن آدمی ہمچون امیریست مادام که رعایای تن مطیع او باشد همه کارها باصلاح باشد اما چون مطیع نباشد همه بفساد آید نمی بینی که چون مستی می آید، خمر خورده ازین دست و پا و زبان رعایای وجود چه فسادها بر می آید روزی دیگر بعد از هشیاری می گوید که چه کردم و چرا زدم و چرا دشنام دادم! پس وقتے کارها باصلاح باشد که در آن ده سالاری باشد و ایشان مطیع باشند اکنون عقل وقتی اندیشهٔ اصلاح رعایای آن اعضا کند که بفرمان او باشند مثلاً فکر کرد که بروم وقتی فکر کند که پای بفرمان او باشد و الا این فکر رانه کند اکنون همچنان که عقل درمیان تن امیرست، این وجودهائ دیگر که خلقند، ایشان نیز جمله با عقل و دانش و نظر و علم خود نسبت بآن ولی، جملگی تن صرفند، و عقل اوست درمیان ایشان، اکنون آن خلق که تنند، مطیع آن ولی نباشند احوال ایشان همواره در پریشانی و پشیمانی گذرد، اکنون چون مطیع شوند چنان باید شدن که هرچه او کند مطیع باشند و بعقل خود رجوع نکنند زیرا شاید که بعقل خود آن را فهم نه کنند باید که او را مطیع باشند بکلی همچنان که کودکی را در دوکان خیاطی نشانند او را علی الکل حال مطیع استاد باید بودن اگر تکل دهد که بدوز تکل دوزد و اگر شلال دهد شلال دوزد اگر خواهد که پیشه بیاموزد، تصرف خود را بکلی رها کند، و محکوم امر استاد شود و امید داریم از حق تعالی که حالتی پدید آرد که آن عنایت اوست و آن بالای صد هزار جهد و کوشش است که لیلة القدر خیرٌ من الف شهر[1] این سخن و آن سخن یکیست که جذبة من جذبات الحق خیرٌ من عبادة الثقلین[2] یعنی چون عنایت بیاید کار صد هزار کوشش کند،

---

[1] شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے،، (سورۂ قدر) [2] ذات حق کی ایک کشش دونوں جہان کی عبادتوں سے بہتر ہے،، سپہ سالار (ص ۲۳) میں اس قول کو حدیث نبوی کی حیثیت سے پیش کیا ہے جامیؒ نفحات الانس میں اسے ابو القاسم نصر آبادیؒ کی جانب منسوب کیا ہے، (ذکر ابراہیم ادہم)

وافزون کوشش خوب ومفید است، اما پیش عنایت چہ باشد،

پروانہ پرسید کہ عنایت کوشش دہد گفت چرا ندہد چون عنایت بیاید کوشش ہم بیاید[1]،
عیسیٰ علیہ السلام چہ کوشش کرد کہ در مہد گفت اِنِّی عَبْدُ اللّٰہِ آتَانِیَ الْکِتَابَ[2] یحییٰ علیہ السلام ہنوز در
شکم مادر بود کہ وصف او می کرد،

گفت محمدؐ رسول اللہ را بے کوشش شد فرمود افمن شرح اللّٰہ صدرہ للاسلام[3]،
اوّل فضلست، چون از ضلالت بیداری در و آید آن فضل حقست و عطای محض ست
والا چرا آن یاران دیگر را نشد کہ قرین او بودند، بعد از آن فضل وجزا ہمچنان کہ ستارۂ آتش
جست اولش عطاست، اما چون پنبہ نہادی وآن ستارہ را می پروردافزون می کنی بعد
ازین فضل وجزاست آدمی در اول وہلت خورد ست وضعیف کہ خلق الانسان ضعیفا[4]
ہمچنان کہ اول از آہن وسنگ در جامہ سوختہ درخشی بجہد اول ضعیفست اما آن آتش
ضعیف را بپرورند عالمی وجہانی را بسوزاند وآن آتش خرد بزرگ وعظیم شود کہ انک لعلی خلق عظیم[5]،
گفتم مولانا شمار اعظیم دوست می دارد فرمود کہ نی آمدن من بقدر دوستیست و نی گفتن
من آنچ می آید می گویم اگر خدا خواہد این اندک سخن را نافع کند، وآن را در اندرون سینہ
شما قائم دارد، ونفعہای عظیم کند واگر نخواہد صد ہزار سخن. گفتہ گیر، ہیچ در دل قرار نگیرد ہمہ بگذرد
وفراموش شود، ہمچنان کہ ستارہ آتش برجامۂ سوختہ افتاد، اگر حق خواہد، ہمان یک ستارہ بگیرد

[1] مثنوی دفتر سوم، عنوان تمنا کردن ہاروت وماروت مقام بشریت،

جز عنایت کہ کشاید چشم را	جز محبت کہ نشاند خشم را
جہد بے توفیق جان کندن بود	زار زنے کم گرچہ صد خرمن بود

[2] میں خدا کا بندہ ہوں میرے اوپر کتاب اتری ہے،، (مریم ع ۲) [3] کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا،، (زمر ع ۳) [4] انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے،، (نساء ع ۵) [5] بیشک تمہارا خلق اعلیٰ درجہ کا ہے،، (قلم، ع ۱)

و بزرگ شود، و اگر نه خواهد صد ستاره بدان سوخته برسد و نماند و هیچ اثر نکند و لله جنود السموات والارض[1] این سخنها هم سپاه حق‌اند، قلعه‌ها را بدستوری حق بگشایند، و بگیرند، اگر بفرماید چندین هزار سوار بروید بفلان قلعه، و روی بنمائید اما مگیرید چنین کنند، و اگر یک سوار را بفرماید که بگیر آن قلعه را، همان یک سوار بگشاید و بگیرد، پشه را بر نمرود بگمارد و هلاکش کند، چنانکه می گوید استوی عند العارف الدانق والدینار والاسد والهرة، اگر حق تعالی برکت دهد در دانقی کار صد هزار دینار کند، و اگر از هزار دینار برکت برگیرد کار دانقی نکند، و همچنین اگر گربه بر کسی گمارد هلاک کند، چون پشه نمرود را، و اگر خواهد شیر را مرکب درویشان کند و از بیم ایشان می لرزد، چنانکه بعضی از درویشان بر شیر سوار می شوند و چنانک آتش بر ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام برد و سلام شد و سبزه و گلزار گشت، چون دستوری حق نبود که او را بسوزاند،

فی الجمله چون ایشان دانستند که همه از حق است، پیش ایشان همه یکسان شد از حق امید داریم که شما این سخنها را هم از اندرون خود بشنوید، که مفید آن ست، اگر هزار دزد بیرونی بیایند در را نتوانند باز کردن تا از اندرون دزدی یار ایشان نباشد که از اندرون باز کند، هزار سخن از بیرون بگوئی تا از اندرون مصدقی نباشد سود ندارد، همچنان که درختی را تا در بیخ او تری نباشد، اگر هزار سیلاب بر وی ریزی سود ندارد، اول در بیخ او تری بباید تا آن مدد او شود، بیت،

نور اگر صد هزار می بیند، جز که بر اصل نور ننشیند
اگر همه عالم نور گیرد تا در چشم نوری نباشد هرگز آن نور را نبیند،

---

[1] آسمان و زمین میں خدا ہی کے لشکر ہیں،، (فتح ع ۱)

اکنون اصل آن قابلیت ست که در نفس است، نفس دیگر ست، و روح دیگر،
نمی بینی که نفس در خواب کجا ها می رود، و روح در تن ست، اما این نفس می گردد، و چیزی
دیگر می شود پس آنچ امیر المومنین علی رضی اللّٰه عنه گفت، مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ[1]
این نفس را گفت، روح را نگفت، و اگر گوئیم که این نفس را گفت هم خرده کاری نیست و اگر
آن نفس را شرح دهیم او همین نفس را خواهد فهم کردن، چو او آن نفس را ندیده اند، مثلاً آئینه کوچک
در دست گرفته اگر در آئینه نیک، و بد و یا خورد و بزرگ نماید آن باشد گفتن محال است، که
فهم شود، بگفت همین قدر باشد که درو خارخاری پدید آید که بیرون آن که ما می بینیم عالمی هست
تا لطلبیم این دنیا و خوشیها که در دست نصیب حیوانیت آدمی ست، این همه قوت حیوانیت
او می کند و آنچ اصل است که انسان ست در کاهش است، آخر می گوید که اَلْاِنْسَانُ
حَیَوَانٌ نَاطِقٌ پس آدمی دو چیز ست آنچ درین عالم قوت حیوانیت اوست شهوانیست
و آرزوها اما آنچ خلاصهٔ اوست غذای آن علم و حکمت و دیدار حقست، آدمی را آنچ حیوانیتش
هست از حق گریزان است، و انسانیتش از دنیا گریزان فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ[2] دو شخص
درین وجود در جنگند،

"تا بخت کرا بود کرا دارد دوست"

درین شک نیست که این عالم را حیات و جمادات را جمادات می گویند زیرا که همه
منجمدند این سنگ و کوه و این جامها که پوشیده ٔ وجود همه منجمد ست اگر نه دی هست، عالم چرا
منجمد ست عالم معنی بسیط است، در نظر نیاید اما با تاثیر توان دانستن، که باد و سرمای هست،

[1] حاشیه اوپر گذر چکا [2] پس تم ہی میں کافر بھی ہیں، اور تم ہی میں مومن
بھی،، (تغابن، ع ۱)

این عالم همه چون فصل دے ست که همه منجمدند اما دے عقلی نه دے حسی چون آن هوای الٰہی بیاید کوه را گداختن گیرد، عالم آب شود همچنان که چون گرمای تموز بیاید، همه منجمدان در گدازند، روز قیامت چون آن هوا بیاید، همه بگدازند حق تعالیٰ این کلمات را لشکرها کند گرد شما، تا از اعدا شمار اسدے شود و سبب قهر اعدا باشند یعنی اعدای اندرون، آخر اعدای بیرونی چیزی نیستند، چه چیز باشند؟ نمی بینی چندین هزار کافر اسیر یک کافرند که پادشاه ایشان ست، و آن کافر اسیرِ اندیشه، پس دانستیم که کار اندیشه دارد، چون بیک اندیشهٔ ضعیف مکدر چندین هزار خلق و عالم اسیرند، آنجا که اندیشه های بی پایان باشد بنگر که آن را چه عظمت و شکوه باشد و چگونه قهر اعدا کنند، و چه عالم ها مسخر کنند، چون می بینم معین که صد هزار صورت بی حد و سپاه بی پایان صحرا در صحرا اسیر شخصی اند، و آن شخص اسیر اندیشهٔ حقیر، پس این همه اسیر یک اندیشه باشند، تا اندیشهای بی پایان عظیم خطیر قدسی و علوی چون باشند پس دانستیم که کار اندیشها دارند صورت همه تابعند، و آلتند و بی اندیشه معطلند و جماد ند پس آنک صورت بیند او نیز جماد باشد، و در معنی راه ندارد، و طفلست و نابالغ، اگرچه بصورت پیر است و صد ساله است،

رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر[لـه]، یعنی با نفس مصاف کردن جهاد اکبر است، در جنگ صور تها بودیم و بخصمان صوری مصاف می کردیم این ساعت بلشکر های اندیشه مصاف می زنیم تا اندیشهای نیک اندیشهای بد را بشکنند، و از ولایت تن بیرون کنند، پس اکبر این جهاد باشد و این مصاف اکنون کار فکرها دارد، که بی واسطه تن در کارند، همچنان که عقل فعال

[لـه] ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف، آگئے، مثنوی، دفتر اول بعنوان تفسیر رجعنا من الجهاد الاصغر

چونکه واگشتم ز پیکار برون ... روے آوردم بہ پیکار درون

قد رجعنا من جهاد اصغریم ... با نبی اندر جهاد اکبریم

بی آلت چرخ را می گرداند، آخر می گوید که آلت محتاج نیست، بیت،

توجوهری و مهر دو جهان مر ترا عرض   گوهر که از عرض طلبی هست ناپسند

چون عرضست بر عرض نباید ماندن، زیرا این جوهر چون نافهٔ مشک است، و این عالم و خوشیهای او همچو بوی مشک این بوی مشک نماند، زیرا عرض ست، هر که ازین بوی مشک را طلبید، و بر بوی قانع نشد، نیکست، اما هر که بر بوی مشک قرار گرفت، آن بدست زیر اوست چیزی زده است که آن در دست او نماند، بوی صفتِ مشکست، چندانکه مشک را روی درین عالمست، بوی می رسد، چون در حجاب رود، و روی در عالم دیگر آرد، آنها که به بوی زنده بودند بمیرند، زیرا بوی ملازم مشکست، آنجا رود که مشک جلوه می کند، پس نیک بخت آن ست که از بوی بر روی رسد، و عین او شود، بعد از آن او را فنا نماند، و در عینِ ذاتِ مشک باقی باشد، و حکم مشک گیرد[1]، بعد از آن او خود بعالم بوی برساند، و عالم از وی زنده باشند و بر و از آنچه بود جز نامی نه ماند، همچنان که حیوانی در نمکسار نمک شده باشد، بر و از حیوانی جز نام نمانده باشد، همان دریای نمک باشد، در فعل و در تاثیر[2]، آن اسم او را چه زیان دارد، از نمکیش برون نخواهد کردن، و اگر این کان نمک را نام دیگر نهی از نمکی بیرون نیاید،

پس آدمی را ازین خوشیها و لطفها که پرتو و عکس حقیقت است باید گذشتن و بدین قدر نباید قانع شدن، هر چند این قدر هم از لطف حقست، و پرتو جمالِ اوست، اما نسبت به ما باقی نیست، نسبت بحق باقیست، و نسبت بخلق فانیست، چون شعاع آفتاب که در خانها می تابد

[1] مثنوی دفتر دوم عنوان گمان بردن کاروانیان، الخ

گر میان مشک تن را جا شود   روز مردن گند او پیدا شود

مشک را بر تن مزن بر دل بمال   مشک چه بود اسم پاک ذو الجلال

[2] مثنوی دفتر دوم، عنوان، آفت تاخیر خیرات به فردا

در نمکسار ار خر مرده فتاد   آن خری و مردگی یکسو نهاد،

هرچند که شعاع آفتاب است و نور ست، اما ملازم آفتابست، چون آفتاب غروب کند، روشنائی نماند، پس آفتاب باید شدن، تا خوف جدائی نماند، اصل باخت ست و شناخت بعضی را داد و عطا هست اما شناخت نیست و بعضی را شناخت هست، اما باخت نیست اما چون این هر دو باشد عظیم موفق کسے بود، اینچنین کس بی نظیر باشد، نظیر این مثلا مردے راه میرود امانمیداند که این راهست یا بی راهست میرود علی العمی بوک آواز خروسی یا نشان آبادانی پدید آید، کو این، و کو آن که راه را میداند، و میرود، محتاج نشان نیست، کار او دارد پس شناخت ورای همه است،

فصل

اللیل طویل فلا تقصره بمنامك و النهار مضی فلا تکدره باثامك

شب دراز ست از بهر راز گفتن، و حاجات خواستن، بی تشویش خلق و بی زحمت دوستان و دشمنان خلوتے و سلوتے حاصل شده، و حق تعالیٰ پردهٔ فروکشیده، تا عملها از ریا مصون و محروس باشد خالصاً لله تعالیٰ، و در شب نیز مرد ریائی از مخلص پیدا شود، در شب همه چیزها مستور شوند بروز رسوا شوند، مرد ریائی بشب رسوا شود، گوید چون کسی نبیند، از بهر که کنم، می گویندش کسی می بیند ولیکن تو کسی نیستی تا کسی را ببینی، آنکس که می بیند همه کسان در قبضهٔ قدرت ویند، و بوقت درماندگی او را می خوانند، و بوقت درد دندان و درد گوش و درد چشم و تهمت و خوف همه او را خوانند، و بر و اعتماد دارند، که می شنود و حاجت ایشان روا خواهد کردن و پنهان صدقه می دهند از بهر دفع بلا را و صحت رنجورے را، و اعتماد دارند

کہ آن دادن صدقہ را قبول می کند، چون صحت نشان داد، و فراغت آمد، از یشان آن یقین باز رفت وخیال اندیشی باز آمد، می گویند خداوندا آن چہ حالت بود کہ بصدق ترا می خواندم در آن کنج زندان، با ہزار قل ہو اللہ با لابہ وزاری بے ملالت، کہ حاجات روا کردی، اکنون ما بیرون زندان ہمچنان محتاجیم، کہ اندرون زندان بودیم، تا ما را ازین زندانِ عالم ظلمانی بیرون آوری، بعالم انبیا کہ نورانیست در آری، اکنون ما را چرا ہمان اخلاص بیرون زندان وبیرون حالت ورو نمی آید ہزار خیال فرد می آید کہ عجب فائدہ کند یا نکند و تاثیر این خیال ہزار کاہلی وملالت می دہد، آن یقین خیال سوز کو

خدای تعالیٰ جواب می فرماید کا نچہ گفتم نفس حیوانی شما عدو ست شمار اویارا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ[1] ہمارہ این عدو را در زندانِ مجاہدہ دارید کہ چون او در زندانست و در رنج وبلاست، اخلاص تو روی نماید، وقوت گیرد، ہزار بار آزمودی کہ از رنج ودندان واز درد سر واز خوف تن ترا اخلاص پدید آمد چرا در بند راحت تن گشتی و در تیمار او مشغول شدی سر رشتہ را فراموش مکنید، وپیوستہ نفس را بی مراد دارید، تا بمراد ابدی برسید، و از زندان تاریکی خلاص یابید کہ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى[2]

فصل

شیخ ابراہیم گفت کہ سیف الدین فرخ چون یکی را بزدی، خود را با کسی مشغول کردی بحکایت، تا ایشان را نبزدندی، وشفاعت کسی باین طریق وشیوہ پیش نرفتی،

[1] میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست نہ بنانا، (ممتحنہ، ع، ۱) [2] جس نے نفس کو خواہش سے روکا، بس جنت اس کا ٹھکانا ہے۔ (نازعات، ع، ۱)

مولانا فرمود کہ ہر چہ در این عالم می بینی، در آن عالم ہم چنان ست، بلکہ این ہا ہمہ نموذج آن عالم اند، و ہر چہ درین عالم ست، ہمہ ازان عالم آوردہ اند وان من شیءٍ اِلّا عِندَنَا خَزَائِنُہ وما ننزلہ اِلّا بِقَدَرٍ معلوم[1]،

طواقان بر سر طبلہا ادویہ مختلف می نہند از ہر انبارے مشتے از فلفل مشتے مصطگی مشتے انبارہا بی نہایتند، لیکن در طبلہ او بیش ازین نمی گنجد، پس آدمی بر مثال طواقے است یا دکان عطاریست، کہ در وی از خزائن صفات حق مشت مشت و پارہ پارہ در حقہا و طبلہا نہادہ اند، تا درین عالم تجارت میکنند لائق خود، از سمع پارہ، واز بصر پارہ، واز نطق پارہ، واز عقل پارہ واز کرم پارہ، واز علم پارہ اکنون پس مرومان طواقان حقند، طواقی می کنند، و روز و شب طبلہا پر می کنند، و تو تہی می کنی، یا ضائع میکنی، یا بآن کسب میکنی روز تہی میکنی و شب باز پُر می کنند و قوت می دہند، مثلاً روشنی چشم را می بینی در آن عالم دیدہاست وچشمہا ست و نظرہاست مختلف از آن نموذجی بتو فرستادہ اند، تا بدان تفرج عالم می کنی، دید این قدر نیست، ولیکن آدمی بیش ازین تحمل نکند وان من شیءٍ اِلّا عِندَنَا خَزَائِنُہ[2] این صفات ہم پیش ماست بی نہایت، بقدر معلوم بتو فرستیم پس تامل می کن کہ چندین ہزار خلیقہ کہ قرناً بعد قرنٍ آمدند وازین دریا پر شدند، و باز تہی شدند، بنگر کہ آن چہ انبارست اکنون ہر کرا بر آن دریا وقوف بیشتر، دل او بر طبلہ سرد تر،

پس پنداری کہ ہمہ عالم از ضرب الخانہ بدر می آیند، و باز بدار الضرب رجوع می کنند، کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ[3] انا للّٰہ یعنی جمیع اجزای ما از آنجا آمدند، ونموذج

---

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا، [2] ایضاً [3] بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں، اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں، (البقرۃ ع ۱۹)

آنجا اند و باز آنجا رجوع می کنند از خرد و از بزرگ و از حیوانات اما درین طبله زود ظاهر می شوند، و بی طبله ظاهر نمی شوند، از آن ست که آن عالم لطیفست، و در نظر نمی آید، چه عجب می آید، نه می بینی نسیم بهار را، چون ظاهر می شود در اشجار، و سبزها و گلزارها و ریاحین، جمال بهار را بواسطه اینها تفرج می کنی، و چون در نفس نسیم بهار بنگری، هیچ ازینها نه بینی، نه از آنست که در وی این تفرجها و گلزارها نیست، آخر نه اینها از پرتو اوست، بلکه در او موجهاست از گلزارها و ریاحین لیکن موجهاے لطیفند، و در نظر نمی آیند، الا بواسطه و از لطف پیدا نمی شوند همچنین در آدمی نیز اوصافها نهانست، ظاهر نمی شود الا بواسطه اندرونی یا بیرونی، از گفت کسی، و آسیب کسی، جنگ کسے و صلح کسے پیدا می شود صفات آدمی نمی بینی در خود تامل می کن هیچ نمی یابی و خود را تهی میدانی ازین صفات نه آن ست که تو از آنچه بوده متغیر شده الا این ها در تو نهانند، بر مثال آب اندر دریا، از دریا بیرون نیاید الا بواسطه ابری، و ظاهر نشوند الا بموجے موج جوشے باشد که از اندرون تو ظاهر گردد بے واسطه بیرونی و لیکن مادام که دریا ساکنست هیچ نمی بینی، و تنِ تو بر لب دریاست، و جان تو دریائیست، نمی بینی درو هزار گونه ماران و ماهیان و مرغان و خلائق گوناگون و عجب بدر می آیند و خود را می نمایند، و باز بدریا می روند، صفات تو مثل خشم و حسد و شهوت وغیره ازین دریا سر بر می آرند، پس گوئی صفات تو عاشقان حقند از لطیفی ایشان نتوان دیدن الا بواسطه جامه لبعضی ازینان چون برهنه می شوند از غایت لطیفی در نظر نمی آیند،

فصل

در آدمی عشقے و دردے و طلبے و خارخارے و تقاضائے هست، که اگر صد هزار عالم ملک او شود و او نیاساید، و آرام نیابد، این خلق بتفصیل در هر حرفتی و هر پیشه و صنعتے و منصبے و تحصیل علوم

ونجوم وغیرہ می کوشند، وہیچ آرام نمی گیرند، زیرا کہ اینچ مقصود ست بدست نیامدہ، آخر معشوق را دلارام می گویند یعنی دل بدو آرام یابد، پس بغیر چون آرام وقرار گیرد، این جملہ خوشیہا ومقصودہا چون نردبانیست وچون پایہای نردبان، جای اقامت وباش نیست، از بہر عبور ست خنک آنکس کہ زودتر بیدار وواقف گردد، تا راہ دراز بروکوتاہ شود، ودرین پایہای نردبان عمر خود را ضایع نکند،

سوال کردند مغلان مال ہائے مارا می ستانند وایشان نیز مارا گاہ گاہے مالہا می بخشند عجب حکم آن چون باشد،

فرمود ہرچہ مغل بستانند ہمچنان ست، کہ در قبضہ وخزینہ احق درآمدہ است ہمچنان کہ از دریا کوزہ را دیا خمی را بیرون آری آن ملک تو گردد، مادام کہ در کوزہ یا خمست، کس را درآن تصرف نرسد وہر کہ از آن خم ببرد بی اذن تو غاصب باشد اما چون باز بدریا ریختہ شد بجملہ حلال گردد، واز ملک تو بیرون آید پس مال ما بر ایشان حرامست ومال ایشان بر ما حلال،

لارہبانیۃ فی الاسلام[۱] والجماعۃ رحمۃ[۲] مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کوشش در جمعیت نمود کہ مجمع ارواح را اثرہاست بزرگ وخطیر، در وحدت وتنہائی آن حاصل نشود، وسرّ این کہ مسجدہا را نہادہ اند، آنست تا اہل محلہ آنجا جمع شوند تا رحمت وفائدہ افزون باشد،

---

[۱] اسلام مین رہبانیت نہین،، حدیث معنیً صحیح ہے، لیکن ان الفاظ کے ساتھ سند نہین ملی مولانا نے مثنوی دفتر پنجم مین اس کی شرح ایک مستقل عنوان کے ماتحت کی ہے،

[۲] جماعت رحمت ہے،، حدیث بسند ضعیف (المقاصد الحسنہ، سخادی، حرف جیم، اور الفوائد المجموعہ شوکانی، صفحہ ۱۹۱)

وخانهاے جداگانه براے تفرقیست وستر عیبها فائده آن همین ست وجامع را نهادند تاجمعیت اهل شهر آنجا باشد، وکعبه را واجب کردند تا اغلب خلق عالم از بلاد واقالیم آنجا جمع گردند،

امیر گفت که مغلان اول درین ولایت آمدند عور وبرهنه بودند، مرکوب ایشان گاؤ بود، وسلاحشان چوبین بود، این زمان محتشم وسیر گشته اند، واسپان تازی هرچه بهتر وسلاحهامی خوب پیش ایشان ست،

مولانا فرمود که آن وقت که دل شکسته وضعیف بودند وقوتے نداشتند خدا ایشان را یاری داد ونیاز ایشان را قبول کرد درین زمان که چنین محتشم وقوی شدند، حق تعالیٰ با ضعف خلق ایشان را هلاک کند، تا بدانند که آن عنایت حق بود که عالم را گرفتند نه بقوت خود، اوّل ایشان در صحراے بودند، دور از خلق، بے نوا ومسکین وبرهنه ومحتاج مگر بعضی از ایشان بطریق تجارت بولایت خوارزم شاه می آمدند وخرید وفروختے می کردند کرباس می خریدند، جهت جامهٔ خود خوارزمشاه آن را منع کرد وتجار ایشان رامی فرمود کشتن واز ایشان نیز خراج می ستد وبازرگانان رانمی گذشت که آنجا بروند تاتاران دیازیه پیش بادشاه خود بتضرع رفتند که هلاک شدیم بادشاه از ایشان مهلت طلبید، در بُن غارے رفت، وروزه داشت خضوع وخشوع کرد ومسکینی پیش گرفت از حق تعالیٰ ندا آمد که قبول کردم زاری ترا، خروج کن هرجا که روی منصور باشی آن بود که چون برون آمد بامر حق منصور شدند وعالم را گرفتند،

امیر گفت، تاتار نیز حشر را مقرست ومی گویند که فردا یرغوی خواهد بودن وخواستے وحسابی البته رفتنے خواهد بودن،

مولانا فرمود که دروغ می گویند خواهند که خود را با مسلمانان مشارک کنند یعنی که ما

نیز مقیریم و می دانیم، اشترے را گفتند از کجا می آئی، گفت از حمام، گفتند از پاشنه ات پیدا است، اکنون اگر ایشان مقر حشرند کو علامت و نشانِ آن؟ این معاصی و ظلم و بدی ہمچون برفہاست و یخہاست، تو بر تو بر ہم جمع گشته، چون آفتاب انابت و پشیمانی و خبر آن جہان و ترس خدای در آید آن برفہای معاصی جمله بگدازند ہمچنان که آفتاب برفہا و یخہا را می گدازند اگر برفی و یخی بگوید، که من آفتاب را دیده ام، و آفتاب تموز بر من تافته و او بر قرار است ہیچ عاقل ان را قبول نکند محالست که آفتاب تموز بتابد برف و یخ نگدازد

حق تعالیٰ اگرچه وعده داده است که جزائے نیک و بد در قیامت خواہد بودن، اما نمودج آن بقدر در دار دنیا و مبدم و لمحه بلحه میرسد اگر آدمی را شادی در دل می آید جزای آنست که کسی را شاد کرده است و اگر غمگین می شود کسی را غمگین کرده است، آن ارمغان آن عالمست، و نمودار روز جزا است، تا بدین اندک آن بسیار را فہم کنند، چنانکه از انبار گندم مشتی بنمایند،

مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم با آن عظمت و بزرگی که داشت شبے دست او درد کرد الہام آمد که از تاثیر درد دست عباس است که او را اسیر گرفته بود و با جمع اسیران دست او بسته اگرچه بستن بامر حق بود، ہم جزا رسید، تا بدانی که این قبضہا و تیرگیہا و ناخوشیہا که بر تو می آید از تاثیر آزارے و معصیتے است که کرده، اگرچه تفصیل ترا یاد نیست اما از جزا بدان که کارہای بد بسیار کرده که ترا معلوم نیست، که آن بدست از جہل یا از غفلت یا از ہمنشینی بی دینی که گناہان را بر تو آسان کرده است، که آن را گناه نمی دانی در جزا می نگر که چه قدر کشاد داری و چه قدر قبض داری، قطعاً قبض جزای معصیت ست، و بسط جزای طاعت ست

آخر مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم برای آنک انگشتری در انگشت خود بگردانید عتاب

---

[1] مثنوی دفتر پنجم، عنوان، مثل آوردن اشتر الخ

آن یکی می گفت اشتر را که ہے　　از کجا می آئی اے اقبال پے

گفت از حمام گرم کوے تو　　گفت خود پیداست از زانوے تو

آمد کہ ترا برای بازی و تعطیل نیافریدم کہ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا [۱] ازینجا قیاس کن روز در چہ می گذرد در خیر می گذرد یا در شر و معصیت می گذرد یا در طاعت موسیٰ را علیہ السلام بخلق مشغول کرد، جہت مصلحت و خضر را علیہ السلام بکلی مشغول خود کرد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم را اوّل بکلی مشغول خود کرد، بعد ازان امر کرد کہ خلق را دعوت کن و نصیحت دہ و صلاح کن مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم در فغان و زاری در آمد، کہ آہ یارب چہ گناہ کردم مرا از حضرت چرا می رانی من خلق را نخواہم حق تعالیٰ گفت ای محمدؐ ہیچ غم مخور، کہ ترا مگذارم کہ بخلق مشغول شوی، در عین آن مشغولی با من باشی، و یک سر موی از آنچ این ساعت با منی، چون بخلق مشغول شوی ہیچ از آن از تو کم نہ گردد، در ہر کارے کہ ورزی در عین وصل باشی،

سوال کردند کہ حکمہای ازلی، و آنچ حق تعالیٰ تقدیر کردہ است ہیچ بگردد؟

فرمود کہ حق تعالیٰ آنچ حکم کردہ ست در ازل کہ بدی را بدی باشد و نیکی را نیکی آن حکم ہرگز نگردد، زیرا کہ حق تعالیٰ حکیم ست گے گوید بدی کن تا نیکی یابی، ہرگز کسی گندم کارد و جو بردارد یا جو کارد و گندم بردارد، این ممکن نباشد و ہمہ انبیاء و اولیاء چنین گفتہ اند کہ جزای نیکی نیکیست، و جزای بدی بدیست، کہ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اگر از حکم ازلی آن می خواہی کہ گفتیم و شرح کردیم ہرگز آن نگردد، و معاذ اللہ و اگر این میخواہی کہ جزای نیکی و بدی کم و افزون شود و بگردد، چندانکہ نیکی بیش کنی نیکیہا پیش آید و چندانکہ ظلم بیش کنی بدیہا پیش آید، این بگردد اما اصلِ حکم نگردد،

امیر سوال کرد کہ ما می بینیم کہ شقی سعید می شود و سعید شقی می شود،

فرمود آخر آن شقی نیکی کرد یا نیکی اندیشید کہ سعید شد، و آن سعید کہ شقی شد بدی اندیشید،

---

[۱] ، کیا تم اس خیال میں ہو، کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کر دیا ہے، (مومنون ع ۶)، [۲] حاشیہ اوپر گذر چکا،

و ملک اوست همچنان که در فصل بهار خلقان زراعت می کنند و بصحرا بیرون آیند و سفرها کنند و عمارتها کنند این همه بخشش و عطای بهارست و اگر نه ایشان همه چنان که بودند محبوس خانها و غارها بودندی پس به حقیقت آن زراعت و تفرج و تنعم همه از آن بهارست و ولی نعمت اوست،

مردم را نظر باسباب ست و کارها را از آن اسباب می دانند اما پیش اولیا را کشف شده است که اسباب پردهٔ بیش نیست تا مسبب را ببینند و بدانند که پرده طلسمی بیش نیست همچنان که کسی از پس پرده سخن میگوید، پندارند که پرده سخن میگوید و ندانند که پرده بکار نیست و حجاب است چون او از پس پرده برون آید معلوم شود که پرده بهانه بود[1]، اولیا حق برون اسباب کارها دیده اند که گزارده شد و بر آمد همچنان که از کوه اشتر بر آمد، و عصای موسیٰ ثعبان شد، و از سنگ خارا دوازده چشمه روان شد و همچنان که مصطفیٰ صلی اللہ علیه وسلم ماه را بے آلت باشارت بشگافت، و همچنان که آدم علیه السلام بی پدر و مادر در وجود آمد و عیسیٰ علیه السلام بی پدر، و برای ابراهیم علیه السلام از نار گلزار رست، و همچنین الی مالانهایة پس چون این را دیدند دانستند که اسباب بهانه، کارساز دگرست، اسباب جز روپوشی نیست، تا عوام بآن مشغول شوند، ذکریا را علیه السلام حق تعالی وعده کرد که ترا فرزند خواهم دادن، او فریاد کرد که من پیرم و زن پیر، و آلتِ شهوتم ضعیف شده است و زن بحالتی

[1] مثنوی دفتر ۳، عنوان بیان آنکه مورے بر کاغذی رفت الخ ؎

صورت آمد چون لباس و چون عصا؛ جز به عقل و جان نه جنبد نقشها،

یک زمان لاذی عنایت بر کند عقل زیرک ابلهیها می کند

بیخبر بود آن که در عقل و فواد بے ز تقلیب خدا باشد جماد

همچنان که ابلیس در حق آدم اعتراض کرد که خَلَقْتَنِی مِنْ نَارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ[۱]، بعد از آن که استاد ملائکه بود، ملعونِ ابد گشت و راندهٔ درگاه ما نیز همچنین می گوییم که جزای نیکی نیکیست و جزای بدی بدیست پس آن کسی که در ازل از سعدا نبود شقی گردد، همچو ابلیس، و نعوذ بالله مومن که کافر گردد، هرگز از سعدا نباشد ولیکن آن که در ازل سعیدست، اگرچه کافرست مومن گردد،

پس امیر سوال کرد یکی نذر کرد که روزی روزه دارم اگر آن را بشکند کفارت باشد یا نی،

فرمود که در مذهب شافعی رحمة الله علیه بیک قول کفارت باشد جهت آنکه نذر را یمین میگیرد و هر که یمین را بشکند بر او کفارت باشد، اما پیش ابوحنیفه رحمة الله علیه نذر بمعنی یمین نیست پس کفارت نباشد و نذر بر دو جهت، یکی مطلق و یکی مقید، مطلق آن ست که گوید عَلَیَّ اَنْ اَصُوْمَ یَوْمًا، مقید آنست که گوید عَلَیَّ کَذَا اِنْ جَاءَ فَلَانٌ، گفت یکی را خری گم شده بود سه روز روزه داشت به نیت آنکه خرِ خود را بیابد بعد از سه روز خر را مرده یافت برنجید و از سرِ رنجش روی بر آسمان کرد و گفت که اگر عوض این سه روزه که داشتم شش روز از رمضان نخورم مرد نباشم از من صرفه خواهی بُردن،

یکی سوال کرد که معنی التحیات چیست و الصلوات و الطیبات،

جواب فرمود یعنی این پرستشها و خدمتها و بندگیها همه بخشش و ملک حقست زیرا که اگر حق ما را صحت ندهد این پرستشها و فراغتها هم از ما نیاید، و بدان ما را فراغت نباشد پس حقیقت شد که صلوات و طیبات و تحیات لله است از آن ما نیست، همه از آن اوست

[۱] "مجھے تونے آگ سے پیدا کیا اور اسکو خاک سے،، (اعراف، ع ۲)

رسیده است که امکان حمل نیست یارب ازچنین زن فرزند چون شود قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلَامٌ وَّکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ الآیۃ۱؎
جواب آمد که هان ای زکریا باز سررشتہ گم کردی صد ہزار بار تو نمودم که کارہا برون اسباب است، آنرا فراموش کردی، نمیدانی که اسباب بہانہ است من قادرم که درین لحظہ درپیشِ نظرِ تو صد ہزار فرزند از تو پیدا کنم بی زن و بی حمل بلک اگر اشارت کنم عالم درعالم خلقے پیدا شوند تمام و بالغ و دانا ہر انہ بے مادر و پدر درعالم ارواح ہست کردم و از من بر تو لطفہا و عنایتہا سابق بود پیش ازان که درین وجود آئی آنرا چرا فراموش میکنی احوال انبیاء و اولیاء و خلایقِ نیک و بد علی قدرمراتبهم وجوہرہم مثال آنست که غلامان را از کافرستان بولایت مسلمانان می آورند و می فروشند بعضی را پنج ساله می آرند و بعضی را ده ساله و بعضی را پانزده ساله آن را که طفل آورده باشند چون سالہای بسیار درمیان مسلمانان پرورده شود و پیر شود احوال آن ولایت را بکلی فراموش کند، ہیچ از آنش اثری یاد نباشد و چون پاره بزرگ تر باشد اندکیش یاد آید و چون قوی بزرگتر باشد بیشترش یاد باشد ہمچنین ارواح درآن عالم درحضرت حق بودند که اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی۲؎ و غذا و قوت ایشان کلام حق بودی بی حرف و بی صوت چون بعضی را بطفلی آوردند چون آن کلام را بشنود، ازآن احوال یاد نیاید، و خود را ازان کلام بیگانہ بیند و آن فریق محجوبانند، که درکفر و ضلالت بکلی فرو رفتہ اند، و بعضی را پاره یاد می آید و جوش و ہوئے آن طرف در ایشان سر می کند، و آن مومنانند، و بعضی چون آن کلام بشنوند

۱؎ عرض کی اے پروردگار میرے کیونکر اولاد ہوگی، میری بیوی عقیم ہے، اور میں بوڑھا ہو چکا، (آل عمران ع ۴) ۲؎ کیا میں تمھارا پروردگار نہیں ہوں؟ عرض کیا کہ ضرور ہیں، (اعراف، ع ۲۲)

آن حالت در نظرِ ایشان چنانکہ در قدیم بود پدید می آید، و حجابہا بکلی برداشتہ می شود، و دران صل می پیوندد و آنہا انبیاء و اولیاء اند،

وصیت میکنم یاران را کہ چون شمار اعروسان معنی در باطن روی نمایند، و اسرار کشف گردد، ہان، آنرا با عنار نگو ئید، و شرح مکنید، و این سخن مارا کہ می شنوید، بہر کس مگوئید کہ لا تعطوا الحکمۃ غیر اہلہا فتظلموہا و لا تمنعوہا عن اہلہا فتظلموہم ترا اگر شاہدی و یا معشوقۂ بدست آید، و در خانۂ تو پنہان شود، و بگوید کہ مرا کس منمائی، کہ من از آنِ توام، ہرگز روا بود و سزد کہ او را در بازار ہا گردانی، و ہر کس را گوئی کہ بیا این را ببین، آن معشوقہ را ہرگز این خوش آید، از تو برود و روے پنہان کند، و خشم گیرد، حق تعالےٰ این سخنہا را بر ایشان حرام کردہ است،

ہمچنان کہ اہل دوزخ با اہل بہشت افغان کنند کہ آخر کو کرم شما از آن عطاہا و بخششہا کہ حق تعالیٰ بشما کردہ است، از روے صدقہ و بندہ نوازی بر ما نیز اگر چیزے ریزید و ایثار کنید، چہ شود،

و للارض من کأس الکرام نصیب

کہ ما درین آتش می سوزیم، و می گدازیم از ان میوہ و یا از ان آبہای زلال قطرۂ بر جان ما ریزید چہ شود و ینادی اصحاب النار اصحاب الجنۃ ان افیضوا علینا من المآء او مما رزقکم اللہ قالوا ان اللہ حرمہما علی الکافرین[۱] بہشتیان جواب دہند کہ

۱؎ "اہل دوزخ، اہل جنت کو پکار کر درخواست کریں گے، کہ ذرا ہمیں بھی پانی عنایت کرو، یا اللہ نے اپنے فضل سے جو رزق تمہیں دے رکھا ہے، اسی میں سے عنایت کرو، اہل جنت جواب دیں گے، کہ خدا نے یہ نعمتیں کافروں پر حرام کر دی ہیں،،" (اعراف، ع ۶)

آن را خدا بر شما حرام کردہ است، تخم این نعمت در دار دنیا بود، چون آنجا کشتید و نور زید و آن ایمان وصدق بود وعمل صالح، اینجا چہ برگیرید، واگر ما از روی کرم بر شما ایثار کنیم، چون خدا آن را بر شما حرام کردہ است، حلقتان را بسوزاند، وبگلو فرو نرود واگر در کیسہ نہید کیسہ دریدہ شود وبیفتد،

بخدمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، جماعتی از منافقان آمدند، واصحاب در شرح اسرار بودند ومدح مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میکردند، پیغامبر بر منبر بہ صحابہؓ فرمود کہ خمّروا آنیتکم[1] یعنی سرہای کوزہا وکاسہا ودیگہا وسبوہا وخمہا را بپوشانید کہ جانورانی ہستند پلید وزہرناک، مبادا کہ در کوزہای شما افتد، وبنادانی از ان کوزہ آب خورید، شما را زیان دارد، باین صورت ایشان را فرمود کہ از اغیار حکمت را پنہان دارید ودہان را وزبان را پیش اغیار بستہ دارید کہ ایشان موشانند، لائق این حکمت ونعمت نیستند،

فرمود کہ آن امیر کہ از پیش ما بیرون رفت اگر سخن ما را بتفصیل فہم نمی کرد اما اجمالاً میدانست کہ ما او را بحق دعوت می کنیم آن نیاز وسر جنبانیدن ومہر وعشق او را ایجای فہم گیریم آخر این روستائی کہ در شہر می آید بانگ نماز می شنود، اگر معنی بانگ نماز را بتفصیل نمی داند اما مقصود را فہم می کند،

فصل

فرمود کہ ہر کہ محبوب ست خوب ست، ولا ینعکس، لازم نیست کہ ہر کہ خوب باشد محبوب باشد، خوبی جزو محبوبیت، ومحبوبی اصلست، چون محبوبی باشد البتہ خوبی باشد

[1] "اپنے برتنوں کو ڈھک لو،، (بخاری کتاب بدء الخلق، باب خمس من الدواب فواسق)

جزوِ چیزے از کلش جدا نباشد، و ملازم کُل باشد، نے در زمان مجنون خوبان بودند از لیلیٰ خوبتر بودند، اما محبوبِ مجنون نبودند، مجنون را گفتند که از لیلیٰ خوبتران ہست بر تو بیاریم او می گفت آخر من لیلیٰ را بصورت دوست نمی دارم، و لیلیٰ صورت نیست، لیلیٰ بدست من ہمچون جامیست، من از آن جام شراب می نوشم، پس من عاشق آن شرابم، کہ از وی نوشم، و شمارا نظر بر قدحست از شراب آگاہ نیستید اگر مرا قدح آرید زرین و مرصع بجوہر و در و سرکہ باشد یا غیر شراب در وچیزی دیگر باشد، مرا آن بچہ کار آید؟ کدوی کہنہ شکستہ، کہ در وشراب باشد نبر د من بہترست از آن قدح واز صدچنان، و این را عشقی و شوقی می باید، تا شراب را از قدح بشناسد،

ہمچنانکہ گرسنہ دہ روز چیزی نخوردہ باشد، و دیگر بروزی پنج بار خوردہ است، ہر دو در نان نظر می کنند، آن سیر صورتِ نان می بیند، و گرسنہ صورت جان می بیند زیرا این نان ہمچون قدحست، و لذتِ آن چون شیرست، جز بنظر اشتہا نتوان دیدن،

اکنون اشتہا و شوق حاصل کن[1] تا صورت بین نہ باشی، و در کون و مکان ہمہ معشوق بینی،

صورت این خلقان ہمچو جامہاست، و این علمہا و ہنرہا و دانش ہا نقشہائے جامست نمی بینی کہ چون جام شکستہ می شود آن نقشہائی ماند پس کار آن شراب دارد کہ در جامست، و آن کسی کہ آن شراب را می بیند و می نوشد کہ والباقیات الصالحات خیرًا[2]

سائل را دو مقدمہ می باید کہ تصور کند، و در ذہن بگرداند، تا او سائل باشد یکے

---

[1] مثنوی دفتر سوم، عنوان در بیان آنکہ حق تعالیٰ ہر چہ داد و آفرید الخ،

ہر کجا دروے دوا آنجا رود، ہر کجا فقرے نوا آنجا رود،

آب کم جو تشنگی آور بدست تا بجوشد آبت از بالا و پست

[2] "اور باقی رہنے والے اچھے عمل بہتر ہیں" (کہف ع ۶)

آنکه جازم باشد که من در آنچه می گویم محظیم، غیر ازین چیزی هست، دوم آنکه اندیشد که بر ازین و بالای این گفتی و حکمتی هست که من نمی دانم، پس دانستیم که حسن السؤال نصف العلم ازین روست، که هر کسی که روی بکسی آورده است و همه را مطلوب حق است، و بآن امید عمر خود را صرف می کند، اما درین میان ممیزی می باید، که تا بداند که ازین میان کیست که او مصیب ست و بروی نشان زخم چوگان پادشاهست تا یکی گوئی باشد و موحد،

مستغرق آنست که آب در او تصرف می کند، و او را در آب تصرفی نیست، سباح و مستغرق هر دو در آبند، اما این را که آب می برد محمولست، و سباح حامل بقوت خویش است و باختیار خود است، پس هر جنبشی که مستغرق کند و هر قولی و فعلی که از و صادر شود، آن از آب باشد او در میانه بهانه است، همچنانکه از دیوار سخنی بشنوی دانی که از دیوار نیست، کیست که دیوار را در گفت در آورده است، اولیا همچنانند که پیش از مرگ مرده اند و حکم در و دیوار گرفته در ایشان یک سر موی از هستی نمانده است، در دست قدرت حق سپری اند، سپر را جنبش از خود نباشد، و معنی انا الحق این بود، سپر می گوید من در میان نیستم حرکت از دست حقست، این سپر را حق بینید باحق پنجه مزنید که آنها که بر چنین کس زخم زدند در حقیقت بحق جنگ کرده اند، و خود را برخدا زده اند، از دور آدم تا اکنون می شنوی که بر ایشان چها رفت از فرعون و شداد و نمرود و عاد و ثمود، الی مالانهایه و آنچنان سپر تا قیامت قائمست دوراً بعد دورٍ بعضی بصورت انبیا که از پیش رفته اند، و بعضی بصورت اولیا که بودند و هستند و خواهند بود، تا اتقیا از اشقیا ممتاز گردند، و اعدا از اولیا هر ولی حجتست بر خلق، خلق را بقدر تعلق که بوی کردند مرتبه و مقام باشد، اگر دشمنی کند دشمنی بحق کرده باشند، و اگر دوستی ورزند بحق ورزیده باشند که من رآه فقد رانی و من قصده فقد قصدنی،

بندگانِ خدا محرمِ حرمِ حق اند ہمچون خادمان حق تعالیٰ ہمہ رگہای ہستی وشہوت وبیخہای خیانت را از ایشان بکلی بریدہ است، تالاجرم مخدوم عالم شدہ اند، ومحرمِ اسرار گشتند کہ لا یمسہ الا المطہرونؔ،

فصل

فرمود کہ اگر لشت بہ تربیت یاران وعزیزان کردہ ام اما از انکار وغفلت نکردہ ام وی بہ روح ایشان دارم زیرا آن سخن کہ از دہان ما بیرون می آید، جان ایشان است اگر لشت بتن کنند وردی بجان آرند زیان ندارد،

مرا خوئے ہست کہ نخواہم ہیچ دلے از من آزردہ شود، اینک جماعتی در سماع خود را بر من می زنند، وبعضی یاران ایشان را منع می کنند، مرا آن خوش نمی آید، وصد بار گفتہ ام برائے من کسی را چیزے مگوئید، من بآن راضیم، آخر من تا این حد دل دارم، کہ این یاران کہ نزد من می آیند، از بیم آنکہ ملول نشوند، شعر می گویم، تا بدان مشغول شوند واگر نہ من کجا شعر از کجا، واللہ کہ من از شعر بیزارم، وپیش من ازین بتر چیزی نیست، ہمچنانست کہ یکے دست در شکنبہ کردہ است ومی شوید برای آرزوی مہمان، چون اشتہای مہمان بدانست، مرا لازم شد، آخر آدمی بنگرد کہ خلق را در فلان شہر چہ کالامی باید آن خرد وآن فروشد اگرچہ دون ترین متاعہا باشد من تحصیلہا کردم در علوم ورنجہا بردم کہ نزد من فضلا ومحققان وزیرکان آیند تا بریشان چیزی غریب ونفیس ودقیق، عرض کنم، حق تعالیٰ خود چنین خواست، آن ہمہ علمہا را اینجا جمع کرد، وآن رنجہا را اینجا آورد، کہ من بدین

لہ ، بجز پاکون کے اور کسی کی دسترس اس تک نہین،، (واقعہ، ع ۳)

کار مشغول شوم اچہ توانم کرد، در ولایت ما از شاعری ننگتر کارے نبود، اما اگر در آن ولایت می ماندیم، موافقِ طبعِ ایشان می زیستیم و آن می ورزیدیم کہ ایشان خواستندی مثل درس گفتن، و تصانیفِ کتب، و تذکیر، و زہد و عمل ظاہر ورزیدن[1]،

امیر پروانہ گفت کہ اصل عملست؟

مولانا گفت کو اہل عمل و صاحب عمل، تا بایشان عمل نمائیم، حالی تو طالب قولی، گوش نہادۂ تا چیزے بشنوی، اگر نگوئیم ملول شوی، طالب عمل شو تا بنمائیم، ما در عالم مردے می طلبیم، کہ بوے عمل بنمائیم، چون مشتریِ عمل نمی یابیم، و مشتری گفت می یابیم، بگفت مشغولیم و تو عمل را چہ دانی چون عامل نیستی بعمل عمل را توان دانستن، و بعلم علم را توان فہم کردن، و بہ صورت، صورت را، و بمعنی معنی را، چون درین راہ راہ رو نیست و خالیست، اگر در راہیم (و در عملیم) چون خواہند دیدن،

آخر این عمل نماز و روزہ نیست، و اینہا صورت عمل ست، عمل معنی ایست در باطن آخر از دور آدمؑ تا بدور مصطفےؐ نماز و روزہ باین صورت نبود، و عمل بود، پس این صورت عمل باشد عمل معنی ایست در آدمی، ہمچنانکہ میگویند دارو عمل کرد، و آنجا صورت عمل نیست، الا معنی ایست در و، چنانک گویند آن مرد در فلان شہر عاملست، چیزی بصورت نمی بینند، کارہا کہ باو تعلق دارد اورا بواسطۂ آن عامل میگویند، پس این عمل غیر آن ست کہ این خلق فہم کردہ اند، ایشان می پندارند کہ عمل این ظاہر ست اگر منافق آن صورت عمل بجاے آرد ہیچ اورا سود ندارد، چون در و معنی صدق و ایمان نیست،

---

[1] "مرا خوی ہست کہ نخواہم"، سے لیکر یہان تک کی ساری عبارت مع بعض اشعار زائد کے، رسالۂ سپہ سالار (ص ۳۴-۳۵) مین بھی درج ہے،

اصل ہمہ چیز ہا گفت ست و قولست، تو از گفت و قول خبر نداری، آن را خوار می بینی گفت میوهٔ درخت علم ست کہ از عمل می زاید، حق تعالیٰ عالم را بقول آفرید، گفت کن فیکون و ایمان در دلست اگر بقول نگوئی سود ندارد، نماز را کہ فعلست اگر قرآن نخوانی درست نباشد، و درین زمان کہ گوئی قول معتبر نیست این ہم بقول می گوئی،

یکی سوال کرد کہ چون ما خیر کنیم و عمل صالح، اگر از خدا امیدوار باشیم و متوقع جزا باشیم ما را آن زیان دارد،

فرمود ای وَاللہ امید باید داشتن، و ایمان ہمین خوف و رجاست، یکی مرا پرسید کہ رجا خود خوش ست، این خوف چیست؟ گفتم تو مرا خوفی نما بے رجا یا رجا بنما بے خوف، چون از ہم جدا نیستند و بے ہمدیگر نیستند چون می پرسی مثلاً یکے گندم کاشت رجا دارد و البتہ کہ گندم برآید و در ضمن آن خائفست کہ مبادا مانعے و آفتے پیش آید؟ پس معلوم شد کہ رجا بے خوف نیست، و ہرگز نتوان تصور کردن خوف بے رجا یا رجای بے خوف اکنون اگر امیدوار باشد و متوقع جزا و احسان (دقطعاً) در آن کار گرم تر و مجد تر باشد آن توقع پر ادست ہر چند پرش قوی تر پروازش بیشتر، و اگر ناامیدی باشد کاہل گردد، و از و کارے و بندگے نیاید، ہمچنان کہ بیمار دارو ے تلخ را می خورد و دہ لذت شیرین را ترک می کند اگر او را امید صحت نباشد آن را کے تواند کردن اَلْاِنْسَانُ حَیْوَانٌ نَاطِقٌ آدمی مرکبست از حیوانی و نطق ہمچنانک حیوانی در و دائمست، و منفک نیست، نطق نیز ہمچنین است، و در و دائمست، اگر بظاہر سخن نگوید در باطن گویاست، دائماً ناطق ست بر مثال سیلابست کہ در وگل آمیختہ باشد آب صافی نطق ادست، و گل تیرہ حیوانی ادست، اما گل در و عارضی است، نمی بینی کہ آن گلہا و قالبہا رفتند و پوسیدند

ونطق وحکایت وعلوم ایشان مانده است از نیک وبد،

صاحب دل کل ست چون او را دیدی همه را دیدی الصید کله فی جوف الفرا، خلقانِ عالم اجزای اویند او کلست،

جزوِ درویشند جمله نیک و بد | ور نباشد اینچنین درویش نیست

اکنون چون او را دیدی که کلست قطعاً همه عالم را دیده باشی و هر کرا بعد از وبینی مکرر باشد، و قول ایشان در اقوال کلست، چون قول ایشان را شنیدی هر سخنی که بعد از ایشان شنوی مکرر باشد،

من یرَهُ فی منزل فکانما | رأی کل انسان و کل مکان

ای نسخهٔ نامهٔ الٰهی که توئی | وی آئینهٔ جمال شاهی که توئی
بیرون ز تو نیست هرچه در عالم هست | در خود بطلب هر آنچه خواهی که توئی

فصل

نائب گفت پیش ازین کافران بتان می پرستیدند، و سجود می کردند، ما درین زمان همان می کنیم اینجا می رویم ومغول را سجده می کنیم، وخود را مسلمان می دانیم، و چندین بتان دیگر در باطن داریم از حرص و حسد و کبر، و ما مطیع این جمله ایم، پس ما نیز ظاهراً و باطناً همان کار می کنیم، وخود را مسلمان می دانیم،

فرمود اما اینجا چیزی دیگر هست، چون شما را این در خاطر می آید که این بدست و ناپسندست، قطعاً دیده دل شما بیچون وچگونه چیزی عظیم دیده است، که او را این قبیح می نماید، که آب شور کسی را شور نماید که اُو آبِ شیرین دیده

وخورده باشد،

ولضدها تتبیّن الاشیاء

پس حق تعالیٰ در جانِ شما نورِ ایمان نهاده است، که این کارها را زشت می بینید آخر در مقابلهٔ نغزی این زشتی می نماید واگر نه دیگران را چرا این درد نیست؟ در آنچه هستند شادند، می گویند خود کار این دارد، حق تعالیٰ شمارا آن خواهد دادن که مطلوب شما و نعمت شما است، آنجا که هست، آن خواهد دادن، الطیر یطیر بجناحیه والمؤمن یطیر بهمته،

خلق سه صنف اند بعضی ملائکه که ایشان عقل محض اند وبندگی و ذکر ایشان را طبعست وغذا وحیاتست، چنانک ماهی در آب، زندگی او از آبست وبستر و بالین او آبست آن در حق او تکلیف نیست چون او از شهوت مجرد ست وپاک، پس چه منت اگر او شهوت نراند، یا آرزوی هوای نفس نکند چون از ینها فارغ است او را هیچ مجاهده نیست، واگر طاعت کند آنرا در حساب طاعت نگیرند، چون طبعش آنست وبی آن نتوانند، وصنف دیگر بهائم اند که ایشان محض شهوت اند، عقلِ زاجر ندارند بر ایشان تکلیف نیست ویک صنف دیگر آدمی مسکین، که مرکبست از عقل و شهوت نیمش فرشته، نیمش حیوان، نیم مار نیم ماهی، ماهیش سوی آب کشد، مارش سوی خاک در کشاکش وجنگست من غلب عقله علی شهوته فهو اعلی من الملائکة ومن غلبت شهوته علی عقله فهو ادنی من البهائم،

فرشته رست بعلم وبهیمه رست بجهل میان این دو منازع بماند مردم زاد

اکنون بعضی از آدمیان متابعت عقل چندان کردند، که کلی ملک شدند،

ونورِ محض گشتند، ایشان انبیا و اولیا اند از خوف و رجا رهیده اند که لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[1]، و بعضے را شهوت بر عقل شان غالب گشت، تا بکلی حکم حیوانی گرفتند، و بعضی در تنازع مانده اند، و آنها آن طائفه اند که ایشان را در اندرون دردے و رنجے و تحسّرے و فغانے پدید می آید و بزندگانی خود راضی نیستند اینها مومنانند اولیا که ماهیان این بحر اند منتظر ایشانند، که مومنان را در منزل خود رسانند، و آن اعلی علیین است و چون خود کنند و شیاطین که ماران این خاکدان اند نیز منتظر اند که ایشان را بمقام خود کشند و آن اسفل السافلین ست،

ما می خواهیم و دیگران می خواهند   تا بخت کرا بود کرا خواهد دوست

فصل

اذا جاء نصر الله الی اخر السورة مفسران ظاهر چنین تفسیر می کنند که مصطفی صلعم همتها داشت که عالمی را مسلمان کنم، و در راه خدا آرم، چون وفات خود را دید گفت آه نزیستم که خلق را دعوت کنم، حق تعالی گفت غم مخور، درین ساعت که تو بگذری ولایتها و شهرها را که بلشکر و شمشیر می کشودی بی لشکر مطیع و مومن گردانم، و اینک نشانش آن باشد، که در آخر وفات تو خلق را بینی از دور می آیند گروه گروه و مسلمان می شوند چون این نشان بیاید، بدانکه وقت سفر تو رسید، اکنون تسبیح کن و استغفار کن که نزد ما خواهی آمدن،

اما محققان می گویند، که معنیش آنست، که آدمی پندارد که اوصاف ذمیمه را بعمل خود وجهاد از خویشتن دفع کند، چون بسیار مجاهده کند و قوتها و آلتها را بذل کند، نومید شود، خدای تعالی او را گوید که می پنداشتی که بقوت و فعل و عمل تو خواهد شدن، آن سنتی ست که نهادم یعنی آنچه تو داری در راه ما بذل کن، بعد از آن بخشش ما در رسد، درین راه بی پایان، ترا می فرمائیم،

[1] ”انہیں نہ کسی طرح کا خوف ہوگا، نہ غم“ (بقر، ع ۵)

که باین دست و پای ضعیف سیر کن، ما را معلوم ست که باین دست و پای ضعیف این راه را نخواهی بریدن، بلکه بصد هزار سال یک منزل ازین نه توانی بریدن، الا چون درین راه بروی چنانکه از پای درآئی و بیفتی و ترا دیگر هیچ طاقتِ رفتن نماند، بعد از آن عنایتِ حق ترا برگیرد، چنانکه طفل را مادام که شیر خواره است او را برمی گیرند، و چون بزرگ شد او را بخود رها می کنند تا می رود، اکنون چون قوتهاے تو نماند در آن وقت که این قوتها داشتی و این مجاهدها می نمودی، گاه گاهے میانِ خواب و بیداری بتو لطفے می نمودیم، تا بدان در طلب ما قوت می گرفتی، و امیدوار می شدی، این ساعت که این قوت نماند بخششهاے ما و عنایتهای ما را ببینی وقتی که تو خود را در میان نه بینی و دست و پای خود را بی هدایت و ارشاد ما با قوت ندانی، عنایت و جذبهٔ ما در رسد، و ترا برگیرد، و فوج فوج عنایت ما بر تو فرود می آیند، که بصد هزار کوشش از آن ذره نمی دیدی، اکنون فسبح بحمد ربک و استغفره، پس استغفار کن ازین اندیشه و پندار که می پنداشتی، که آن کار از دست و پای تو خواهد برآمدن، و از ما نمی دیدی، اکنون چون دیدی که از ماست استغفار کن، که اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا،

ما امیر را از برای دنیا و تربیت علم و عملش دوست نمی داریم، دیگرانش برای این دوست می دارند که روی امیر را نمی بینند پشت او را می بینند، امیر همچون آئینه ایست، این صفتها همچون درهاے ثمین که بر پشتِ آئینه نشانده اند، آنها که عاشق زر و جوهر اند نظر شان بر پشتِ آئینه است، و ایشان که عاشق آئینه اند نظر شان بر دُرّ و زر نیست، پیوسته روی بآئینه آورده اند، و آئینه را برای آئینگیش دوست میدارند، زیرا که در آئینه جمال خوبی می بینند و از آئینه ملول نمی گردند اما آن کس که روی زشت و معیوب دارد در آئینه زشتی می بیند زود آئینه

رامی گرداند، و طالب آن جوہری شود اکنون بر پشت آئینہ ہزار گون نقش سازند جوہر نشانند روی آئینہ را چہ زیان دارد پس حق تعالیٰ حیوانیت را و انسانیت را مرکب کرد تا ہر دو ظاہر گردند وبضدها تبین الاشیاء چون تعریف چیزی بی ضد او ممکن نیست و حق تعالیٰ ضد نداشت می فرماید کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف[۱] پس این عالم را آفرید تا از ظلمت عالم انوار او پیدا شود، و ہمچنین انبیاء و اولیاء را پیدا کرد کہ اخرج بصفاتی الی خلقی[۲] و ایشان مظہر نور حق اند تا دوست از دشمن پیدا شود و بیگانہ از یگانہ ممتاز شود، کہ آن معنی را از روی معنی ضد نیست الا بطریق صورت ہمچنانکہ در مقابلہ آدم ابلیس و در مقابلہ موسیٰ فرعون و در مقابلہ مصطفےٰ صلعم ابوجہل الی مالانہایہ پس با اولیاء خدا را ضد پیدا شود، اگرچہ در معنی ضد ندارد چنانکہ دشمنی و ضدی می نمودند کار ایشان بالاتر می گرفت و مشہورتر می شدند کہ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون[۳]

مہ نور می فشاند و سگ بانگ میکند   مہ را چہ جرم خاصیت سگ چنین بود

از ماہ نور گیر دارکان آسمان   خود کیست آن سگی کہ بخار زمین بود

بسیار کسان ہستند کہ حق تعالیٰ ایشان را بجاہ و نعمت عذاب می دہد و جان ایشان از آن گریزانست، فقیرے در ولایت عرب امیرے را سوار دید

---

[۱] میں ایک گنج نہاں تھا، پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں،، یہ حدیث قدسی حضرات صوفیہ میں بہت مشہور ہے، اگرچہ محدثین کی تحقیق میں ثابت نہیں،

[۲] میں اپنی صفات سے اپنی خلق میں آتا ہوں،

[۳] یہ کافر چاہتے ہیں، کہ اللہ کے نور کو پھونک مار مار کر بجھا دیں سو خدا اپنے نور کو پھیلا کر رہنے والا ہے، خواہ کافروں کو شاق ہی گذرے،، (صف، ع ۱)

در پیشانی او روشنائی انبیاء و اولیا، گفت[1] سبحان الله من یعذب العباد بالنعم

گفتند کہ فلان مقری قرآن را درست می خواند،

گفت آرے صورتِ قرآن را درست می خواند، ولکن از معنی بے خبر، دلیل بر آنکہ حالے کہ مقریِ دیگر را می بیند، رد می کند بنابینائی می خواند، نظیرش مردے در دست قند دارد قندے دیگر از آن بہتر آوردند، رد میکند، پس دانستیم کہ قند را نمی داند، کسی او را گفتہ است کہ این قند است، بتقلید بدست گرفتہ است، ہمچون کودکان با گردگان بازی می کنند چون مغزِ گردگان بایشان دہی رد کنند کہ گردگان آنست کہ چخچخ کند این را بانگے و چخچخے نیست، آخر خزائن خدا بسیار است و علمہای خدا بسیار[2] اگر قرآن را بدانستم می خواند قرآن دیگر را چرا رد می کند،

بامقری تقریر می کردم کہ در قرآن می گوید قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی[3]، اکنون بہ پنجاہ درم سنگ مرکب

---

[1] یک نوبت در راہے می رفت، امیرے باخیل و حشم بدیشان ملاقی شد، چون نظر بہ ہمہ کرافتاد، آن امیر از دور سر اسپ کشیدہ زمانے بسیار بایستاد، بعد از آن اشک ریزان روان گشت حضرت مولانا شمس الدین عظم اللہ ذکرہ برزبان راند، کہ سبحان من یعذب عبادہ بالنعم (سپہ سالار، ص ۲۳-۶۵ مناقب شمس تبریز)

[2] مثنوی، دفتر ۳ عنوان، تفسیر حدیث ان للقرآن ظہرا الخ

حرف قرآن را مدان کہ ظاہر ست | زیر ظاہر باطنے ہم قاہر ست
نور قرآن اے پسر ظاہر مبین | دیو آدم را نہ بیند غیر طین

[3] اے پیغمبر ان لوگوں سے کہدو کہ اگر سارا سمندر روشنائی بنجائے اور اس سے میرے رب کے کلمات لکھے جائیں تو قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خود یہ سمندر ختم ہو جائیگا، (کہف، ع ۱۲)

این قرآن را توان نشستن، پس این رمزیست از علم خدا، همه علم خدا این تنها نیست عطارے در کاغذ پاره دارو ی نهاد، اگر تو گوئی همه دکان عطار در اینجاست، این ابلهی باشد، آخر در زمان موسیٰؑ و عیسیٰؑ و غیرهم کلام خدا بود، بعربی نبود، تقریر این میدادم، در آن مقری اثر نمی کرد، ترکش کردم، آورده اند که در زمان رسول علیه السلام هر که یک سوره یا نیم سوره یاد گرفته ادرا عظیم خواندندے و انگشت نما گشتی که سوره یاد دارد،[1] از بهر آنکه ایشان قرآن را می خوردند، من نان یا دو من خوردن عظیم باشد الا که در دهان کنند و بخایند و بیند از ند هزار من توان خائیدن

آخر می گوید، رُب تالٍ للقرآن والقرآن یلعنه، پس این در حق کسی است، که از معنی قرآن خبر ندارد، الاهم نیکست، قومی را خدای تعالیٰ چشمها بغفلت بست تا عمارت این عالم می کنند که اگر بعضے را از آن عالم غافل نه کنند هیچ عالمی آبادان نه گردد غفلت عمارتها وآبادانیها انگیزاند، آخر این طفل از غفلت بزرگ می شود چون عقل او بکمال میرسد دیگر درازنی شود، و نمی بالد، پس موجب و سبب عمارت غفلت ست، و سبب ویرانی هشیاریست،[2]

---

[1] مثنوی، دفتر ۳، عنوان، دربیان آنکه درمیان صحابه حافظ کسے نبود،

در صحابه کم بدے حافظ کسے	گرچه شوقے بود جان شان را بسے
مغز علم افزود کم شد پوستش	زانکه عاشق را بسوزد دوستش

[2] مثنوی، دفتر ۴، عنوان، آموختن پیشه گورکنی قابیل، ــ

پس ستون این جهان خود غفلت ست،	چیست دولت کین دوادو با لت ست
اولش دوود با آخر لت بخور	جز درین ویرانه نبود مرگ خر
تو به جد کاری که بگرفتی بدست	عیبش این دم بر تو پوشیده شده است

اینک من می گویم از دو بیرون نیست، یا بنا بر حسد می گویم، یا بنا بر شفقت، حاشا که حسد باشد، برای آنکه حسد را از حسد بردن دریغست، تا با آنکه نه از روچه باشد، الا از غایت مهر و رحمتست که می خواهم که یار عزیز را معنی کشم، و از قرآن خواندن بغفلت برهد

آورده اند که شخصی در راه حج در بادیه افتاده بود، و تشنگی بروی عظیم غالب شده از دور خیمهٔ کوچک کهن دید، آنجا رفت و کنیزکی دید، آواز داد که من مهمانم، المراد آنجا فرود آمد و نشست، و آب خواست، آبش دادند، خورد از آتش گرمتر بود، و از نمک شورتر، از لب تا کام تا آنجا که فرو می رفت همه را می سوخت، این مرد از غایت شفقت در نصیحت آن زن مشغول شد، و گفت شما را بر من حقی است جهت آن قدر آسایش که از شما یافتم، شفقتم جوشیده است آنچه با شما گویم پاس دارید، اینک بغداد نزدیک ست و کوفه و واسط و غیرها از شهرهای بزرگ اگر مبتلا باشید تشنه غلطان غلطان می توان رفتن، تا آنجا که آنجا آبهای شیرین و خنک بسیارست، و طعامهای گوناگون و حمامها و تنعمها و لذتهای آن شهرها بر شمرد لحظهٔ دیگر آن عرب بیامد که شوهرش بود تائی چندین از موشان دشتی صید کرده بود زن را فرمود، که آن را بپخت و چیزی از آن به مهمان دادند، مهمان چنانک بود کورو کبود از آن تناول کرد، بعد از آن در نیم شب بیرون خیمه خفت زن به شوهر می گوید هیچ شنیدی که این مهمان چه صفتها کرد، قصهٔ مهمان تمام بر شوهر بخواند عرب گفت هان ای زن مشنو از این خبرها که حسودان در عالم بسیارند چون بینند که بعضی به آسایش و دولتی رسیده اند، حسدها کنند، و خواهند که ایشان را آنجا آواره کنند و از آن دولت محروم کنند،

اکنون این خلق چنین اند، چون کسی از روی شفقت پندی دهد حمل بر حسد کنند

الا چون درد ی که اصل یا شد یا صلح یا شد، عاقبت روی بمعنی آرد، چون بردی از روز الست قطرۂ چکانیده باشند، عاقبت آن قطره او را بدریای اصل کشد و از تشویشها و محنتها برهاند بیا، آخر چند از مادوری و بیگانهٔ در میان سوداهای و با قومی کسی چه سخن گوید چون جنس آن نشنیده اند از کسی، و نه از شیخ خود، مگر بوی برده باشد ولیکن کسی که بوی نبرده است قطعاً قبول نکند،

چون اندر تبارش بزرگی نبود ... نیارد حدیث بزرگان شنود

روی بمعنی آوردن اگرچه اول چندان تفرت نماید الا هر چند که رود شیرین تر نماید، بخلاف صورت اول نغز نماید، اما هر چند که با وی بیشتر نشینی سرد شوی کو صورت قرآن و کجا معنی قرآن، در آدمی نظر کن کو صورت او کو معنی او، اگر معنی از صورت آدمی برود در خانه اش لحظۂ رها نکنند،

حکایت

فرمود مولانا شمس الدین قدس الله سره که قافلهٔ بزرگ بجای می رفتند آبادانی نمی یافتند، و نه آبی، ناگهان چاهی پیش آمد سطلی بدست آوردند و ریسمان بستند این سطل را بزیر چاه فرو آویختند و کشیدند، سطل بریده شد، دیگر را فرستادند، هم بریده شد، بعد از آن از قافله یکی را بریسمان بستند و در چاه فرو کردند تا چند کسی بر نیامد عاقلی گفت من بروم او را فرو کردند نزدیک آن بود بقعر چاه رسد، سیاهی با هیبتی ظاهر شد، این عاقل گفت من نخواهم رهیدن، بارے عقل را جمع کنم، تا بینم که بر من چه خواهد رفتن، آن سیاه گفت قصه دراز مگو، تو اسیر منی، نرهی الا بجواب صواب گفت فرما، گفت از مقامها کجا بهتر، عاقل گفت اگر بگویم بغداد یا مصر و غیره چنان باشد که در مقام او طعنه زدم و نفی کردم، گفت جایگاه آن بهتر که کسی را آنجا مونسی و انسی باشد اگرچه قعر زمین بود، بهتر آن باشد، و اگر در سوراخ موشی بود خوشتر آن بود گفت هزار احسنت رهیدی

آدمی در عالم تو ئی، اکنون ترا رہا کردم، و دیگر از ایر کت تو آزاد کردم، بعد ازین
ہیچ خوئے نکنم، عالم را بجیت تو بتو بخشیدم، بعد از آن اہل قافلہ را سیراب کرد،
اکنون غرض ازین معنیست ہم این معنی را توان درصورت دیگر گفتن الا مقلدان ہمین نقش را
می گیرند دشوار است با ایشان گفتن اکنون ہم این سخن را در مثال دیگر گوئی نشنوند،

فصل

فرمود کہ تاج الدین قبائی می گفت کہ این دانشمندان در میان ما می آیند و مارا بے
اعتقاد می کنند و الا ایشان حاشا کہ از ما باشند، مثلاً سگے را طوق زرین بستند، آنرا
کہ بآن طوق سگ شکاری نخوانند شکاری معنی ایست در وخواہ طوق زرین
باشد و خواہ پشمین، این عالمی بجبہ و دستار نباشد، عالمی ہنریست
در ذات وے، اگر آن ہنر در قبا و عبا باشد تفاوتے نکند، ہمچنانکہ در زمان پیغمبر علیہ السلام
منافقان قصد رہ زنی دین می کردند، و جامہ نماز می پوشیدند تا مقلدی را در راہ
دین سست کنند، و این نتواند کردن، تا خود را از مسلمانان نسازند، اگر فرنگی یا جہودی
طعن کند، وی را کی شنوند، فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون و
الذین ھم یراءون ویمنعون الماعون[1]، سخن کلی این ست، نورداری آدمیے
نداری آدمیے طلب کن مقصود این ست باقی دراز کشیدنست، سخن را چون بسیار آرایش میکنند مقصود فراموش میشود
بقالے زنے را دوست می داشت باکنیزک خاتون پیغامہا

[1] کم بختی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نمازمین سستی کرتے ہین اور ریا و نمائش کرتے ہین اور چھوٹی
چیزوں تک مین بخل کرتے ہین، (ماعون، ع ۱)

کرد کہ من چنینم و چنانم، عاشقم، می سوزم، و آرام ندارم، بر من ستمها می رود، دی چنین بودم و دوش بر من چنین گذشت قصهای دراز فرو خواند، چون کنیزک بخدمت خاتون آمد گفت بقال ترا اسلام رساند و میگوید کہ بیا تا با تو چنین و چنان کنم، گفت باین سردی؟ گفت گفت او دراز کشید، اما مقصود این بود، اصل مقصودست باقی دردسرست

فصل

می فرمود کہ شب و روز جنگ می کنی و طالب تهذیب و اخلاق زن می باشی و نجاست زن را بخود پاک می کنی، خود را در وپاک کنی، بهترست کہ او را در خود وخود را بوے مهذب کن، سوی وی رو، و انچہ او گوید تسلیم کن، اگرچہ نزد تو آن سخن محال باشد، و غیرت را ترک کن، اگرچہ وصف رجالست، ولیکن بدین وصف نیکو وصفهای بد در تو در می آید از بهر این پیغامبر علیہ السلام فرمود لا رهبانیۃ فی الاسلام[1] کہ رهبانان را طریق خلوت بود و کوه نشینی، و زن ناستدن، و دنیا ترک کردن، خداوند عزوجل راهی باریک و پنهان نمود و پیغامبر را (و آن چیست) زن خواستن تا جور زنان می کشند، و محالهای ایشان می شنوند و بر و می دوانند و خود را مهذب می گردانند و انک لعلی خلق عظیم[2] جور کسان بر تافتن و تحمل محال چنان ست کہ نجاست خود را در ایشان مالیدن است خلق تو نیک می شود از بردباری و خلق ایشان بد می شود از سبکساری و تعدی کردن پس چون این را دانستی خود را پاک می گردان و ایشان را همچون جامه دان کہ پلیدیهای خود

[1] حاشیہ گذر چکا، [2] حاشیہ گذر چکا،

را بدان پاک می کنی و تو پاک می گردی واگر بنفس خود بر نمی آئی از روے عقل بخود تقریر دِہ کہ چنان انگارم کہ عقدے نرفتہ است معشوقہ الیست خراباتی ہر گہ کہ شہوت غالب می شود پیش وی می روم باین طریق حمیت وحسد را از خود دفع می کن تا ہنگام آن کہ ورای این تقریر ترا لذت مجاہدہ وتحمل رو ی نماید واز محالات ایشان ترا حالہا پدید شود بعد از آن بی این تقریر بامزید تحمل ومجاہدہ وحیف بر خود گرفتن گردی چون سود خود معین در آن بینی،

آوردہ اند کہ پیغامبر صلعم باصحابہؓ از غزا آمدہ بود فرمود کہ طبل را بزنید کہ امشب بر در شہر بخسپیم فردا در آئیم گفتند یارسول اللہ بچہ مصلحت؟ گفت شاید کہ زنانِ شما با مردانِ بیگانہ جمع بینید ومتالم شوید وفتنہ برخیزد یکے از صحابہ نشنید در رفت، زنِ خود را با بیگانہ یافت، اکنون راہ پیغمبر این ست، کہ می باید رنج کشیدن، از دفع غیرت، وحمیت و رنج اتفاق وکسوۂ زن، صد ہزار زہر مشقت چشیدن، تا عالم محمدؐی روی نماید،

راہ عیسیٰؑ خلوت وشہوت نا راندن، راہِ محمدؐی غصہای زن ومردم کشیدن چون راہ محمدؐی نمی توانی رفتن، باری راہ عیسیٰ برو، تا بیکبارگی محروم نمانی اگر صفای داری کہ صد سیلی می خوری، وبر آن ادیا حاصل آن را می بینی، یا بغیب معتقدی، چون فرمودہ اند وخبر دادہ، پس چنین چیزی ہست، صبر کنم تا ز مانی، تا آن حاصل کہ خبر دادہ اند بمن نیز برسد بعد از آن بینی چون دل برانیہا نہادہ باشی کہ من ازین رنجہا اگرچہ این ساعت حاصلے ندارم عاقبت بگنجہا خواہم رسیدن، بگنجہا رسی وافزون کہ توقع وامید داشتی این سخن اگر این ساعت اثر کند، بعد از مدتے کہ بختہ تر گردی عظیم اثر کند، زن چہ باشد عالم چہ باشد، اگر گوئی واگر نہ گوئی او خود ہمانست، وکار خود بخواہد کردن بلکہ ہمہ گفتنی

بتر می شود، مثلاً نانے بگیر، و زیر بغل نہ، و از مردم منع کن کہ این را البتہ بکسی نخواہم دادن چہ جای دادن بلکہ نخواہم نمودن اگرچہ آن نان بر درہا افتادہ است و سگان نمی خورند از بسیاری اما چون منع آغاز کردی ہمہ خلق رغبت کنند، و در بند آن نان گردند، و در شفاعت و شناعت درآیند کہ البتہ خواہیم کہ آن نان پنہان را کہ منع می کنی ببینیم علی الخصوص کہ آن نان را اگر سالی در آستین نہی و مبالغہ و تاکید می کنی در نادادن و نانمودن رغبت شان از حد و اندازہ بگذرد کہ اَلاِنْسَانُ حَرِیْصٌ عَلٰی مَامُنِعَ،

ہرچند کہ زن را امر کنی کہ پنہان شو، او را دغدغہ خود را نمودن بیشتر گردد، و خلق را از پنہان شدن او رغبت با آن زن افزون تر شود، پس تو نشستہ، و رغبت را از دو طرف تیز میکنی، و می پنداری کہ اصلاح کارے می کنی، و آن خود عین فساد است، و اگر او را گوہری باشد کہ نخواہد فعل بد کند و اگر منع کنی و اگر نہ کنی او بر آن طبع نیک خود و سرشت پاک خود خواہد رفتن، فارغ باش و تشویش مدار، و اگر بر عکس این باشد باز ہم چنین بر طریق خود خواہد رفتن، منع جز رغبت کردن نیست علی الحقیقت،

این مردمان می گویند کہ ما شمس الدین تبریزیؒ را دیدیم ای خواجہ ما او را دیدیم ای غر خواہر کجا دیدی یکی بر سر بام شتری را نمی بیند، می گوید کہ من سوراخ سوزن را دیدم و رشتہ گذرانیدم،

خوش گفتہ اند آن حکایت را کہ خندہ ام از دو چیز می آید یکی آن کہ زنگی سر انگشتان سیاہ کند، یا کورے سر از دریچہ بیرون کند، ایشان ہمانند اندرون نہاد باطنہا ای کور سر از دریچہ جسم قالب بدر می کنند، چہ خواہند دیدن از تحسین ایشان و تقبیح ایشان چہ نزد عاقل ہر دو یکیست چون ہر دو ندیدہ اند ہر دو می گویند بینائی می باید حاصل کردن بعد از آن نظر کردن

ونیز چون بینائی حاصل شود ہم کی تواند دیدن تا ایشان را یابد،

در عالم چندین اولیا اند بینا و واصل، و اولیای دیگر اند ورای ایشان که ایشان را مستوران حق گویند، و این اولیا زاریها می کنند که ای بار خدا از مستوران خود یکی با بنما تا ایشانش نخواهند و تا ایشان را نیابند، هرچند که چشم بینا دارند نتوانند شان دیدن، هنوز خراباتیان که قحبه اند تا ایشان را نیابند کسی نتواند بدیشان رسیدن و ایشان را دیدن مستوران حق را بی ارادت ایشان کی توانند دیدن و شناختن این کار آسان نیست که فرشتگان فرو ماندند که نحن نسبح بحمدک ونقدس لک[1] ما ہمہ عشق پاکیم و روحانیانیم و نور محضیم، و ایشان که آدمیانند مست شکم و خوار و خون ریز و یسفک الدماء[2]،

اکنون این ہمہ برای آنست، تا آدمی برخود لرزان شود، که فرشتگان روحانی که ایشان را نه مال و نه جاه و نه حجابست نور محض، غذا شان جمال خدا و عشق محض و دور بینان تیز چشم ایشان میان اقرار و انکار بودند، تا آدمی برخود بلرزد که وه من چه کسم و کجا شناسم، و نیز اگر بروی نوری بتابد، و ذوقی روی نماید، ہزار شکر کند خدای را که من چه لایق ام،

این بار شما از سخن شمس الدین بیشتر ذوق خواهید یافتن، زیرا که بادبان کشتی وجود آدمی اعتقادست، چون بادبان باشد باد وی را بجای عظیم برد، و چون بادبان نباشد، سخن باد باشد، خوش ست عاشق و معشوق میان ایشان بی تکلفی محض، این ہمہ

---

[1] ہم تیری حمد میں تسبیح پڑھتے رہتے اور تیری ہی تقدیس کرتے رہتے ہیں،، (البقرۃ ع ۴)

[2] اور وہ خون بہائیگا،، (بقر، ع، ۴)

تکلفها برای غیرست، هر چیز که غیر عشق ست بر د حرامست،

این سخن را تقریر دادمی عظیم، ولیکن یکی است، و بسیار می باید کندن وجوبها ساختن تا بحوض دل برسد، الاقوم ملولند، یا گوینده ملولست و بهانه می آورد، و اگرنه آن گو که از قوم ملالت ببرد و پول بیرزد، هیچ کس را عاشق دلیل نتواند گفتن بر حسن معشوق و هیچ کس نتواند در دل عاشق نشاندن دلیلی که بر نقص معشوق دال باشد، پس معلوم شد که اینجا دلیل کارندارد، اینجا طالب عشق باید شد، اکنون اگر در بیت مبالغه کنیم در حق معشوق آن مبالغه بناشد، و نیز می بینیم که مرید معنی خود را بذل کرد برای صورت،

کان نقش تو از هزار معنی خوشتر،

زیرا هر مرید که بر شیخ آید، اوّل از سر معنی برخیزد و محتاج شیخ می شود،

بهاؤالدین سوال کرد که برای صورت شیخ از معنی خود، بر نمی خیزد، بلک از معنی خود بر می خیزد برای معنی شیخ

فرمود نشاید که چنین باشد، پس هر دو شیخ باشند، اکنون جهد می باید کردن که در اندرون نورے حاصل کنی، تا ازین نارِ تشویشات خلاص یابی و ایمن شوی، آنکس که چنین نورے در اندرون حاصل شد که احوالهای عالم که بدنیا تعلق دارد مثل منصب امارت و وزارت در اندرون او می تابد، مثالِ برقے می گزرد همچنانکه اهل دنیا را احوالهای عالمِ غیب از ترس خدا و شوق بعالم اولیا در ایشان می تابد و چون برقے می گزرد، اهل حق کلی خدا را گشته اند و روی بحق دارند و مستغرق حق اند و هوسهای دنیا همچون شهوتِ عنین روی نماید و قرار نمی گیرد و می گزرد، اهل دنیا در احوال عقبی بعکس این اند،

فصل

شریف پاسوخته گوید،

آن منعم قدس کز جهان مستغنیست		جان همه اوست از جان مستغنیست
هر چیز که وهم تو بدو گشت محیط،		او قبلهٔ آنست ازان مستغنیست

این سخن سخت رسواست نه مدح شاه ست ونه مدح خدائے مردک آخر ترا ازین چه ذوق باشد، که از تو مستغنیست، این خطاب دوستان را نباشد، این خطاب دشمنان ست، که بدشمن گویند که من از تو فارغم و مستغنیم اکنون این مسلمانِ عاشق وگرم رو را بین که در حالت ذوق از معشوق او را این خطاب ست که از تو مستغنیست مثال این آن باشد که تونئے در تون نشسته بود ومیگوید که سلطان از من تونیم فارغست و از همه تونیان مستغنیست این تونی مردک را چه ذوق باشد که پادشاه ازو فارغست آری سخن این بود که تونی گوید من بر بام تو بودم سلطان گذشت او را ثنا گفتم در من نظر بسیار کرد و از من گذشت وهنوز در من نظر می کرد این سخن باشد ذوق دهنده الا این که پادشاه از تونیان فارغست این چه مدح باشد پادشاه را و چه ذوق دهد تونی را هر چیز که وهم تو بدو گشت محیط، ای مردک خود زوهم تو چه خواهد گشتن جز نیکی مردمان از حال تو و از وهم تو مستغنی اند و اگر از وهم با ایشان حکایت می کنی ملول می شوند می گریزند چه باشد وهم که خدا از آن مستغنی نباشد خود آیت استغنا بر اسے کافران آمده است حاشا که بمومنان این خطاب باشد ای مردک استغنائے او

تا تبست، الا اگر حالی باشد ترا که چیزی ارزد از تو مستغنی نباشد بقدر عزت تو،
شیخ محله می گفت که اول دیدست بعد از آن گفت وشنود چنانکه سلطان را همه
می بینند ولیکن خاص آن کس ست که با پادشاه سخن گوید،

فرمود که این کژ و رسوا است و باژگونه است موسی علیه السلام گفت وشنود و دیدار
می طلبید مقام گفت از آن موسیٰ و مقام دیدار از آن مصطفیٰ صلعم بود پس این سخن چون راست
آید؟ می فرمود یکی پیش مولانا سلطان المحبوبین شمس الدین تبریزی گفت که من بدلیل قاطع
هستی خدا را ثابت کردم بامداد مولانا شمس الدین فرمود که دوش ملائکه آمده بودند و آن مرد را
دعا می کردند که الحمد الله که خدای ما را ثابت کرد، خدااش عمر دهاد، در حق عالمیان تقصیر
کرد ای مردک خدا ثابتست او را چه دلیل می باید اگر کاری می کنی خود را بمرتبه و مقامی
پیش او ثابت کن و اگر نه بی دلیل تو او ثابت است، وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ[1]،

درین شک نیست که این فقیهان زیرک اند، و ده اندر ده می بینند در فن خود، و
لیکن میان ایشان و آن عالم دیواری کشیده اند برای نظام یجوز و لایجوز، که اگر آن
دیوار حجاب شان نشود، هیچ آن را نخوانند، و از کار معطل مانند و نظیر این مولانا بزرگ
مثال فرمود که آن عالم مثال دریای است و این عالم مثال کف و خدای عزوجل
خواست که کفک را معمور دارد، قومی را پشت بدریا کرد، برای عمارت کفک، اگر
ایشان باین مشغول نشوند، خلق همدیگر را فنا کنند، و از آن خرابی لازم آید، پس خیمهٔ ابیت
کرده اند برای شاه، قومی را برای عمارت این خانه و خیمه مشغول کرده اند، یکی می گفت
اگر من میخ نه سازم طناب را کجا بندند آن دیگر می گوید که من اگر طناب نساختمی خیمه چون

[1] حاشیہ اوپر گزر چکا،

ایستادے، چون ہمہ کس دانند کہ این ہمہ بندگان آن شاہند، کہ در خیمہ خواہد نشستن، و تفرج معشوق خواہد کردن، پس اگر جولاہہ ترک جولاہگی کند برای طلب وزیری، ہمہ عالم برہنہ و عور بمانند پس او را در آن شیوہ ذوقی بخشیدند، کہ بدان خرسند شدہ است، پس این قوم را برای نظام عالم کفک آفریدہ اند، و عالم را برای نظام آن ولی خنک آن کہ عالم را برای نظام او آفریدہ باشند، نہ او را برای نظام عالم، پس ہر یکی را در آن کار خدای عزوجل خرسندی و خوشی می بخشد کہ او را صد ہزار سال اگر عمرش باشد ہمان کار می کند، و ہر روزی عشق او در آن کار بیشتر میشود و وی را در آن پیشہ دقیقہا می زاید و لذتہا از آن می گیرد کہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ[۱] طناب گر را تسبیحے دیگر و میخ ساز را تسبیحے دیگر، عمود ساز را و جامہ باف را تسبیحی دیگر و اولیا را کہ در خیمہ نشستہ اند و عشرت می کنند تسبیحی دیگر،

اکنون قوم بر ما می آیند، اگر خاموش می کنیم ملول می شوند و می رنجند و اگر چیزی می گوئیم لایق ایشان می باید گفتن، پس می رنجند میروند و مرا تشنیع می زنند کہ از ما ملول ست و می گریزد ہیزم از دیگ کی گریزد الا دیگ می گریزد و طاقت ندارد پس گریختن آتش و ہیزم گریختن نیست بل او را چون دید کہ ضعیف است از وے دور می شود پس در حقیقت علیٰ کل حال دیگ می گریزد پس گریختن ما گریختن ایشان ست، ما آئینہ ایم اگر در ایشان گریزیست در ما ظاہر می شود ما برای ایشان می گریزیم، آئینہ آن ست کہ خود را در وی بینند، اگر ما را ملول می بینند از ملالت ایشان ست، بہر آنکہ ملالت صفت ضعیف، این جا ملالت نگنجد، و ملالت چہ کار دارد،

مرا در گرمابہ افتاد کہ شیخ صلاح الدین را تواضعی زیادت می کردم، و شیخ صلاح الدین تواضعی بسیاری کرد و در مقابلہ آن تواضع شکایت کردم، در دلم آمد

[۱] حاشیہ اوپر گذر چکا،

کہ تو تواضع را ازحد می بری، تواضع بتدریج باید، اول دستش بمالی، بعد از ان باندک اندک بجای برسانی که آن ظاهر نه شود و ننماید، و خو کرده باشد، لاجرم بنایدش در زحمت افتادن وعوض خدمت را خدمت کردن چون بتدریج او را خو گر آن تواضع کرده باشی، دوستی را چنین ودشمنی را چنین باید کردن، اندک اندک بتدریج مثلاً دشمنی را اندک اندک اول نصیحت بدهی واگر نشنود ویرا از خود دور کنی واگر هم نه شنود آنگه ویرا ابزنی در قرآن می گوید فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ[1]۔

وکارهای عالم بدین سان می رود نبینی صلح و دوستی بهار را در آغاز اندک اندک گرمی نماید وآنگه بیشتر و درختان نگر اندک اندک پیش می آیند، اول بتبسمی آنگه رختها از برگ ومیوه پیدا می کنند وصوفیان همه را درمیان می نهند وهر چه دارند جمله را درمی بازند پس کارهای عالم را وعقبی را جمله را هر که شتاب کرد و در اول کار مبالغه نمود آن کار میسر او نشد اگر ریاضتست طریقش چنین گفته اند که اگر منی نان می خورد هر روزی درم سنگی کم کند بتدریج چنانکه سالی دو بر و بگزرد، تا منی را نیم من رساند چنان کم کند که تن را کمی آن ننماید و هم چنین عبادت و خلوت در و آوردن بطاعت و نماز اگر یکی نماز نمی کرد چون درراه حق در آید اول مدتی پنج نماز نه انگدارد بعد از آن زیادت می کند، تا فی صلوٰتہم دائمون[2].

فصل

والہ صلی ان یحفظ ابن چاوش حق الشیخ صلاح الدین حفظاً فی الغیب کلا نہ

[1] "پس ان کو سمجھاؤ، پھر ان کے ساتھ ہمخوابی ترک کردو، پھر انہیں مارو"۔ (نساء، ع ۶)

[2] وہ نماز میں ہمیشہ رہتے ہیں"۔ کلام مجید کے الفاظ یوں ہیں، علی صلوٰتہم دائمون (معارج ع ۱)

ربما ينفعه، وينارفع منه هذه الظلمات والغشاوة، هذا ابن چاوش، اما يقول في نفسه؟ ان خلقا من الناس قد تركوا بلادهم واباءهم وامهاتهم واهليهم وقرابتهم وعشيرتهم، وسافروا من الهند الى السند، وعملوا نعالا من الحديد حتى تقطعت ربما التقى احدا له رائحة من ذالك العالم، وكم من اناس ماتوا في هذه الحسرة وما فاز واو مالاقوا مثل هذا الرجل، اما انت فقد القيت في بيتك حاضرا مثل هذا الرجل وتولى عنه، ما هذا الابلاء عظيم وغفلة،

ولم يزل مولنا ينصحني في حق شيخ المشائخ صلاح الحق والدين خلد الله ملكه انه رجل عظيم، واقل الاشياء اني ما سمعت مولانا قط مذ يوم دخلت في خدمته يسميه يوما من الايام الا باسم سيدنا ومولانا وما رف ربنا وخالقنا وغير هذه العبارة،

. . . . الیس

ان اغراضه الفاسدة قد حجبه عن هذا، فاليوم يقول في الشيخ صلاح الدين انه هو ما ينبغي ايش عمل الشيخ صلاح الدين من الاساءة في حقه غير انه يريد لا يقع في الجب فيقول له لا تقع في الجب، لشفقته عليه وعلى سائر الناس، وهو يكره ذالك لشفقته، لانك اذا فعلت شيئا لا يرضى به صلاح الدين كنت في وسط قهره واذا كنت في قهره فكيف يتجلى، بل كلما رحت تعتني وتسود من دخان جهنم ينصحك، ويقول لك لا تسكن في قهري وانتقل من دار قهري وغضبي الى دار لطفي ورحمتي لانك اذا فعلت شيئا يرضيني دخلت في لطفي فمنه يتجلى فوا دك، وتصير نورانيا انما ينصحك لاجل غرضك وخيرك وانت تاخذ تلك الشفقة والنصيحة من علة غرض، ايش يكون لمثل ذالك الرجل اليك

(منہ) غرض اوعداوۃ، الیس انک اذا حصل لک ذوق ما من خمر حرام او من حشیش او من سماع او من سبب من الاسباب فی تلک الساعۃ ترضی عن کل عدو لک وتعفو عنہم وتمیل ان تبوس ارجلہم وایدیہم والکافر والمومن کلاہما یستویان من تلک الساعۃ فی نظرک و تحمدان،

فالشیخ صلاح الدین انما ہو اصل ہذہ الذوق وابحر الذوق (کلہا) عندہ فکیف یکون لہ بغض الی احد، او غرض، معاذ اللہ انما یقول ہذہ شفقۃ علی العباد ومراحمۃ علیہم، لولا کذالک فایش ما یکون منہ غرض الی ہؤلاء الجراد والضفادع لمن یکون لہ ذالک الملک وتلک العظمۃ، الیس یستوی ہؤلاء المساکین الیس ان ماء الحیوۃ کما قالوا انہ فی الظلمات انما ہی اجسام الاولیاء وماء الحیوۃ فیہم ولا تقدر ان تلقی ماء الحیوۃ الا فی الظلمات فان کنت تکرہ ہذہ الظلمات وتنفر منہا فکیف یصل الیک ماء الحیوۃ الیس انک اذا طلبت ان تتعلم الخناث من المخنثین او القحوبیۃ من القحاب ماتقدر ان تتعلم ذلک الا ان تحمل الف مکروہ، وضرب وخلاف ارادتک حتی تفوز بما تریدہ، وتتعلم ذلک فکیف ترید تحصیل حیاۃ باقیۃ سرمدیۃ وہی مقام الانبیاء والاولیاء ولا یجیٔ الیک مکروہ ولا تترک بعض ما عندک، کیف یصیر ہذا، لایحکم علیک الشیخ مثل ما حکمت مشایخنا الاولون ان اترک المرأۃ والاولاد والمال والمنصب بل کانوا یحکمون علیہم ویقولون اترک امرأتک حتی ناخذہا نحن وکانوا یتحملون ذالک، وانتم، اذا نحکم بشیٔ یسیر ما لکم

لاتحملون وعسیٰ ان تکرهوا شیئاً وهو خیرلکم، الیس یقول هؤلاء الناس، قد غلب علیهم العمیٰ والجهل، وما یتاملون ان الرجل اذا عشق حبیباً او امرأة نکیف یخضع لها ویتذلل، ویفدی المال حتی یجد عمابذل مجهوده فتتردد الیه لطیب قلبها نیلاً ویضاسر الا تمل من هذا وتمل من غیرهذا، فان کانت محبته للشیخ ومحبته لله، اقل من هذا، ویترك الشیخ لا وفی حکم او نصیحة او دلال ویعرض عنه، فاعلم بانه لیس بعاشق ولا طالب، ولو کان عاشقاً وطالباً لتحمل اضعاف ما قلنا وکان علی قلبه، الذمن العسل والسکر،

فصل

فرمود که جانب توقان می باید رفتن، که آن طرف گرم سیر است، انطاکیه اگرچه گرم سیر است، اما آنجا اغلب رومیانند، سخن ما را فهم نه کنند، اگرچه درمیان رومیان نیز کسان هستند که فهم می کنند، روزی سخن می گفتم میان جماعتی، هم جماعتی از کافران بودند، درمیان سخن می گرلیستند، ومتذوق می شدند، وحالت می کردند،

یکی سوال کرد که ایشان چه فهم کنند، این جنس سخن را از مسلمانان گزیده از هزار یک فهم کنند ایشان چه فهم کردند که می گرلیستند،

فرمود لازم نیست که نفس این سخن را فهم کنند آنچه اصل این سخن ست آن را

فهم می کنند آخر همه مقرند به یگانگی آن خدا که خالق است و رزاق است و در همه متصرف و رجوع بوی است و عقاب و عفو از وست، چون این سخن را شنیدند این سخن وصف حق است و ذکر اوست پس جمله را اضطراب و ذوق و شوق حاصل شد، که ازین سخن بوی مطلوب و معشوق ایشان می آید، اگر راهها مختلف است اما مقصود یکیست، نمی بینی که راه بکعبه بسیارست بعضی از روم و بعضی از شام و از بر و بحر پس اگر در راهها نظر کنی اختلاف عظیم و مباینت بی حدست، اما چون بمقصود نظر کنی همه متفقند، و درون ها را بکعبه ارتباطی عظیم است که آنجا خلافی نمی گنجد، آن تعلق نه کفرست و نه ایمان، یعنی آن تعلق مشوب نیست بآن راهها ی مختلف که گفتیم چون آنجا رسیدند آن مباحثه و جنگ و اختلاف که همدیگر را باطل و مبطل می گفتند منقطع شد چون بکعبه رسیدند معلوم شد که آن جنگها در راه بوده و دیدند که مقصد یکیست،

مثلاً اگر کاسه را جان بودی بندهٔ کاسه گر بودی، و با وی عشقها باختی، اکنون این کاسه را که ساخته اند بعضی می گویند که این را چنین می باید بر خوان نهادن، و بعضی می گویند اندرون او را می باید شستن، و بعضی بیرون او را، و بعضی مجموع کاسه را، بعضی می گویند حاجت نیست شستن اختلاف درین چیزهاست، اما آنکه داند که کاسه را صانعی هست و از خود نشده است متفق علیه هست، و کس را درین هیچ خلاف نیست، اکنون آدمیان در اندرون دل از روی باطن محب حق اند و طالب او بند و نیاز بدو دارند و چشم داشت هر چیزے از و دارند و غیر حق را متصرف و قادر بر اشیاء نمی دانند این چنین معنی نه کفرست و نه ایمان و آن را در باطن نامی نیست اما چون از باطن سوی ناودان زبان آب آن معنی روان شود و افسرده شود نقش و عبارت گردد و حاو خا و دال گردد اینجا نامش کفر و ایمان و نیک و بد می شود، همچنان که نباتات که از زمین می رویند در ابتدای خود صورتی ندارند

وچون روی باین عالم می آرند در آغاز کار لطیف و نازک می نمایند و سپید رنگ چندانکه درین عالم قدم پیش می نهند، وسوی عالم می آیند کثیف و غلیظ تر می گردند، و رنگی دیگر می گیرند

اما چون مومن و کافر بهم نشینند چون بعبارت چیزی نگویند یگانه اند و بر اندیشه گرفت نیست و در درون عالم آزادیست زیرا اندیشها لطیف اند بر ایشان حکم نتوان کردن نحن نحکم بالظاهر والله یتولی السرائر آن اندیشها را که حق تعالی پدید می آرد در تو، تو نتوانی آنرا بصد هزار لاحول وجهد از خود دور کردن، پس آنچه می گویند خدا را آلت حاجت نیست، راستست، نمی بینی آن تصورات و اندیشها را در تو چون پدید می آرد بی آلتی و بی قلمی و رنگی آن اندیشها هم چون مرغان هوائی و آهوان وحشی اند که ایشان را پیش از آن که بگیری و در قفس محبوس کنی وفروختن ایشان از روی شرع روا نباشد زیرا که مقدور نیست مرغ هوائی را فروختن زیرا که در بیع تسلیم شرطست و چون مقدور تو نیست چه تسلیم کنی پس اندیشها مادام که در باطن اند بی نام و نشان اند بر ایشان حکم نتوان کردن نه به کفر و نه به اسلام هیچ قاضی گوید که تو اندرون چنین اقرار کردی یا چنین بیع یا سوگند بخور که در اندرون چنین اندیشه کردی نه گوید زیرا کس را بر اندرون حکمی نیست،

اندیشها چون مرغان هوا اند چون در عبارت آمدند بعد از آن توان حکم کردن بکفر و به اسلام و به نیک و بد همچنانکه اجسام را عالمیست و تصورات را عالمیست و تخیلات را و توهمات را عالمیست، وحق تعالی ورای همه عالمهاست، نه داخل و نه خارج، اکنون تصرفات حق در نگر درین تصورات، که چون این ها را بی چون و چگونه بی قلم و آلت مصور می کند آخر آن خیال و تصورات را اگر بطلبی وسینه را بشکافی و ذره ذره کنی آن اندیشه را نیابی در خون نیابی و در رگ نیابی، بالا و زیر در هیچ جزوی نیابی بی جهت و بی چون

وچگونہ وہم چنین بیرون نیز نیابی چون لتصرفات او درین تصورات بدین لطیفی است که بی نشان ست، پس او که آفرینندہ این ہمہ ست، بنگر کہ چگونہ بی نشان باشد وچہ لطیف لطیفِ لطیف خواہد بودن، چنانکہ آن قالبہا نسبت بمعنی اشخاص کثیف اند این معانی لطیف بے چون وچگونہ نسبت بہ باری تعالیٰ اجسام وصور کثیف اند، بیت

زپردہا اگر آن روح قدس بنمودی عقول وروحِ بشر رابدن شمردندی

وحق تعالیٰ درعالم مصورات نگنجد، ونہ در ہیچ عالمی، کہ اگر درعالم تصورات بگنجد، لازم آید مصور براو محیط باشد، پس او خالق تصورات نباشد پس معلوم شد کہ او ورای ہمہ تصورہاست لَقَدْ صَدَقَ اللهُ رسوله الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله[1] ہمہ می گویند کہ در کعبہ درآیم بعضی گویند کہ انشاء اللہ درآییم اینہا استثنا می کنند عاشقانند زیراکہ عاشق خود را بر کار و مختار نبیند در کار معشوق را داند پس می گویند، اگر معشوق خواہد درآییم اکنون مسجد حرام پیش اہل ظاہر کعبہ است، پیشِ عاشقان وخاصان وصال حقست، پس می گویند اگر خدا خواہد بوی برسیم، وبدیدار مشرف شویم اما آنکہ معشوق گوید ان شاء اللہ آن نادر است وحکایت آن غریب است، غریبی باید تا حکایت غریب بشنود وتواند شنیدن،

خدا را بندگانند کہ ایشان معشوق ومحبوبند حق تعالیٰ طالب ایشان ست، وہرچہ وظیفہ عاشقان ست، او برای ایشان می کند، ومی نماید، ہمچنان کہ عاشق می گفت انشاء اللہ برسیم حق تعالیٰ برای آن عزیز انشاء اللہ می گوید اگر بشرحِ آن مشغول شویم، اولیای واصل سر رشتہ گم کنند، پس چنین اسرار واحوال را بخلق چون توان گفتن،

قلم این جا رسید وسر بشکست

[1] ''خدا نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا کہ اگر خدا چاہیگا، تو مسجد حرام میں داخل ہونگے'' (فتح ع ۴)

یکی که شتر را بر مناره نمی بیند تار موی در دهن شتر چون بیند آمدیم بحکایت اوّل اکنون عاشقان که انشاء الله می گویند یعنی پر کار معشوق است اگر معشوق خواهد بکعبه در آئیم ایشان غرق حق اند آنجا غیر نمی گنجد و یاد غیر حرام است چه جای غیرست که خود را تا محو نکرد آنجا نگنجید،

لیس فی الدار غیر الله

اکنون این که می فرماید رسوله الرؤیا خوابهای عاشقان و مشتاقان و صادقانست و تعبیرش در آن عالم پیدا شود بلکه احوال جمله عالم خواب ست تعبیرش در آن جهان پیدا شود همچنانک خوابی می بینی که سواری بر اسپ بمراد رسی اسپ بمراد چه نسبت وارد اگر بینی که که بتو درمها درست دادند تعبیرش سخنهای نیک از عالمی بشنوی درم بسخن چه ماند همچنین که گفتیم احوال همه عالم خواب است الدنیا حلم النائم تعبیرهاش در آن عالم دگرگون باشد که که باین نماند آن را معبّر الهی تعبیر کند زیرا بر وی همه مکشوفست همچنان که باغبانی در باغ درآید بر درختان نظر کند بی آنکه بر شاخها میوه بیند حکم کند که این خرماست و آن انجیر و آن انارست وغیره چون علم آن را دانسته است حاجت قیامت نیست که تعبیرها را بیند که چه شد و آن خواب چه نتیجه داد او دیده است پیشین که چه نتیجه خواهد دادن همچنین که باغبان پیشین می بیند که البته این درخت چه میوه خواهد دادن همه چیزهای عالم از مال و زن و جامه (و املاک و اسباب) مطلوب لغیره است مطلوب لذاته نیست نمی بینی که اگر صد هزار درم ترا باشد و گرسنه باشی و نان نیابی هیچ درم آن درم را خوردن و غذای خود کردن و زن برای فرزندست و قضای شهوت و جامه برای دفع سرماست و همچنین جمله چیزها مسلسل است تا بحق جل شانه اوست که مطلوب لذاته است او را برای او خواهد نی برای چیز دگر که چون او ورای همه است و به از همه و شریفتر و لطیفتر از همه پس او را برای کم از و چون خواهند پس الیه المنتهی

چون بحق رسیدند مطلوب کلی رسیدند از آنجا در گذر نیست،

این نفس که آدمی محل شبهه و اشکالست هرگز بهیچ وجه از و نتوان شبهه و اشکال را برون مگر که عاشق شود بعد از آن در وی اینها نماند حبک الشیء یعمی و یصم ابلیس چون آدم را سجود نکرد و مخالفت امر نمود گفت خلقتنی من نار و خلقته من طین[1] ذات من از نار است و ذات او از طین چون شاید که اعلی ادنی را سجود کند، چون ابلیس را بدین جرم و مقابلگی نمودن و با خدا جدال کردن لعنت کرد و دور کرد گفت یارب آه همه را تو کردی و فتنه تو بود مرا لعنت می کنی و چون آدم گناه کرد حق تعالی از بهشتش برون آورد و با آدم گفت ای آدم چون من بر تو گرفتم بگناهیکه کردی و ترا زجر کردم چرا با من بحث نکردی آخر ترا حجت بود با من می گفتی همه از تست و تو کردی هر چه تو خواهی آن شود هرچه نخواهی خود بوجود نیاید این چنین حجت راست مبین واقع داشتی چرا نگفتی گفت یارب می دانستم لیکن ترک ادب نتوانستم کردن در حضرت و عشق نگذاشت که مواخذه کنم،

فرمود که این شرع مشرع است یعنی آبشخوار، مثالش همچنانست که در دیوان پادشاه در احکام پادشاه از امر و نهی و عدل و سیاست عام را و خاص را و احکام دیوان پادشاه بی حد است در شمار نتوان آوردن و عظیم خوب ست و پر فائده قوام عالم بدانست اما احوال درویشان که فقر و مصاحبت است با پادشاه دانستن علم احکام کو و دانستن علم حاکم کو از دانستن علم حاکم تا مصاحبت پادشاه فرق عظیمست اصحاب و احوال ایشان همچون مدرسه است که در او فقیهان باشند هر فقیهی را مدرس بر حسب استعداد او جامگی می دهد یکی را ده یکی را بیست یکی را سی ما نیز سخن را بقدر هر کس و استعداد او می گوئیم کلموا الناس علی قدر عقولهم

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا،

فصل

ہر کسی این عبادت را نبیتے کند، یا برای اظہار کرمے، یا برای نامے، یا برای ثواب وحق تعالیٰ را مقصود رفع مرتبۂ اولیا و تعظیم تربت و مقابر ایشان ست، ایشان بخود بتعظیم محتاج نیستند، و در نفسِ خود معظمند، چراغ اگر می خواہد کہ اورا بلند می نہند، برای دیگران می خواہد، نہ برای خود، اورا چہ زیر چہ بالا، ہر جا کہ ہست چراغ منورست، الا می خواہد کہ نور او بہ دیگران برسد این آفتاب کہ بالای آسمان ست، اگر زیر باشد ہمان آفتاب ست، الا عالم تاریک ماند پس او بالا برای خود نیست، برای غیر ست، حاصل ایشان از بالا و زیر و تعظیم خلق منزہ اند، ترا کہ ذرہ ذوق و لمعہ لطف آن عالم بروی می نماید آن لحظہ از بالا و زیر و خواجگی و بندگی و از خویشِ نیز کہ از ہمہ نزدیک ترست بیزار می شوی، دیادت نمی ماند، ایشان کہ معدن و اصلِ آن نور و ذوق اند، مقیدِ زیر و بالا کے باشند، مفاخرت ایشان بحق است و حق از زیر و بالا مستغنیست، این زیر و بالا مارا است کہ پا و سر داریم،

رسول علیہ السلام می فرمود کا تفضلونی علی یونس بن متیٰ بان کان معراجہ فی بطن الحوت و معراجی کان فی السماء علی العرش[۱] یعنی مرا اگر تفضیل نہید برو، ازین رو منہید کہ عروج او در بطن حوت بود، و مرا بالاے آسمان، کہ حق تعالیٰ نہ بالاست و نہ زیر، تجلّی بالا ہمان باشد، و در زیر ہمان، و در بطن حوت ہمان اواز بالا و زیر منزہ است

[۱] مجھے یونس بن متے پر برتری نہ دو، کہ ان کی معراج بطن ماہی میں ہوئی اور میری معراج آسمانِ عرش پر ہوئی،، حدیث نبوی میں صرف اتنا ملتا ہے کہ "مجھے یونس پر برتری نہ دو،، آگے مولانا نے غالباً اس کی شرح کردی ہے،

برادهمه یکیست[1]

بسیار کسان هستند که کارها می کنند، غرضشان چیزے دیگر، ومقصود حق چیزے دیگر چون خدا خواست که دین محمدؐ معظم باشد وظاهر شود وتا ابد الدهر بماند، بنگر که برای قرآن چند تفسیر ساخته اند، ده ده مجلد، وهشت هشت مجلد وچار چار مجلد، غرضشان اظهارِ فضل خویشتن، کشاف را زمخشری بچندین دقائقِ نحو ولغت وعبارتِ فصیح تصنیف کرده است، برای اظهار فضل خود تا مقصودِ حق حاصل می شود وآن تعظیم دین محمدؐست، پس همه گان نیز کارِ حق می کنند، واز غرض حق غافل، وایشان را مقصود دیگر، حق می خواهد که عالم باند، ایشان بشهوات مشغول می شوند، وبه زنے شهوت می رانند برای لذت خود، ازآنجا فرزندے پیدا می شود، وآن سببِ قوام عالم می گردد، پس به حقیقت بندگی حق بجا می آرند، اِلّا ایشان بآن نیت نمی کنند، وهمچنین مساجد می سازند، وچندین خرجها که می کنند، در صحن وسقف آن بالاعتبار قبله راست ومقصود معظم قبله است وتعظیم آن افزون می شود، هر چند که مقصود ایشان آن نبود،

این بزرگی اولیا ازروی صورت نیست ای والله ایشان را بالائی وبزرگی هست ابا بیچون وچگونه آخر این درم بالائے پولست، بالای او ازروی صورت نیست، بلکه تقدیراً اگر نقره بر بام نهی وزر را زیر قطعاً زر بالا باشد علی کل حال، ولعل ودُر بالای زر، خواه زیر خواه بالا، وسبوس بالای غربالست وآرد زیر، بالا چه باشد؟ قطعاً آرد باشد، اگرچه زیرست

[1] مثنوی، دفتر ۳ تفسیر حدیث که لاتفضلونی علی یونس بن متیؑ ؎

گفت پیغمبر که معراج مرا — نیست بر معراج یونسؑ اجتبا

آن من بالا وآنِ او نشیب — زانکه قرب حق برون هست از حسیب

قرب حق نه زیر وبالا رفتن هست — قرب او از حبس هستی رستن ست

پس بالائی از روی صورت نیست، در عالم معانی چون آن گوہر در اوست، علی کل حال او بالاست،

فصل

شخصی در آمد فرمود که او محبوب ست و متواضع و این از گوہر اوست، ہمچون شاخی که میوہ اش بسیار باشد، آن میوہ اورا فرو کشد، و آن شاخ را که میوہ نباشد سر بالا دارد ہمچون سپیندار چون میوہ از حد بگذرد، ستونہا نہند تا بکلی فرو نیاید پیغامبر علیہ السلام عظیم متواضع بود زیرا میوہ ہای عالم اوّل و آخر بر وی جمع بود لاجرم از ہمہ متواضع تر بود ما سبق رسول اللہ احد فی السلام گفت کسی ہرگز پیش از پیغامبر سلام نگفت زیرا او پیش دستی کردی از غایت تواضع و اگر تقدیراً سلام پیشین ندادی ہم متواضع او بودی و سابق در سلام او بودی زیرا اسلام را از و آموختند و از و شنیدند ہر چہ دارند اولیان و آخریان ہمہ از عکس او دارند و سایہ اویند اگر سایہ یکی در خانہ پیش از وی در آید در حقیقت پیش او باشد اگر چہ سایہ سابقست بصورت آخر سایہ که از و سابق شد فرع اوست و این اخلاق از اکنون نیست، از آن وقت در ذرہا ی آدم در اجزای او، این ذرہا بودند بعضی روشن بعضی نیم روشن بعضی تاریک این ساعت آن پیدا می شود اما این تابانی و روشنی سابقست و ذرّہ او در آدم از ہمہ صافی تر و روشن تر و متواضع تر بود،

بعضی اوّل نگرند و بعضی آخر این ہا که آخر نگرند عزیز ترند و بزرگند زیرا نظر شان بعاقبت است و بآخرت و آنہا که باوّل نظر می کنند خاص ترند می گویند چہ حاجت است که بآخر نظر کنیم چون گندم کشتہ اند در اوّل جو نخواہد رستن و آن را که جو کاشتہ اند گندم بر نیاید پس نظر ایشان در اوّلست و قومی دیگر خاص ترند که نہ باول نظر دارند و نہ بہ آخر، ایشان را از اوّل و آخر یاد نمی آید غرق حقند، و قومی دیگرند که ایشان غرقند در دنیا باوّل و آخر نمی نگرند از غایت

غفلت ایشان علف دوزخ اند پس معلوم شد که اصل محمدﷺ بوده است که لولاک لما خلقت الافلاک[1] و هر چیزی که هست از شرف و تواضع و حلم و مقامات بلند همه بخشش اوست و سایهٔ اوست زیرا از و پیدا شده است همچنانکه هرچه این دست کند از سایهٔ عقل کند زیرا که سایهٔ عقل بر اوست،

هر چند که عقل را سایه نیست اما او را سایه هست بی سایه همچون که معنی را هستی هست بی هستی اگر سایهٔ عقل بر آدمی نباشد همه اعضای او معطل شوند دست بهنجار نگیرد و پا راست رفتن نتواند چشم چیزی نبیند گوش کژ شنود پس بسایهٔ عقل این اجزا کارها بهنجار می کنند و لائق بجای می آرند و در حقیقت آن همه کارها از عقل می آید اعضا آلت اند همچنین آدمی باشد عظیم خلیفهٔ وقت همچون عقل کل ست عقول مردم همچون اعضای وی اند هرچه کنند از سایهٔ او باشد و اگر از ایشان کژئی بیاید از آن باشد که آن عقل کل سایه از ایشان برداشته باشد چنانکه مردی چون دیوانگی آغاز کند و کارهای ناپسندیده پیش گیرد همه را معلوم گردد که عقل از سر او رفته ست و سایه بر وی نمی افگند و از سایه و پناه عقل دور افتاده است،

عقل جنس ملک است اگرچه ملک را صورت هست و پر و بال هست و عقل را نیست اما در حقیقت یک چیز اند و یک فعل می کنند و یک طبع دارند بصورت نظر نمی باید کردن چون درین معنی یک فعلند مثلاً صورت ایشان را اگر بگدازانی همه عقل شود و هیچ از پر و بال چیزی بیرون نماند پس دانستیم که همه عقل بودند اما مجسم شده و ایشان را عقل مجسم گویند همچنان از موم مرغی سازی با پر و بال اما آن همان موم باشد چون می گدازانی همان موم می شود و بی سر و پا و پر و بال پس دانستیم که موم همان ست و مرغی که از موم سازند همان موم ست مجسم نقش گرفته و همچنین یخ آب ست اگر بگدازد آب محض باشد اما پیش از آن که یخ نشده بود کس آن را

[1] حاشیه اوپر گذر چکا،

در دست نتوانستی گرفتن پس فرق بیش ازین نیست که آب نامتصور مصور شده است،

احوال آدمی همچنان ست که پر فرشته را آورده اند و بر دم خری لبسته تا باشد که آن از صحبتِ فرشته فرشته شود زیرا ممکن ست که خر هم برنگ او شود و ملک گردد،

از خرد برداشت عیسیٰ بر فلک پر بدی

گر خرش را نیم پر بودی نماندی در خری

وچه عجب است که آخر آدمی شود خدا افتادست بر همه چیزها آخر این طفل که اول می زاید از خر بتر ست دست در نجاست می کند و بدهان می برد خر را باری نوعی تمیز هست وقتی که بول می کند پا هارا باز می کند تا بول بر او نچکد چون آن طفل را که از خر بتر ست حق تعالیٰ آدمی بافهم و ادراک می کند خر را اگر آدمی کند چه عجب پیش خدا ایچ چیزی عجب نیست،

در قیامت همه اعضای آدمی یک یک جدا جدا سخن گویند،

فلسفیان این را تاویل می کنند، دست سخن چون گوید، مگر بر دست علامتی و نشانی پیدا شود که، آن بجای سخن باشد، آنچنان که ریشی یا دملی بر دست بر آید، توان گفتن که دست خبر می دہد، که گرمی خورده ام، یا دست مجروح باشد و سیاه گشته گویند دستِ سخن می گوید که بر من کار در رسیده است، با بر دیگی سیاه رسیده است، سخن گفتنِ اعضا بدین طریق باشد سنیان گویند که حاشا و کلا بلک آن دست و پا محسوس در سخن آیند چنانک زبان گوید در روز قیامت آدمی منکر شود که من نذزدیده ام دست گوید آری دزدیدی من لبستدم بزبان فصیح آن شخص رو بدست و پای خود کند که شما سخن گوی نبودید سخن چون می گوئید گویند که انطقنا اللّٰہ الذی انطق کل شیئ[1] مرا آنکس در سخن آورد که همه چیزها را در سخن می آورد، در و دیوار و سنگ و کلوخ را آن خالقی که همه را نطق می بخشد مرا نیز نطق بخشید چنانک زبان ترا او نطق آورد زبان تو گوشت

[1] "ہم کو اس خدا نے گویا کر دیا، جو ہر شے کو گویائی بخشتا ہے"، (حم سجدہ، ع ۳)

پاره دوست من گوشت پاره سخن گفتن زبان که گوشت پاره است چون معقول است اما از آنگ بسیار دیدی ترا محال نمی نماید، واگرنه نزد حق زبان بهانه است، چون فرمودش سخن گوی سخن گفت وهرچه امر کند سخن گوید سخن بقدر آدمی می آید،

سخن ما چون آبیست، که میزاب آن را روان می کند آب چه داند که ورا میزاب کجا و بکدام دشت روان کرده است، در گلزاری ویا سبزه زاری، این دانم که چون آب بسیار آید آنجا زمینهای تشنه بسیار باشد واگر اندک آید دانم که زمین اندک ست باغچه است یا چار دیواری کوچک یلقن الله الحکمة علی لسان الواعظین بقدر ھمم المستمعین من کفش دوزم چرم بسیارست الا بقدر پا برم و دوزم،

سایهٔ شخصم و اندازهٔ او قامتش چند بود چند انم

حیوانکیست که آن در زمین می زید و در ظلمت می باشد او را چشم و گوشت نیست زیرا در آن مقام که او باشد محتاج چشم و گوش نیست چون باین احتیاج ندارد نیست که خدا او را چشم و گوش لکمست یا تجلی ھست الا چیزی به حاجت دهد چیزی که بے حاجت دهد بر وبار باشد حکمت و لطف و کرم حق بار بر می گیرد بر کسی بارکی نهد مثلاً آلت نجار بخیاط دهی که بدین کار کن بر وبار گردد چون با آن کار نتواند کردن پس چیزی را بحاجت دهد،

ہمچنان که آن کرمان در زیر زمین در آن ظلمت زندگانی می کنند، خلقانند در ظلمات این عالم قانع و راضی اند و محتاج آن عالم و مشتاق دیدار نیستند آن چشم بصیرت و گوش و هوش ایشان را چه کار آید کار این عالم باین چشم حس که دارند بر می آید و عزم آن طرف ندارند آن بصیرت بایشان چون دهند بکارشان نمی آید،

تا ظن نبری که رهروان نیز نیند کامل صفتان بے نشان نیز نیند

زین گونه که تو محرم اسرار نه‌ای — می پنداری که دیگران نیز نیند

اکنون عالم بغفلت قائم ست و اگر غفلت نباشد این عالم نماند شوق حق و یاد آخرت و سکر و وجد، معمار آن عالم ست، اگر همه رو نماید بکلی به آن عالم رویم و اینجا نمانیم و حق میخواهد که اینجا باشیم تا دو عالم باشد پس دو کدخدا را نصب کرد یکی غفلت و یکی بیداری تا هر دو خانه معمور بماند،

فصل

فرمود لطفهای شما و سعیها و تربیتها که می کنید حاضراً و غائباً من اگر در شکر و تعظیم و عذر خواستن تقصیر می کنم ظاهراً بنا بر کبر نیست یا بر فراغت یا نمی دانم حق منعم را که مجازات می باید کردن بقول و فعل، و لیکن دانسته ام از عقیده پاک شما که شما آن را خالص برای خدا می کنید من بخدا حواله می کنم تا عذر آن را هم او خواهد چون برای او کرده که اگر من بعد از آن مشغول شوم و بزبان اکرام کنم و مدح گویم چنان باشد که بعضی از آن اجر که حق خواهد دادن بشما رسید و بعضی مکافات رسید این تواضعها و عذر خواستن و مدح کردن حظ دنیا ست چون در دنیا رنجی کشیدی مثل بذل مال و بذل جاهی آن به که کلی عوض آن از حق باشد جهت این عذر نمی خواهم بیان آنکه عذر خواستن حظ دنیا ست زیرا مال را نمی خورند و مطلوب بعینه نیست بمال ست و غلام و کنیزک می خرند، و منصب می طلبند تا ایشان را مدحها و ثناها گویند پس دنیا خود آن ست که او بزرگ باشد و محترم، و او را ثنا و مدح گویند

شیخ نساج بخاری مردی بزرگ بود و صاحب دل دانشمندان و بزرگان نزد او شدندی بزیارت و بدو زانو نشستندی شیخ اُمّی بود، می خواستند که از زبان او تفسیر قرآن

و معنی حدیث بشنوند، می گفت من تازی نمی دانم ترجمہ آیت و یا حدیث را بگوئید تا من معنی آن را بگویم ایشان ترجمہ آیت می گفتند او تفسیر و تحقیق آن بیان می کرد و می گفت رسولؐ در فلان مقام بود کہ این آیت را گفت و احوال آن مقام چنین ست و مرتبۂ آن مقام را و راہہا و عروج آن را بتفصیل بیان می کرد،

روزی علوی معرف قاضی را بخدمت او مدح کرد و می گفت چنین قاضی در عالم بنا شد رشوت نمی ستاند بے میل و بے محابا خالص و مخلص جہت حق میان خلق عدل می کند گفت اینک می گوئی او رشوت نمی ستاند این یک باری دروغست تو مرد علوی از نسل مصطفیؐ او را مدح می کنی و ثنا می گوئی این رشوت نیست و ازین بہتر چہ رشوت باشد کہ در مقابلہ او را شرح می کنی

فصل

شیخ الاسلام ترمذی گفت کہ سید برہان الدین سخنہای تحقیق (خوب) می گوید از آن ست کہ کتب مشایخ و مقالات و اسرار ایشان را مطالعہ می کند یکی گفت آخر تو نیز مطالعہ می کنی چون ست کہ چنان سخن نمی گوئی گفت او را درد و مجاہدہ و عملے ہست، گفت آنرا چرا نمی گوئی و یاد نمی آری و از مطالعہ حکایت می کنی[1]،

[1] سپہ سالار نے سید برہان الدین ترمذی کے حالات ذیل میں، یہ واقعہ یون درج کیا ہے:-
"نقل ست، کہ شیخ الاسلام ترمذی می گفتہ ست، کہ سید برہان الدین سخنہای تحقیق خوب می فرماید، ازان ست کہ کتب مشائخ و مقالات ایشان را مطالعہ کردہ است، یکی گفت آخر تو نیز مطالعہ می کنی چون ست کہ چنان سخن نمی گوئی، گفت او درد و مجاہدہ و عمل ست، گفت تو نیز در آن چرا نمی گوئی،" (رسالہ سپہ سالار، صہ ۶۲)

اصل آنست و ما آنرا می گوئیم تو نیز از آن بگو ایشان را و روآن جهان بنود بکلی دل بر این جهان نهاده بوده اند بعضی برای خوردن نان آمده اند و بعض برائے تماشائے جهان می خواهند که این سخن را بیاموزند و بفروشند این سخن همچون عروسے است و شاهدے است کنیزک خوب را که برائے فروختن خرند این کنیزک بروی چه مهر نهند و بروی چه دل بندد، چون لذت آن تاجر در این فروخت ست او عنین است کنیزک را برای فروخت می خرد او را آن رجولیت و مردی نیست که کنیزک را برائے خود خرد و مخنث را اگر شمشیر هندئے خاص بدست افتد آنرا برائے فروختن ستاند یا کمان پهلوانے بدست او افتد هم برائے فروختن باشد چون بازوے آن ندارد شصت او لایق آن زه نیست او عاشق زہے است و چون بفروشد بهائے آن را به گلگونه و وسمه دهد دیگر چه خواهد کردن، عجب چون آن را به فروشد به از آن چه خواهد خریدن؟

این سخن سریانیست زنهار مگوئید که فهم کردیم هر چند بیش فهم و ضبط کرده باشید از فهم عظیم دور باشید فهم این بے قیمت ست خود بلا و مصیبت تو از آن فهمست ترا آن فهم بند ست از آن می باید رهیدن تا چیزی شوی، تو می گوئی که من مشک را از دریا پر کردم و دریا در مشک من گنجید این محال باشد آرے اگر گوئی مشک من در دریا گم شد این خوب باشد و اصل اینست عقل چندان خوب است و مطلوب که ترا بر در پادشاه آورد و چون بر در او رسیدی عقل را طلاق ده که این ساعت عقل زیان تست، و راه زن تست چون بوئے رسیدی خود را بوے تسلیم کن ترا با چون و چرا کار نیست مثلاً جامهٔ نابریده خواهی که آن را قبا یا جبه برند عقل ترا پیش خیاط آورد عقل تا این ساعت نیک بود که جامه را بدرزی آوردی اکنون عقل را طلاق باید دادن و پیش درزی تصرف خود و دانش خود را ترک باید کردن

وہمچنین بیمار را عقل او چندان ینگ ست کہ او را بر طبیب آرد بعد ازین پس عقل او دیگر بر زگا نیست و خود را بطبیب باید تسلیم کردن،

نعرہ ہای پنہانی ترا گوش اصحاب نعرہ می شنوند آنکس کہ چیزے دارد یا درد و گوہرے و دردے ہست پیدا است آخر میان قطار شتران اُشترِ سرمست پیدا باشد از چشم و از رفتار و از کفک او سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود[1]،

ہرچہ بن درخت می خورد، بر سر درخت از برگ و میوہ پیدا شود و آنکہ نمی خورد پژمردہ است کی پنہان ماند این ہاے ہوی بلند کہ می کنند، سرّش آن ست کہ از سخنی سخنہا فہم می کنند و از حرفی اشارتہا معلوم می گردانند ہمچنان کہ وسیط و کتب مطوّل خواندہ باشد از تنبیہ چون کلمۂ بشنود چون شرح آن را خواندہ است از آن یک مسئلہ اصلہا و مسئلہ ہا فہم کند بر آن یک حرفِ تنبیہ ہاے و ہوے می کند یعنی کہ من زیر این چیزہا بینم، و این آنست کہ من آن جا رنجہا بردہ ام و شبہا بروز آوردہ، و گنجہا یافتہ الم نشرح لک صدرک[2] شرح دل بے نہایتست، چون آن شرح خواندہ باشد، از رمزے بسیار فہم کند، و آنکس کہ ہنوز مبتدیست از آن لفظ ہمان معنی آن لفظ معلوم کند، او را چہ خبر و ہای و ہای باشد، سخن بقدر مستمع می آید چندان کہ می کشد و متغذی می شود حکمت فرو می آید چون نکشد حکمت نیز برون نیاید، و روے نماید، گوید ای عجب چرا سخن نمی آید جوابش گوید کہ ای عجب چرا سخن نمی کشی، آنکس کہ ترا قوت استماع نمی دہد گوینده را ہم داعیۂ گفتن نمی دہد،

در زمان مصطفےٰ علیہ السلام کافرے را غلامے بود مسلمان صاحب گوہر سحرے خواجہ اش

[1] ان کی پیشانیون پر سجدہ کے نشان پڑے ہوئے ہین،، (فتح، ع ۴) [2] کیا ہم نے تمھارے سینہ کو نہین کھول دیا،، (سورہ انشراح)

فرمود که طاسها برگیر تا بحمّام رویم در راه مصطفیٰؐ در مسجد با صحابہ نماز می کرد غلام گفت ای خواجہ اللہ تعالیٰ طاسها را لحظہ بگیر تا دوگانہ بگزارم بعد از آن بخدمت روم در مسجد رفت نماز کرد مصطفیٰؐ بیرون آمد با جملہ اصحابؓ غلام تنها در مسجد بماند خواجہ تا چاشت منتظر بود بانگ می زد که اے غلام بیرون آئی می گفت مرا نمی هلند چون کار از حد رفت خواجہ سر در مسجد کرد تا بیند که کیست اثر کس ندید گفت آخر کیست که ترا نمی هلد که بیرون آئی گفت آنکس که ترا نمی گزارد که اندرون آئی خود کس اوست که تو او را نمی بینی و آدمی همیشہ عاشق آن چیز ست که ندیده است ونشنیده است وفهم نه کرده است وشب و روز آن را طلبد،

بنده آنم که نمی بینمش ،

واز آن چه فهم کرده است و دیده است وملول ست وگریزان ازین روست که فلاسفہ رویت را منکرند زیرا می گویند که چون به بینی ممکن ست که سیر وملول شوی واین روا نیست سنیان می گویند این وقتی باشد که او یک لون نماید چون بهر لحظہ صد گونہ لون می نماید که کل یوم هو فی شان اگر صد هزار سال تجلی کند هر گز یکی بیکی نماند آخر تو نیز این ساعت حق را می بینی در آثار وافعال وهر لحظہ گوناگون می بینی که فعلے به فعلے دیگر در وقت شادی تجلّی دیگر و در وقت گریه تجلّی دیگر وهمچنین در وقت خوف تجلّی دیگر و در (وقت) رجا تجلّی دیگر چون تجلّی صفات حق در افعال و آثار او گوناگون است (و یکے بیکے نماند پس)، تجلّی ذات او نیز چنین باشد مانند تجلّی افعال او آن را قیاس کن و تو نیز که جزو از قدرت حقی در یک لحظہ هزار گونہ می شوی، در یک قرار نیستی بعضی از بندگان هستند که از قرآن بحق میروند و بعضے هستند خاص تر که از حق می آیند قرآن اینجا می یابند و میدانند که آن را حق فرستاده

لہ مثنوی دفتر سوم، حکایت غلام امیر که انس عظیم داشت در مناجات و نماز با حق اے

بود سنقر نام او را یک غلام | هذا مانی بود امیرے از کرام
بانگ زد سنقر ہلا بر دار سر الخ | میر شد محتاج گرمابہ سحر

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ؎۱

مفسران می گویند کہ در حق قرآن ست این ہم نیکوست اما حقیقت این ست کہ در تو گوہری و طلبی و شوقی نہادہ ایم نگہبان آن مائیم آن را ضائع نگزاریم، و بجائے برسانیم تو یکبار بگو خدا و آنگاہ پای دار کہ جملہ بلاہا بر تو بیارد،

یکے آمد بمصطفےؐ گفت انی احبک گفت ہش دار کہ چہ می گوئی گفت انی احبک گفت اکنون پای دار کہ باز بدست خودت خواہم کشتن وای بر تو،

یکے دیگر در زمان مصطفےؐ آمد گفت کہ من این دین ترا نمی خواہم واللہ نمی خواہم، این دین را باز بستان، چندان کہ در دین تو آمدم روزے نیاسودم، مال رفت، زن و فرزند رفت، حرمت نماند، گفت حاشا کہ دین ما ہر جا کہ رفت باز نیامد تا اورا از بیخ و بن برنکند و خانہ اش را نروبد و پاک نکند کہ لا یمسہ الا المطہرون ؎۲،

چگونہ معشوق ست کہ تا در تو موی مہر خودت باقی باشد روے خود را بتو نماید و لایق وصل او نشوی و بخویشتن رہ ات ندہد، بکلی از خود و از عالم بیزار باید شدن و دشمن خود شدن تا دوست روے نماید، اکنون دین ما در آن دلے کہ قرار گرفت تا او را بحق نرساند، و آنچہ نا بایستست از وجدا نکند از دوست باز ندارد پیغامبر فرمود برای آن نیاسودی و غم میخوردی کہ غم خوردن استفراغست از آن شادیہای اول تا در معدہ چیزے باشد بتو چیزے ندہند، بوقت استفراغ کسے چیزے نہ خورد چون فارغ شود آنگہ چیزے خورد، تو نیز صبر کن و غم می خور کہ خوردن غم استفراغ ست بعد از استفراغ شادی پیش آید شادئی کہ آن را غم نباشد، گلے کہ

؎۱ "ہم ہی نے اس کتاب نصیحت یعنی قرآن کو نازل کیا، اور ہم ہی اس کو محفوظ رکھنے والے ہیں،" (حجر ع ۱)

؎۲ حاشیہ گذر چکا،

آن را خار وطے که آن را خمار نباشد آخر در دنیا شب و روز فراغت و آسایش می طلبی وحصول آن در دنیا ممکن نیست، مع ہذا ایک لحظہ بے طلب نیستی راحتے نیز که در دنیا می یابی ہچون برقے است که می گزرد و قرار نمی گیرد و آنگه کدام برقے پر تگرگ، پُر باران، پُر برف پُر محنت

مثلا کسی عزم انطاکیه کرده است سوے قیصریه می رود امید دارد که بانطاکیه رسد و سعی را ترک نمی کند، مع انه که ممکن نیست که ازین راه بانطاکیه رسد الا آنک براه انطاکیه می رود، اگرچه لنگ است وضعیف اما ہم برسد چون منتهاے راه این ست چون کار دنیا بے رنج میسر نمی شود و کار آخرت ہمچنین بارے این رنج را سوی آخرت صرف کن تا ضائع نباشد تو می گوئی که ای محمدؐ دین مرا بستان که من نمی آسایم دین ما کسے را که رہا کند تا او را بمقصود نه رساند،

گویند معلمے از بے نوائی در ماہ کتان یکتائے در فصل زمستان پوشیده بود خرسے را سیلاب می برد سیل از کوہسارے دور ربوده بود می گذانید و سرش در آب پنهان بود کودکان پشتش را دیدند گفتند ای استاد اینک پوستینی در جوے افتاده است و ترا سرماست آنرا بگیر استاد از غایت احتیاج و سرما در جست که پوستین را بگیرد خرس در وی آو یخت، استاد در آب گرفتار خرس شد کودکان بانگ می داشتند که ای استاد بگزار و تو بیرون آے گفت من پوستین را رہا کردم پوستین مرا رہا نکند، شوق حق ترا کے گذارد این جاے شکر ست که ما بدست خود نیستیم بدست حقیم چنانک طفل در کودکی جز شیر مادر نداند لا اله الا حیصتہ حق تعالیٰ ہیچ او را آنجا رہا کرد آوردش پیشتر بنان خوردن و بازی کردن و ہمچنین از آنجا کشانید تا به مقام عقل رسانید و ہمچنین درین حالت که این طفلیست

نسبت با آن عالم و این بستان دیگر ست نگزارد و وی را بآنجا رساند کہ دانی کہ این طفلی بود و چیزی نبود، عجبت من قوم یقادون الی الجنۃ بالسلاسل والاغلال فقال لھم خذ وھم فغلوہ ثم النعیم صلوہ ثم الوصال صلوہ ثم الجمال و الکمال صلوھم[1] صیادان ماہی را یکبار نمی کشند چنگال در حلقوم چون رفتہ باشد پارہ ای کشند تا خون ازو برود و سست و ضعیف می گردد بازش رہا می کنند و ہمچنین بازش می کشند تا بکلی ضعیف شود چنگال عشق نیز چون در کام آدمی می افتد حق تعالیٰ او را بتدریج می کشد کہ آن قوتہا و خونہائے باطل کہ در او ست پارہ پارہ از وی برود کہ اللہ یقبض و یبسط[2]۔

لا الہ الا اللہ ایمان عامست و ایمان خاص آنست کہ لا الہ الا ھو، ہمچنانکہ کسی در خواب می بیند کہ پادشاہ شدہ است، و بر تخت نشستہ، غلامان و حجاب و امرا بر اطراف او ایستادہ، می گوید می باید کہ من پادشاہ باشم و پادشاہی غیر من نیست، این را در خواب می گوید چون بیدار شود و کس را در خانہ نہ بیند جز خود این بار گوید کہ منم و جز من کسی نیست اکنون این را چشم بیدار می باید چشم خوابناک آنرا نتواند دیدن و این وظیفہ او نیست۔

ہر طایفہ طایفہ دیگر را نفی می کنند این ہا می گویند کہ حق ماییم و وحی ماراست و ایشان باطلند ایشان نیز اینہارا ہمچنین میگویند، ہفتاد و دو ملت نفی یکدگر می کنند پس باتفاق می گویند کہ ہمہ را وحی نیست پس در نیستی وحی متفق اند و از ین جملہ یکے راہست بر این ہم متفق اند اکنون تمیزے کیسی مومنی می باید کہ بداند کہ آن یک کدام است المومن کیس وفطن ممیز[3] ایمان ہمہ تمیز و ادراک ہست،

[1] مثنوی دفتر سوم، عنوان نظر کردن پیغمبر بر اسیران و تبسم کردن و گفتن عجبت من قوم یجرون الی الجنۃ بالسلاسل والاغلال

دید پیغمبر یکے جوق اسیر کہ ہمے بردند و ایشان در نفیر

دید شان در بند آن آگاہ شیر می نظر کردند در وے زیر زیر

[2] ،،خدا ہی تنگی و کشادگی پیدا کرتا ہے،، (البقرہ ع ۳۲) [3] دیلمی اور قضاعی نے یہ حدیث مرفوع الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے المومن کیس فطن حذر وقاف لا یعجل (المقاصد الحسنۃ سخاوی حرف میم)

سوال کرد که اینها نمی دانند بسیارند، و آنها که می دانند اندک اند، اگر با این مشغول خواهیم شدن که تمیز کنیم، میان اینها که نمی دانند و گوهری ندارند، و میان آنها که دارند، دراز کشد، فرمود که اینها که نمی دانند اگرچه بسیارند، اما اندکی را چون بدانی همه را دانسته باشی، همچون مشتی گندم را چون دانستی همه انبارهای عالم را دانستی، و همچون پارهٔ شکر را چون چشیدی، اگر صدلون حلوا سازند از شکر دانے که آنجا شکر ست، چون شکر را دانسته کسی که یک شاخ از شکر بخورد چون شکر را نشناسد، مگر او را دو شاخ باشد، شما را اگر این سخن مکرر می نماید، از آن باشد که شما درس نخستین را فهم نکرده اید، پس لازم شود ما را هر روز این گفتن چنانک معلمے بود کودکے سه ماه پیش او بود از الف چیزی ندارد، نگذشته بود پدر کودک آمد که ما در خدمت چه تقصیرے کردیم گفت نے از شما هیچ تقصیر نیست اما کودک ازین نمی گذرد، وا او را پیش خواند گفت بگو "الف چیزی ندارد"، گفت "چیزی ندارد" الف را نمی توانست گفتن، معلم گفت حال این ست که می بینی چون ازین نگذشت وے را سبق نو چون دهم ا

گفت الحمد للہ رب العالمین اینک الحمد للہ رب العالمین گفتیم از آن نیست که نان و نعمت کم شد نان و نعمت بی نهایتیست اما اشتها نماند و مهمانان سیر شدند جهت آنکه گفته می شود الحمد للہ این ست که نان و نعمت دنیا نماند زیرا که نان و نعمت رابی اشتها چندانکه خواهی بزور توان خوردن چون جماد ست هر جا فش که کشی با تو می آید روحی ندارد که خود را منع کند از ناجایگاهٔ بخلاف این نعمت الهی که حکمتست نعمتیست زنده تا اشتها داری و رغبت تمام می نمائی سوی تو می آید، و غذای تو می شود، و چون اشتها و میل نماند آن را بزور نتوانی خوردن و کشیدن، روی در چادر کشد، و خود را بتو ننماید،

حکایت کرامات می فرمود گفت یکی ازینجا بروزی یا بلحظہ بکعبہ رود چندان عجب و کرامات نیست باد سموم را نیز آن ہست کہ بیک لحظہ ہرجا کہ خواہد برود کرامات آن باشد کہ ترا از حال دون بحال عالی آرد از آنجا سفر کنی و از جہل بعقل و از جمادی بحیوۃ ہمچنانک اوّل خاکی بودی ترا بعالم نبات آورد و از عالم نبات سفر کردی بعالم علقہ و مضغہ آنگہ بعالم حیوانی و از آنجا بعالم انسانی سفر کردی[۱]، کرامات این باشد کہ حق تعالیٰ این چنین سفر ابر تو نزدیک گرداند درین راہہا و منازل آمدی ہیچ در خاطر و وہم تو نبود کہ خواہی آمدن و از کدام راہ آمدی و چون آمدی ترا آوردند و معین می بینی کہ آمدی ہمچنین ترا باصد عالم دیگر گوناگون خواہند بردن منکر مشو، و اگر از آن اخبار کنند قبول کن،

پیش عمر رضی اللہ عنہ کاسۂ پر زہر آوردند بارمغانی گفت این چرا شاید گفتند، این برای آن باشد، کسی را کہ مصلحت نبینند آشکارا کشتن ازین اندکی باو دہند، مخفی بمیرد و اگر دشمن باشد کہ بشمشیر نتوان کشتن بپارہ ازین پنہان اورا بکشند گفت سخت نیکو چیزی آوردہ اید بمن دہید کہ این را بخورم کہ درمن دشمنی ہست عظیم شمشیر باوی نمی رسد و در عالم از و دشمن تر مرا کسی نیست، گفتند این ہمہ حاجت نیست کہ بیکبار بخوری ازین ذرۂ بس باشد این صد ہزار کس را بس است گفت این دشمن نیز یک کس نیست ہزار مردہ دشمن است و صد ہزار کس را نگونسار کردہ است لبستد و آن ہمہ

[۱] مثنوی میں متعدد مقامات پر اسی مسئلہ کو بیان کیا ہے مثلاً جلد ۴، عنوان در بیان اطوار خلقت آدم میں، ے

آمدہ اوّل بہ اقلیم جماد
از جمادی در نباتی اوفتاد، الخ

پھر جلد ۳، عنوان جواب عاشق عاذلان و تہدید کنندگان را، میں ے

از جمادی مردم، و نامی شدم
و ز نما مردم بہ حیوان سرزدم الخ

ملفوظات میں بھی یہی مضمون ایک جگہ پیشتر بیان ہو چکا ہے،

را بیکبار درکشید آن گروه که آنجا بودند جمله بیکبار مسلمان شدند و گفتند که دین تو حقست عمر رضی اللہ عنہ گفت شما همه مسلمان شدید و این کافر هنوز مسلمان نشده است،

اکنون غرض عمرؓ ازین ایمان ایمان عام نبود و او را آن ایمان بود و زیاده بلکه ایمان صدیقان داشت اما غرض او ایمان انبیا و خواص و عین الیقین بود و آن توقع داشت چنانکه آوازه شیری بر اطراف عالم شایع گشته بود مردم برای تعجب از مسافت دور قصد آن بیشه کردند برای دیدن آن شیر یکساله راه مشقت کشیدند و منازل بریدند چون در آن بیشه رفتند و شیر را از دور دیدند باز ایستادند و پیش نمی توانستند یک قدم نهادن گفتند آخر چندین راه قدم نهادید برای عشق این شیر و این شیر را خاصیتے هست که هر که پیش او دلیر رود و بعشق دست بروی مالد هیچ گزندی بوی نرساند و اگر کسے از ترسان و هراسان باشد این شیر از وخشم گیرد بلکه بعضی را قصد می کند که چه گمان بدست که در حق من می برید گفتند اکنون چیزے که چنین است یکساله راه قدمها زدید اکنون که نزدیک شیر رسیده اید این ایستادن چیست قدمی پیشتر نهید کس را زهره نبود که یک قدم پیشتر نهد گفتند آن همه قدمها زدیم آن همه سهل بود قدم این ست که در عین شیرا ست

اکنون مقصود عمرؓ از آن ایمان این قدم بود که یک قدم در حضور شیر سوے شیر نهد آن قدم نادرست جز کار خاصان و مقربان نیست و قدم خود این ست این ایمان بجز انبیا را نرسد که دست از جان خود شستند یار خوش چیز ست زیرا یار از خیال یار قوت میگیرد دبر او می بالد و حیاة نومی یابد چه عجب می آید مجنون را خیال لیلی قوت می داد و غذا می شد جائے که خیال معشوق مجازی را این قوت و تاثیر باشد که یار او را قوت بخشد یار حقیقی را چه عجب می داری که قوتها بخشد خیال او در حضور و در غیبت،

چه جای خیال ست آن خود جان حقایق است آنرا خیال نگویند عالم بر خیال قایمست
و این عالم را حقیقت می گویند جهت آن که در نظر می آید و محسوس ست، و آن معانی را که این
عالم فرع آن ست خیال می گویند کار بر عکس است خود خیال این عالمست که آن
معنی صد چون این پدید آرد و او کهن نگردد منزه است از نوی و کهنگی، فرعهای او متصف
اند به کهنگی د نوی و او محدث اینهاست و از هر دو منزه است و ورای هر دو ست
مهندسی خانهٔ در دل خود در انداز د و خیال بند د که عرضش چندین و طولش چندین
صفّه اش چندین صحنش چندین این را خیال نگویند که آن حقیقت ازین خیال می زاید و فرع
این خیال ست آری اگر غیر مهندس در دل چنین صورت در خیال آورد آن خیال ست،

فصل

از فقیر آن به که سوال نکند زیرا آنچنانست که او را تحریض می کنی بر اختراع دروغی
زیرا که چون او رجسمانی سوال کند او را لازم ست جواب بر وفق عقل او گفتن و چنانکه حقست
بوی نتوان گفتن [1] چون او لائق و قابل آن نباشد و حلق و دهان او لایق چنین لقمه نیست پس
او را لائق حوصلهٔ او و طبع او جوابی دروغ باید و دروغ اختراع باید کردن تا او دفع
گردد اگر چه هر چه فقیر گوید آن حق باشد دروغ نباشد و سخن آنست و حق آنست اگر دروغ
هم باشد اما بنسبت به شنونده راست باشد و افزون از راست است،
درویشی را شاگردی بود برای او دریوزه می کرد روزی از حاصل دریوزه او را

[1] مثنوی، دفتر اوّل، آغاز کتاب،

در نیابد حال پخته هیچ خام		پس سخن کوتاه باید والسلام

طعامی آوردو آن درویش بخورد، آن شب محتلم شد، بپرسید که این طعام را از پیش که آوردی گفت دختری خوب بمن داد، گفت واللہ بیست سالست تا من محتلم نشده ام این اثر لقمۂ او بود،

،ہمچنین درویش را احتراز می باید کردن، ولقمۂ ہر کسی را نباید خوردن، که درویش لطیف است دراوزود اثر می کند وچیزہا ظاہری شود ہمچنانکہ درجامۂ پاک سپید اندکی سیاہی برسد ظاہر گردد امابرجامۂ سیاہ پیدا نہ شود، نہ برجامہ و نہ بر ناظران، پس چون چنین است، درویش را لقمۂ ظالمان وحرام خواران وجسمانیان نباید خوردن که آن لقمۂ زود اثر کند واندیشہای فاسد از تاثیر آن لقمۂ بیگانہ ظاہر گردد ہمچنانکہ از طعام آن دختر آن درویش محتلم شد،

فصل

اوراد طالبان وسالکان آن باشد کہ با جتہاد وبندگی مشغول شوند وزمان را کہ قسمت کردہ باشند وبہر کارے تا آن زمان موکل شود ایشان راہمچون رقیبی بحکم عادت مثلاً چون بامداد برخیزد آن ساعت بعبادت اولی ترکہ نفس ساکن ترست وصافی تر ہر کس بدان نوع بندگی کہ لائق او باشد وباندازۂ شرف نفس او باشد، می کند، وبجامی آورد وانا لنحن الصافون[۱] وانا لنحن المسبحون[۲] صد ہزار صفت ہر چند پاک ترمی شوند پیشتری برند وہر چند کمتر می شوند بصف پسترمی برند کہ اخروھن من حیث اخرھن اللہ این قصہ درازست وازین درازہیچ گریز نیست ہر کہ این قصہ کوتاہ کرد عمر خود را وجان خود را کوتاہ کرد الا من عصم اللہ،

---

[۱] ہم ہر وقت صف بستہ ہیں،، (صافات، رع ۵) [۲] ہم ہر وقت تسبیح کرنے والے ہیں (صافات رع ۵)،

واما اوراد واصلان بقدر فہم قومی گوئیم آن باشد کہ بامداد ارواح مقدس و ملائکہ مطہرہ
آن خلق کہ لا یعلمہم الا اللہ کہ نام ایشان مخفی داشتہ است از غایت غیرت بسلام و زیارت
ایشان بیایند ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ[1] والملائکۃ یدخلون علیہم من کل باب[2]
تو پہلوی ایشان نشستہ و نہ بینی و از آن سخنان و سلامہا نشنوی و این چہ عجب می آید کہ بیمار در حالت
نزدیک مرگ خیالات بیند کہ آنک پہلوے او بود خبر ندارد و نشنود کہ چہ می گوید آن حقائق ہزار
بار ازین خیالات لطیف لطیف ترند، و این را تا بیمار نشود چنان بیماری نبیند، و نشنود و آن
حقائق را تا نمیرد، پیش از مرگ نبیند، آن زیارت کنندہ کہ احوال تازگی اولیا را می داند و عظمت
ایشان را، انجہ کہ در خدمت او از اول بامداد چندین ملائکہ و ارواح مطہر آمدہ اند بے شمار توقف
می کنند تا نباید کہ در میان چنان اوراد در آید، شیخ را زحمت باشد، چنانک غلامان بدر سرای
پادشاہ حاضر شوند، ہر بامداد در وشان آن باشد ہمکہ ہر یکے را مقامے معلوم و خدمتے معلوم و پرستشے
معلوم و بعضی از دور خدمت کنند، و پادشاہ در ایشان ننگرد، و نادیدہ آرد الا بندگان پادشاہ
بینند، کہ فلان خدمت کرد، و چون پادشاہ در دیوان باشد، کہ بندگان بیایند بخدمت او از ہر
طرفے، از یرا بندگی نماند، تخلقوا باخلاق اللہ[3] حاصل شد کنت لہ سمعاً و بصراً[4]
حاصل گشت و این مقامی ست سخت عظیم،

گفت ہم حیف است کہ عظمت آن بعین و ظا و یا و میم در فہم نیاید، اگر اندکی از عظمت
آن راہ یابد نہ عین ماند نہ مخرج حرف عین، نہ ظا ماند نہ مخرج حرف ظا نہ ہست ماند نہ نیست

۱؎ اور لوگون کو تم دیکھوگے کہ دین مین داخل ہوتے چلے جاتے ہین،، (سورۂ نصر) ۲؎ اور ہر دروازہ سے فرشتہ ان کے پاس آتے رہتے ہین، (رعد ع ۳) ۳؎ اپنے کو اوصاف خداوندی سے متصف کرو،، ۴؎ مین اس بندہ کا کان اور آنکھ بنجاتا ہون،

از لشکر ہائے انوار شہر وجود خراب شو و اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا[1] اگر شترے در خانہ موشے پا نہادہ درخانہ کوچک در آید خانہ ویران شود ویران شود اما در آن خرابی ہزاران گنج باشد

گنج باشد بہ موضع ویران		سگ بود سگ بجائے آبادان

چون شرح مقام سالکان را دراز گفتیم شرح احوال و اصلان را چہ گوئیم، الا آنہا را نہایتے ہست اما این ہا را نہایتے نیست، نہایت سالکان وصال است، نہایت و اصلان چہ باشد آن وصلی کہ آن را فراق نتواند بودن ہیچ انگوری باز غورہ نشود، و ہیچ میوۂ پختہ باز خام نگردد[2]

حرام دارم با مردمان سخن گفتن		و چون حدیث تو آید سخن دراز کنم

و اللہ دراز نمی کنیم کوتاہ می کنیم،

خون می خورم و تو بادہ می پنداری		جان می بری و تو دادہ می پنداری

ہر کہ این را کوتاہ کرد چنان بود کہ راہ راست را رہا کند و راہ بیابان مہلک گیرد،

فصل

قال الجراح المسیحی شراب عندی طائفۃٌ من اصحاب الشیخ صدرالدین وقالوا لی انما المسیح عیسٰی بن مریم، ھو اللہ کما تزعمون ونحن نعترف بانَّ ذالک حق ولکن نکتمہ و ننکرہ قصداً المحافظۃً للملۃ قال قائل کذب عدو اللہ وحاشاللہ ھذا الکلام من اسکرۃ نبیذ من الشیطان و ھو الضال المضل الذلیل المذل المطرود من جناب الحق وکیف یجوز ان یکون شخصٌ

---

[1] بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اسے ویران کر ڈالتے ہیں، (نمل، ع ۴) [2] مثنوی دفتر دوم عنوان آفت تاخیر خیرات بہ فردا

چونکہ مخلص گشت مخلص باز رست		در مقام امن رفت و بردو دست،
ہیچ آئینہ دگر آہن نہ شد		ہیچ نان گندمی خرمن نہ شد
ہیچ انگورے دگر غورہ نہ شد		ہیچ میوہ پختہ باکورہ نہ شد

ضعیف یهرب من ملک الیهود من بقعة الی بقعة وصورته اقل من ذراعین حافظا للسموات السبع ثخانة کل سماء خمسمائة عام، وبین کل سماء الی سماء خمسمائة عام وثخانة کل ارض خمسمائة عام بین الارض الی الارض خمسمائة عام وتحت العرش بحر عمقه هکذا والله ملک ذلک البحر الی کعبه و اضعاف هکذا فکیف یعترف عقلک ان یکون متصرفها ومدبرها اضعف عما ذکر ثم قیل ان عیسی کان خالق السموات والارض سبحانه وتعالی عما یقول الظالمون علوا کبیرا، قال المسیحی خاک باخاک رفت وپاک باپاک رفت قال فلو کان روح عیسی هو الله فاین راح روحه وانما یروح الروح الی اصله وخالقه، وان کان الاصل هو فالخالق این یروح، قال المسیحی نحن وجدنا هکذا فاتخذناه ملة قال فانک لو وجدت او ورثت من ترکة ابیک ذهبا قلبا اسود فاسدا اما تبدله بذهب صحیح المعیار صاف عن الغل والغش هل تاخذ القلب وتقول وجدنا هذا او بقیت من ابیک ید شلاء ووجدت دواء وطبیبا یصلح یدک الشلاء ما تقبل وتقول وجدت یدی هکذی شلاء فلا ارغب الی تبدیله، او وجدت ماء مالحا فی ضیعة مات فیها ابوک وتربیت فیها ثم هدیت الی ضیعة اخری ماءها عذب ونباتها حلو واهلها اصحاء اما ترغب الی النقل الیها والشرب من الماء العذب لتذهب عنک الامراض والعلل، بل تقول انا وجدنا تلک الضیعة وماءها المالح المورث للعلل فنمسک بما وجدنا، حاشا لن یفعل هذا ولن یقول هذا من کان عاقلا

ذاحس صحیح ان اللہ تعالیٰ قد اعطی لک عقلاً علیٰ حدۃ غیر عقل ابیک، ونظر
علی حدۃ غیر نظر أبیک وتمیزاً علی حدۃ فلم تعطل نظرک وعقلک وتتبع
عقلاً یردیک ولا یهدیک کان رجل ابوہ اسکافاً فوصل الی حضرۃ
السلطان وعلمہ اداب الملوک والسلاح ارایۃ واعطاہ اعلی المناصب یقول
انا وجدنا آباءنا اساکفۃ فلا نرید ھٰذہ المرتبۃ بل اعطنی ایها السلطان
دکاناً فی سوق الاساکفۃ بل الکلب مع کمال حسنہ، اذا علم الصید وصار
صیاد السلطان نسی ما وجدہ من ابیہ وامہ من السلوک الی المهن
والخرابات، والحرص علی الجیفۃ بل یتبع خیل السلطان ویتابع الصید، وکذالک
البازی اذا ادبہ السلطان لا یقول البتۃ انا وجدنا من ابائنا فقال لجبال
واکل المیتۃ، فلا فلتفت الی طبل السلطان ولا الی صیدہ فاذا کان عقل
الحیوان ان یتشبث بما وجدہ احسن مما ورثہ من ابیہ فمن السمج الفاحش
ان یکون الانسان لیفضل علی اهل الارض بالعقل والتمیز وهما قل
فیہ من الحیوان، نعوذ باللہ من ذلک نعم یصح ان یقال ان نبی عیسی
اعز عیسی وقرب فمن خدم عیسی فقد خدم الرب، ومن اطاعہ فقد اطاع
الرب فلما بعث اللہ نبیاً افضل من عیسی واظهر علی یدہ ما اظهر علی ید عیسی مع زیادۃ یجب متابعۃ ذالک
النبی لکونہ نبی اللہ لا لعینہ ولا یعبد لعینہ الا اللہ ولا یحب لعینہ الا اللہ، وانما یحب غیر اللہ للہ تعالیٰ
(وان الی ربک المنتهی یعنی منتهاہ ان یحب الشئ لغیرہ، ویطلب لغیرہ حتی ینتهی الی اللہ، فیحب لعینہ،

کعبہ را جامہ کردن از ہوس است　　یادِ بیتِ جمالِ کعبہ بس است

(لیس التکحل فی العینین کالکحل).

کما ان خلاقة الثیاب ورثاثتها تکتم لطف الغناء والاحتشام کذلک جدة الثیاب
وحسن الکسوة یکتم سیماء الفقراء وجمالهم وکمالهم اذا تحقق ثوب الفقیر انفتح قابه

سری هست که بکلاه زرین آراسته شود، و سری هست که بتاج مرصع جمال جعد او پوشیده شود زیر جعد خوبان جذّاب عقیقست و تختگاه دلهاست، تاج مرصع جماد ست و پوشندهٔ آن معشوق فو ادست انگشتری سلیمان را در همه چیزها جستیم، در فقر یافتیم، با این شاهد همه تنگنها کردیم بهیچ چیز چنان راضی نه شد که بدین آخر من روبسی باره ام، از خردگی کار من این بوده است، چون ندانم ما نهار این بر دار دپرده هارا این بسوزد، اصل همه طاعتها این ست باقی فرد عست چنانک حلق گوسفندی ببری در پارچه او دمی چه منفعت کند صوم سوی عدم برد آخر این خوشیها آنجاست واللہ مع الصابرین[1]

هرچه در بازار کائنیست یا ماکولے یا شرو بے یا اثاثے یا متاعے یا پیشهٔ سر رشته هر یکی از آنها حاجت است در نفس انسان و آن سر رشته پنهان ست تا پا لیست نشود و آن چیز را سر رشته نه جنبد پیدا نه شود، همچنان هر ملتے و هر دینے و هر کراماتی و معجزه و احوال همه انبیا از هر یکی از آنها سر رشته است در روح انسانی تا آن پا لیست نجنبد آن سر رشته نجنبد و ظاهر نه شود و کل شئی احصیناه با امام مبین[2]

گفت عاقل نیکی و بدی یک چیز ست یا دو جواب از ین رو که وقت تردد در مناظره اند قطعاً دو باشد که کس باخود مخالفت نکند و از ین رو یکے ست که لاینفکست بدی از نیکی زیرا نیکی ترک بدیست و ترک بدی بے بدی محال ست بیان آن که ترک بدی نیکیست که اگر داعیهٔ نیکی بود ترک میل بدی نبود پس شر نبود چنانک مجوس گفتند که یزدان خالق نیکهاست و اهرمن خالق بدیها و مکروهات جواب گفتیم که محبوبات از مکروهات جدا نیست زیرا المحبوب بے مکروه محال ست که محبوب زوال مکروه محال ست و شادی زوال غم ست و زوال غم بی غم محال ست پس یکی باشد لایتجزی

---

[1] اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے　[2] ہر شئے ہم نے ایک کھلی ہوئی کتاب میں محفوظ کر دی ہے،

گفتیم تا چیزی فانی نشود فائده او ظاهر نشود چنانک سخن تا حروف او فانی نشود در نطق فائده آن بمستمع نرسد
هر که عارف را بد گوید آن نیک گفتن عارف ست در حقیقت زیرا عارف از آن صفت
گریزان ست که نکوهش بر وی نشیند عارف عدو آن صفتست پس بد گوینده آن صفت بد گوینده
عدو عارف باشد و ستاینده عارف بود از آنک عارف از چنان مذمومی می گریزد و گریزنده از مذموم
محمود بود و بضدها تتبیّن الاشیا پس حقیقت عارف می داند که او عدو من نیست و نکوهنده من نیست
که من مثال باغ خرمم و گرد من دیوار ست و بر آن دیوار حدثهاست و خارها هر که می گذرد باغ
را نمی بیند آن دیوار و آلایش را می بیند و بد آن را می گوید با باغ بکس چه خشم گیرد الا این بد گفتن او را
زیان کارست که او را با آن دیوار می باید ساختن تا بباغ رسیدن پس نکوهش این دیوار از باغ
دور ماند پس خود را هلاک کرده باشد مصطفیٰ فرمود انا الضحوک القتول[1] یعنی مرا عدو نیست تا در قهر
او خشمگین باشم او جهت آن میکشد کافر را بیک نوع تا آن کافر نکشد خود را بصد لون لاجرم ضحوک باشد درین کشتن

فصل

پیوسته شحنه طالب دزدان باشد و دزدان از و گریزان این طرفه که دزدی طالب شحنه است
و خواهد که شحنه مرا بگیرد و بدست آرد حق تعالی با بایزید گفت چه خواهی گفت خواهم که نخواهم ارید ان
لا ارید اکنون آدمی را دو حالت بیش نیست یا بخواهد یا نخواهد این که همه نخواهد صفت آدمی نیست
این آن ست که از خود تهی شده است و کلی نمانده که اگر او مانده بودی آدمیتی در و بودی که خواهد و
نخواهد پس حق تعالی می خواست که او را کامل کند و شیخ تمام گرداند تا بعد از آن او را حالتی حاصل
شود که آنجا دوئی و فراق نگنجد وصل کلی و اتحاد باشد زیرا همه رنجها از آن می خیزد که چیزی میخواهی

[1] "میں ہنستا ہوا قاتل ہوں"، اس حدیث کی سند نہیں ملی،

و میسر نشود چون نخواهی برنج نماند مردمان منقسم اند و ایشان را درین طریق مراتبست بعضی بسعی و جهد بجای برسند که آنچ خواهند باندرون و اندیشه بفعل آرند این مقدور بشری ست اما آنک در اندرون دغدغه خواست و اندیشه نیاید آن مقدور بشر نیست آن را جز جذبهٔ حق از و نبرد قل جاء الحق و زهق الباطل[1]،

ادخل یا مومن فان نورک اطفأ ناری[2] مومن چون تمام او را ایمان حقیقی باشد او همه فعل کند که حق خواهد خواه جذبهٔ او باشد خواه جذبهٔ حق اینچ می گویند بعد از مصطفی وحی بر دیگران منزل نشود چرا نشود شود الا آن را وحی نخوانند معنی آن باشد اینک می گوید المؤمن ینظر بنور الله[3] چون بنور خدا نظر می کند همه را ببیند اول آخر غائب حاضر را از نور خدا چون چیزی پوشیده باشد و اگر پوشیده شود آن نور خدا نبود پس معنی وحی هست اگرچه آن را وحی نخوانند،

عثمان رضی الله عنه چون خلیفه شد بمنبر رفت خلق منتظر بود که چه فرماید خموش کرد و هیچ نگفت و در خلق نظر می کرد بر خلق حالتی و وجدی نزول کرد چنانک پروای ایشان نماند که برون روند از همدیگر خبر نداشتند که کجا نشسته اند که بصد تذکیر و وعظ و خطبه ایشان را چنان حالتی نیکو نشده بود فایدها و کشفها حاصل شد و سرهای معلوم گشت که بچندین عمل و وعظ نشده بود تا آخر مجلس همچنین نظر می کرد و چیزی نمی فرمود چون خواست فرود آمدن گفت ان لکم اماما فعالا خیر و احسن من اماما قوالا، راست فرمود چون مراد از گفت حاصل کرده بودند و تبدیل اخلاق بی گفت آن که از گفت حاصل کرده بودند بیسر شد پس آنچ فرمود عین صواب فرمود آمدیم که خود را فعال گفت و در آن حالت فعلی نکرد ظاهر که آن را بنظر توان دید نماز نکرد حج و صدقه نکرد ذکر و خطبه هیچ

---

[1] کہدو اے پیغمبر کہ حق آیا اور باطل ہلاک ہوگیا (بنی اسرائیل، ع ۹) [2] ای مومن تو دور ہو جا کہ تیرا نور میری آگ کو بجھائے دیتا ہے،، [3] ،،مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے،، حدیث شریف (صحیح بخاری کتاب الادب)

ازین ہا نبود پس دانستیم کہ عمل و فعل آن صورت نیست تنہا بلکہ این صورت تنہا صورت آن عمل ست و آن عمل جان این،

چنانکہ مصطفیٰ فرماید اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اهتدیتم[1] این کہ یکی در ستارہ نظر میکند و راہ می برد هیچ ستارہ سخن می گوید با وی؟ نی الا بمجرد آن کہ در ستارہ نظری کند و راہ را از بی راہہ می داند و بمنزل می رسد ہمچنین ممکن ست کہ در اولیای حق نظر کنی ایشان در تو تصرف کنند بی گفتی و بحثی مقصود حاصل شود و ترا بمنزل و اصل برساند،

نحن شاء فلینظر الی فمنظری ندنیرالی من ظن ات الہوی سہل

در عالم خدا هیچ صعبتر از تحمل محال نیست مثلاً تو کتابی را خواندہ باشی و تصحیح و معرب کردہ یکی آن کتاب را پہلوی تو نشستہ است و کژ می خواند هیچ توانی آنرا تحمل کردن ممکن نیست و اگر آن را نخواندہ باشی ترا هیچ تفاوت نکند اگر کژ خواند و اگر راست چون تو کژ را از راست تمیز نکردہ پس تحمل محال مجاہدۂ عظیم است، اکنون انبیاء و اولیاء خود از محال نمی رہند اول مجاہدہ کہ در طلب داشتند قتل نفس و ترک شہوات و آن جہاد اکبرست و چون واصل شدند و در مقام امن مقیم شدند بر ایشان کژ و راست کشف شد و دانستند باز در مجاہدہ عظیم است زیرا افعال این خلق ہمہ کژ ست و ایشان می بینند و تحمل می کنند کہ اگر تحمل نہ کنند و بگویند یک کس بر ایشان البیت نکند و کس سلام مسلمانی بر ایشان ندہد الا حق تعالی ایشان را وسعی و حوصلۂ عظیم بزرگ دادہ است کہ تحمل می کنند از صد کژی یکی را می گویند تا اورا دشوار نیاید باقی را می پوشانند بلکہ مدحش می کنند کہ کژ ترا راستست تا بتدریج این کژہا را یک یک ازو دفع می کنند ہمچنانکہ معلم کودکی را خط آموزد،

---

[1] "میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس ستارہ کی بھی پیروی کروگے، راہ پاجاؤگے،"
سند نہیں ملی،

چون بسطر رسد کودک سطر بنویسد و بمعلم می نماید پیش معلم آن همه کژ ست و بد بطریق صنعت و مدارا می گوید که جمله نیک است احسنت احسنت الا این یک حرف را از آن سطر بد می گوید و بوی می نماید که چنین می باید نشستن باقی را تحسین می کند تا دل او نرمد و ضعیف نشود و با آن تحسین قوت می گیرد و همچنان بتدریج تعلیم می کند و مدد می یابد،

انشاء الله امید واریم که امیر را حق تعالی بمقصودها برساند هر چه در دل دارد و می خواهد و آن چیزها نیز و دولتها که در دل ندارد و نمی داند که چه چیز ست که آن را بخواهد و اصل اصل آنست امید ست که میسّر شود که چون آن را ببیند و مطالعه کند و آن بخششها بوی رسد ازین خواستها و تمنّاهای اوّل شرمش آید که چنین چیزی مراد پیش بود بوجود چنین دولتی و نعمتی ای عجب من آنها را چون تمنّا می کردم شرمش آید عطا آن را گویند که در وهم آدمی نیاید و نگذرد زیرا هر چه در وهم او گذرد اندازهٔ همت او باشد و اندازهٔ قدر او باشد اما عطای حق اندازهٔ قدر حق باشد پس عطای حق آن بود که لایق حق بود نه لایق وهم و همت بنده ما لا عین رات و لا اذن سمعت و لا خطر علی قلب بشر هر چند که از آنچ توقع داشتی چشمها آن را دیده بودند و گوشها جنس آن شنیده و در دلها جنس آن مصور شده اما عطای من بیرون آن جمله باشد و ورای آن همه،

فصل

صفت یقین شیخ ست کامل و ظنهای نیکوی راست مریدان اویند علی التفاوت ظن و اغلب الظن و اغلب اغلب الظن و علی هذا همچنین هر ظنی که افزون تر است از یقین نزدیک تر و از انکار دور تر لو وزن ایمان ابی بکر رض همه ظنون راست از یقین شیر می خورند و می افزایند و آن شیر خوردن و افزون شدن نشان آن تحصیل زیادتی ظن ست بعلم و عمل

تا ہر یکی یقین شوند و در یقین فانی شوند بکلی زیرا چون یقین شوند ظن نمانند این شیخ و مریدان ظاہر در عالم اجسام نقشہای شیخ یقین اند و مریدانش و دلیل بر آنک این نقشہا متبدل شود و در آن بعد دور قرناً بعد قرنٍ و آن شیخ یقین و ظنون کہ فرزندان و راست او بند قائم اند در عالم علی مرالادوار القرون ومن غیر تبدیل باز ظنون غالط ضال منکر راندگان شیخ یقین اند کہ ہر روز از دور دور تر شوند و ہر روز پس تر زیرا ہر روز می افزایند در تحصیلی کہ آن ظن بد و بیفزاید

فی قلوبھم مرض فزادھم اللّٰہ مرضاً[۱]

اکنون خواجگان خرما می خورند و شتران خار می خورند قال اللّٰہ تعالیٰ افلا ینظرون الی الابل[۲] الا من تاب وآمن وعمل صالحاً فاولئک یبدل اللّٰہ سیئاتھم حسنات[۳] تحصیلی کہ کردہ است در افساد ظن این ساعت قوت شود در اصلاح ظن ہمچنانک دزدی دانا توبہ کرد و شحنہ شد آن ہمہ طراریہای دزدی کہ می ورزید این ساعت قوت شد در عدل و احسان و فضل وار و بر شحنگان دیگر کہ اول دزد نبودہ اند زیرا کہ این شحنہ دزد پیشہ شیوہ دزدان را نیکو داند احوال دزدان از و پوشیدہ نماند این چنین کس اگر شیخ شود سخت کامل باشد و رہبر عالم و مہدی زمان،

فصل

وقالوا لن تمسنا النار الا ایاماً معدودۃ ... فکیف وانتم حاجتی اتجنب

معلوم می باید دانستن کہ ہر کسی ہر جا کہ ہست پہلوی حاجت خویش است لاینفک ہر حیوانی پہلوی حاجت خویشتن است ملازم

---

[۱] ان کے دلون مین روگ تھا، سو خدا نے ان کے روگ کو بڑھادیا،، (بقرہ، ع ۳) [۲] کیا یہ لوگ اونٹ کی طرف نہین دیکھتے،، (سورہ غاشیہ) [۳] ،،البتہ جن لوگون نے توبہ کی، اور ایمان لائے، اور نیک عمل کئے، پس خدا ان کی بدیون کو نیکیون سے بدل دیگا،، (فرقان، ع ۷)

صاحبه اقرب الیه من ابیه وامه ملتمس ؔ و آن حاجت بند اوست که او را می کشد این سو و آن سو، همچو مهار و محال باشد که کسی خود را بند کند زیرا او طالب خلاص طالب بند باشد پس ضروری او را کسی دیگر بند کرده باشد مثلاً او طالب صحت ست پس خود را رنجور نکرده باشد زیرا محال بود که هم طالب مرض بود و هم طالب صحت و چون پهلوی حاجت خود بود و پهلوی حاجت دهنده خود بود الا آنک نظر او بر مهارست از بهر آن بی عزّ و مقدارست اگر نظر او بر مهار کش بودی از مهار خلاص یافتی مهار او مهار کش او بودی زیرا او مهار برای آن نهاده اند که بی مهار با مهار کننده نمی رود و نظر او بر مهار کننده نیست لاجرم سنسمه علی الخرطومؔ ه دیدیش کنیم مهار را می کشیم بی مراد خویش چون او بی مهار در پی ما نمی آید،

لیقولون هل بعد الثمانین ملعب فقلت وهل قبل الثمانین ملعب

حق تعالی صبوتی بخشید پیران را از فضل خویش که صبیان از آن خبر ندارند، زیرا صبوت بد ان سبب تازگی می آرد بر می جهاند، و می خنداند، و آرزوی بازی می دهد، که جهان را نو می بیند ملول نشده است، از جهان چون این پیر همه جهان را نو بیند، همچنان بازیش آرزو کند، و برجسته باشد و گوشت و خون او بیفزاید،

لقد جلّ خطب الشیب ان کان کلما بدت شیبة یعد ومن اللهو مرکب

پس جلالت پیری از جلالت حق افزون باشد که بهار جلالت حق پیدا آید و خزان پیری بر آن غالب باشد و طبع خزانه خود را بگزارد پس ضعیف کننده بهار فضل حق باشد که بهر ریختن دندانی خنده بهار کم شود و بهر سپیدئی موی سرسبزی فضل حق باده باشد و بهر گریهٔ باران خزانی باغ حقایق منغص شود، تعالی الله عما یقول الظالمون،

ؔ "وہم اس کی ناک پر داغ لگائیں گے،، (قلم، ع ۱)

فصل

ویدش بر صورت حیوان وحشی وعلیہ جلد الثعلب، فقصدت اخذہ وھو علی غرفۃ صغیرۃ، ینظر من الدرج، فرفع یدیہ ویشغر، لکن اولکن اثم رایت فلان الدین یری عندی علی صورۃ ذلۃ فقفز فاخذتہ وھو یقصد ان یعضنی فی منعت راسہ تحت قدمی وعصرتہ عصرًا کثیرًا حتی خرج کل ما کان فیہا ثم نظرت الی حسن جلدہ قلت ھذا یلیق ان یملأ ذھبًا وجواھرًا ودرًا و یاقوتًا وافضل من ذلک، ثم قلت اخذت ما اردت فانصرف یا ناف حیث شئت، واقفز الی ای جانب رایت، وانما قفز انہ خوفًا من ان یغلب، و فی المغلوبیۃ سعادۃ، لاشک انہ یصور من رقایق الشہابیہ وغیرہ، واشرب فی قلبہ وھو یرید ان یدرک کل شیٔ وکل احد من ذلک الطرق الذی اجتہد فی حفظہ، والتذ بہ ولا یمکنہ ذلک، لان العارف خالہ لا یصطاد بتلک الشبکات، ولا یلیق امساک ہذا الصید بتلک الشبکات، وان کان صحیحا مستقیما فالعارف مختار فی ان یدرکہ مدرک، لا یمکن لاحد ان یدرکہ الا باختیارہ، انت قعدت مرصادًا لاجل الصید، والصید یرای ویری نیتک وحیلتک وھو مختار، ولا یخص طرق عبورہ ولا یعبر من مراصدک، انما یعبر من طرق طرقہا ھو، وارض اللہ واسعۃ ولا یحیطون بشیٔ من علمہ الا بما شاء ثم تلک الرقائق، لما وقعت فی لسانک، وادرکک ما لقیت رقائق بل فسدت بسبب الاتصال بک، کما

ان کل فاسد او صالح وقع فی فم العارف ومدارکہ، لا یبقی علیٰ ما هو، بل یصیر شیئاً آخر، متدثراً متسربلاً بالعنایات والکلمات، الاترى العصاء کیف تدثرت فی ید موسیٰ، ولم یبق علیٰ ما کانت من ماہیۃ العصا وکذا الاسطوانۃ الحنانۃ والقضیب فی ید الرسول، والدعاء فی فم عیسیٰ، والحدید فی ید داؤد، والجبال معہما لبقیت علی ماهیتها بل صارت شیئاً آخر غیر ما کانت فکذا الرقایق والدعوات اذا وقعت فی ید الظلمانی الجسمانی لا یبقی علی کانت علیہ بیت

تا ترا بود با تو درزوات است   کعبہ با طاعتت خرابات است

الکافر یاکل فی سبعۃ امعاء، وذلک الحیص الذی یختاره الفراش، الجاہل یاکل فی سبعین معی ولو اکل فی معاءٍ واحدٍ، لکان اکلاً فی سبعین معیً لان کل شیئ من المبغوض، مبغوض، کما ان کل شئ من المحبوب محبوب، ولو کان الفراش هاهنا لخلت علیہ ونصحت ولا اخرج من عنده حتیٰ یطرد لا یبعد لانہ مفسد لدینہ وقلبہ وروحہ وعقلہ، یالیت کان یحملہ علی الفسادات غیرھذا مثل شرب الخمر والقینۃ کان یصلح ذلک، اذا اتصل بعنایات صاحب العنایۃ لکنہ ملأ البیت من السجادات لیت یلف فیہا ویحرف حتی یتخلص الفراش منہ، ومن شره، لانہ یفسد اعتقاده عن صاحب العنایۃ ویهمزه ونفراه وهو یسکت ویهلک نفسہ، وقد اصطاده بالتسبیحات والتصلیات، لعل یوماً یفتح اللہ عن الفراش، فیری مماحسره ولعلہ عن رحمۃ صاحب العنایۃ فیضرب عنقہ بیدہ ویقول اهلکتنی حتیٰ اجتمع علیٰ اوزاری وصور افعالی کما رأو فی المکاشفات قبایح اعمالی والعقاید الفاسدۃ الطاغیۃ خلف ظهری فی زاویۃ

البیت مجموعة واما اکتمها من صاحب الغایة بنفسی واجعلها خلف ظهری وهی
یطلع علی ما اخفیه عنه ویقول لیش تخفی فی الذی نفسی بیده لولا دعوات تلک الصوامع الحنتة
فقدمت الی واحدٍ واحدٍ رای العین، ویکشف نفسها وتحیر غیر جالیها وعما یکتم فیها
فلس الله المطلوبین من مثل هؤلاء القاطعین الصادین عن سبیل الله بطریق التعبد
الملوک یلعبون بالصولجان فی المیدان الیری اهل المدینة الذین هم لا یقدرون ان
یحضروا الملحمة والقتال، تمثیلاً لمبارزة المبارزین وقطع رؤس الاعداء و
وقد حرجماتد حج الکرة فی المیدان وطرادهم وکرهم وفرهم، فهذا اللعب
فی المیدان، ان کالاسطرلاب للجذاب الذی هی فی القتال، وکذلک
الصلوة والسماع لاهل الله، اروا للناظرین ما یفعلون فی الستر من موافقة
وامر الله ونواهیه المختصه بهم والمغنی فی السماع کالامام فی الصلوة
والقوم یتبعونه ان غنی ثقیلاً رقصوا ثقیلاً، وان غنی خفیفاً رقصوا خفیفاً
تمثالاً لما یتبعهم فی الباطن، منادی الامر والنهی،

فصل

(مرا عجب می آید که این حافظان چون بوی نمی برند باحوال عارفان چنین شرح که
می فرماید ولا تطع کل حلاف مهین همّاز[1] همّاز خاص خود اوست که فلان را مشنو هرچه
گوید، که این چنین است با تو، همّاز مشاءٍ بنمیم مناع للخیر القرآن عجب جادوست، غیوران می
بندد که صریح در گوش خصم می خواند، چنانک فهم می کند، و هیچ خبر ندارد، یا خود نرود، باز می ربآید
ختم الله عجب لطفی دارد در ختمش که می شنود و فهم نمی کند، و بحث می کند و فهم نمی کند، الله

[1] "کہتا نہ مانتا کسی قسمیں کھانے والے ذلیل اور طعنہ دینے والے کا،، (قلم، ع ۱) [2] طعنہ دینے والا چغلیاں کھاتا پھرنے والا، نیک کام سے روکنے والا، (قلم، ع ۱)

لطیف، قهرش لطیف، و قفلش لطیف، اما نه چون قفل کشایش، که لطف آن در وصف نگنجد من اگر از اجزای خود فرو سکلم از لطف بی نهایت و لذا ذت قفل کشای وی چونی و فتاحی او خواهد بودن، زنهار بیماری دهر دن را در حق من متهم مکنند، که آن «روپوش» از کشندهٔ من یک لطف بی مثل خواهد بودن و آن کارد و یا شمشیر که پیش آید جهت دفع چشم بد اغیار است، تا چشمهای سخن بیگانه جنب ادراک آن مشتغل نه کنند،

فصل

(صورت فرع عشق ست، که بی عشق این صورت را قدر نبود، فرع آن باشد، که بی اصل نتواند بودن، پس الله را صورت نگویند، چون صورت فرع باشد او را فرع نتوان گفتن، گفت عشق نیز بی صورت متصور نیست و منعقد نیست پس فرع صورت باشد،

گوئیم چرا عشق متصور نیست بی صورت، بل انگیزندهٔ صورت ست، صد هزار صور از عشق انگیخته می شود، هم مثل هم محقق، اگرچه نقش بی نقاش نبود و نقاش بی نقش نبود، ولیک نقش فرع بود و نقاش اصل لحماکة الاصبع مع حماکة الخاتم تا عشق خانه نبود هیچ مهندس تصور صورت خانه نکند، و همچنین گندم سالی بنرخ زرست سالی بنرخ خاک، و صورت گندم همان ست، پس قدر و قیمت صورت گندم بعشق آمد، و همچنین آن هنر که تو طالب و عاشق آن باشی پیش تو آن قدر دارد، و در دورے که هنر را طالبے نباشد آن هنر را نیاموزند، و نورزند، گویند که عشق آخر افتقارست و احتیاج بچیزی، پس چون احتیاج اصل باشد و محتاج الیه فرع، گفتیم این سخن که می گوئی آخر این سخن حاجت تو هست شد که چون میل این سخن داشتی این سخن زاینده شد پس احتیاج مقدم بود، و این سخن ازو زائید پس بی او احتیاج را وجود بود، پس فرع او نبود، عشق و احتیاج گفت آخر مقصود ازآن احتیاج

این سخن بود، پس مقصود فرع چون باشد گفتیم و یا فرع مقصود باشد، که مقصود از بیخ درخت که اصل ست فرع درخت است که آن میوه است)

فصل

(فرمود از دعوی این کنیزک که کردند اگرچه دروغست، در پیش نخواهد رفتن، اما در وهم این جماعت چیزی نشست، این وهم و باطن آدمی همچون دهلیز یست اوّل در دهلیز آیند، آنگه درخانه، این همه دنیا یک خانه است، هرچه در اندرون آید که دهلیز لابد که در خانه ظاهر شود مثلاً این خانه که نشسته ایم صورت این در دل مهندس پیدا شد، آنگه این،

پس گفتیم این همه دنیا یک خانه است، هرچه در دهلیز دیدی که پیدا شد حقیقت دان که در خانه پیدا شود، و این همه چیزها که در دنیا پیدا شود از خیر و شر، اوّل همه در دهلیز پیدا شده است آنگه اینجا، حق تعالی چون خواهد که چیزهای گوناگون از غرائب و عجائب و باغها و بوستانها و علوم و تصانیف گوناگون در عالم پیدا کند، در اندرون ها تقاضاهای آن بنهد تا از آن این پیدا شود، و همچنین هرچه در عالم می بینی، می دان که در آن عالم هست، مثلاً هرچه در یم بینی می دان که در یم باشد که، این از آن یست، و همچنان این آفرینش آسمان و زمین و عرش و کرسی و عجایبهای دیگر حق تعالی تقاضای آن را در ارواح پیشینیان نهاده بود لاجرم عالم برای آن پیدا شد مردم که میگویند، عالم قدیم ست سخن ایشان مسموع کی باشد بعضی میگویند که حادثست و آن اولیا اند و انبیا که ایشان قدیم تر از عالم اند حق تعالی تقاضای آفرینش عالم را در ارواح ایشان نهاد و آنگه عالم پیدا شد پس ایشان علی الحقیقة می دانند که حادثست، و از مقام خود خبر میدهند مثلاً ما درین خانه که نشسته ایم عمر ما شصت و هفتاد هست دیدیم که این خانه نبود، سالی چند است که این خانه شد اگر درین خانه جانوران متولد شوند از در و دیوار این خانه مثل کرم موش و ماحیوانی حقیر که در خانه زاییده اند ایشان زاییده اند، و خانه را

معمور دیدند، اگر ایشان بگویند که این خانه قدیم ست، بر ما حجت نشود، چون ما دیده ایم که این حادث ست همچنان که آن جانوران از در و دیوار آن خانه رسته اند، و جز این خانه چیزی نمی دانند، و نمی بینند خلقانند که ازین خانهٔ دنیا رسته اند[1] در ایشان جوهری نیست بینت شان ازینجاست، هم درینجا فرو روند، و اگر ایشان عالم را قدیم گویند بر انبیا و اولیا که ایشان را وجود بوده است پیش از عالم بصد هزار سال چه جای سال و چه جای عدد که آن را نه حد ست و نه عد حجت نباشد که ایشان حدوث عالم را دیده اند همچنانکه تو حدوث آن خانه را،

فصل

بعد ازان آن فلسفیک سنی می گوید که حدوث عالم را چه دانستی ای خر تو قدم عالم را چه دانستی آخر گفتن تو که عالم قدیم ست معنیش آن ست که حادث نیست که این گواهی بر نفی باشد آخر گواهی بر اثبات آسان ترست از آنکه گواهی بر نفی معنیش آن ست که این کار را فلان مرد نکرده است و اطلاع برین مشکلست، می باید که آن شخص از اول عمر تا آخر ملازم آن شخص بوده باشد شب و روز در خواب و بیداری که بگوید البته این کار را نکرده است هم حقیقت نشود شاید که این را خوابی بوده باشد یا آن شخص بحاجت خانه رفته باشد، که این را ممکن نبوده باشد ملازم او بودن، به سبب این گواهی بر نفی روا نیست اما گواهی بر اثبات مقدورست و آسان زیرا می گوید لحظه با او بودم چنین گفت و چنین کرد لاجرم این گواهی مقبول ست زیرا که مقدور آدمی ست،

اکنون ای سگ این که بحدوث گواهی می دهد آسان ترست از آنچ تو بقدم عالم گواهی می دهی زیرا حاصل گواهیت این ست که حادث نیست پس گواهی بر نفی داده باشی

[1] مثنوی دفتر دوم عنوان دانستن پیغمبر که سبب رنجوری آن شخص گستاخی بوده است،
آنجهان معمور و باقی داشت ست ... تا که ...

پس چو هر دو را دلیلی نیست و ندیده اید که عالم حادث ست یا قدیم تو او را میگوئی بچه دانستی که حادث ست او نیز می گوید ای قلتبان بچه دانستی که قدیمست آنرا دعوی تو مشکل تر است و محال تر،

فصل

مصطفی صلی الله علیه وسلم با صحاب نشسته بود، کافران اعتراض آغاز کردند، فرمود که آخر شما هم متفقید که در عالم یکی هست، که صاحب وحی است و وحی برو فرود می آید، بر هر کسی فرود نمی آید، و آنکس را علامتها و نشانها باشد در فعل و در قول و در سیما و در همه اجزای او نشان و علامت آن باشد، اکنون چون آن نشانها را دیدید روی بوی آرید و او را قوی گیرید تا دستگیر شما باشد، ایشان مجوب می شدند، و پیش سخن شان نمی ماند، دست بشمشیر می زدند، و نیز می آمدند و اصحاب را می رنجانیدند و می زدند، و استخفافها می کردند، مصطفیٰ می فرمود که صبر کنید، تا نگویند که بر ما غالب شدند بغلبه، خواهند که این ظاهر کنند خدا این دین را ظاهر خواهد کردن، و صحابه مدتها نماز را پنهان می کردند، و نام مصطفیٰ را پنهان می گفتند تا بعد مدتی وحی آمد که شما نیز شمشیر بکشید و جنگ کنید،

مصطفیٰ را که امّی گویند از آن رو امّی گویند که بر خط و علوم قادر نبود یعنی ازین روایش می گفتند که خط و علوم و حکمت او مادر زاد ست مکتسب نیست کسی که بروی قمر رقوم نویسد بر کاغذ چون نداند نبشتن؟ و در عالم چه باشد که او نداند چون همه ازو می آموزند عقل جزوی را چه چیز باشد که عقل کل را نباشد،

عقل جزوی قابل آن نیست که از خود چیزی نو اختراع کند، که آنرا و جنس آنرا

ندیده باشد، و این مردم که تصنیفها کرده، وهندسهای نو، وبنیادهای نو نهاده اند، اما تصنیف تو نیست، آنرا دیده اند برآنجا زیادت می کنند، آنها که از نو اختراع کنند ایشان عقل کل باشند عقل جزوی قابل آموختن ست، محتاج است بتعلیم، عقل کل معلم است محتاج نیست، و همچنین جمله پیشهارا چون بازکاوی اصل وآغاز آن وحی بوده است، و از انبیا آموخته اند، و ایشان عقل کل اند،

حکایت غراب قابیل و هابیل را کشت، ونمی دانست که چه کند غراب غرابی را بکشت و خاک را بکند و آن غراب را دفن کرد، و خاک برسرش کند، و از غراب تعلیم یافت و گور ساختن و دفن کردن را بیاموخت[1]، همچنین جمله حرفتها

هرکرا عقل جزویست محتاج است بتعلیم، وعقل کل واضع چیزهاست، و ایشان انبیا و اولیا اند، که عقل جزوی را بعقل کل متصل کرده اند، و یکی شده اند، مثلاً دست و پا و چشم و گوش و جمله حواس آدمی قابل اند که از دل و عقل تعلیم کنند، پا از عقل رفتار می آموزد، دست گرفتن، چشم دیدن، گوش شنیدن، اما اگر دل و عقل نباشد، هیچ این حواس برکار نباشد، اکنون همچنان که این چشم نسبت بعقل و دل کثیف ست و غلیظ، ایشان لطیفند، و این کثیف بآن لطیف قائم ست، و اگر لطفی و تازگئی دارد از و دارد، و معطل و پلید و کثیف ست، همچنین عقل جزوی نیز بعقل کل آلتی ست تعلیم ازو کند و ازو فائده گیرد، و کثیف و غلیظ ست پیش لطف عقل کل یکی گفت مرا همت یاد دار، اصل همت ست اگر سخن باشد یا نباشد سخن فرعست

---

[1] مثنوی، دفتر ۴، عنوان آموختن گورگنی، الخ

کندن گورے که کمتر پیشه بود، کے زفکر وحیله و اندیشه بود،

گر بدی این فهم مر قابیل را، کے نهادے برسر او هابیل را، الخ

فرمود که آخر این همت در عالم ارواح بود پیش از عالم اجسام پس ما را در عالم اجسام بی مصلحت آوردند این محال باشد پس سخن در کار است و پُر فائده است دانهٔ قیسی را اگر مغزش تنها در زمین بکاری چیزی نروید چون با پوست هم بکاری بروید پس دانستیم که صورت نیز در کار است، نماز نیز در باطن ست که لاصلوٰۃ الا بحضور القلب[1] اما لابدست که بصورت آری در رکوع و سجود کنی آنگه بهره مند شوی و بمقصود رسی هم علی صلوٰتهم دائمون[2] این نماز روحست نماز صورت موقت ست آن دائم بناشد، زیرا روح عالم دریاست آنرا نهایت نیست جسم ساحلست و خشکیست محدود باشد، دمعدود پس صلوٰة دائم جز روح را نباشد، پس روح را رکوعی و سجودی هست اما بصورت این رکوع و سجود ظاهر می باید کردن، زیرا معنی را با صورت اتصالی هست تا هر دو بهم نباشند فائده ندهند چنانک دانه بی پوست نروید،

این که می گوئی صورت فرع معنیست و صورت رعیت ست و دل بادشاه آخر این اسمای اضافیاتست چون می گوئی که این فرع آنست تا فرع نباشد نام اصلیت برو کی نشیند پس او اصل ازین فرع شد اگر فرع نبودی او را خود نام نبودی چون رب گفتی ناچار مربوبی باید و حاکم گفتی محکومی باید

حسام الدین ارزنجانی پیش از آن که بخدمت فقرا برسد و با ایشان صحبت کند بحاثی عظیم بود، هر جا که رفتی بجد بحث و مناظره کردی خوب و خوش گفتی، اما چون با درویشان مجالست کرد آن بر دل او سرد شد ع

نبرد عشق را جز عشق دیگر

---

[1] نماز بغیر حضور قلب کے نہیں ہوتی، [2] حاشیہ گذر چکا،

من اراد ان یجلس مع الله فلیجلس مع اهل التصوف[۱] این علمها نسبت باحوال فقرا بازی و عمر ضایع کردن ست، انما الدنیا لعب و لهو[۲]،

اکنون چون آدمی بالغ شد و عاقل و کامل، بازی نکند و اگر کند از غایت شرم پنهان کند، این عالم قیل وقال و هوسهای او همه باد ست، و آدمی خاک ست و چون باد بخاک آمیزد، هر جا که رسد چشمها را خسته کند، و از وجود او جز تشویش و اعتراض حاصل نباشد، اما اکنون اگرچه خاک ست بهر سخنی که می شنود می گرید، اشکش چون آب روان است، ترای اعینهم تفیض من الدمع[۳]، اکنون چون عوض باد بر خاک آب فرو می آید کار بعکس خواهد بودن لاشک خاک آب یافت بر و سبزه و ریحان و بنفشه و گل روید این راه فقر راهیست که در وی بجمله آرزوها برسی و هر چیز که تمنائی تو بوده باشد البته در آن راه بتو برسد اگر شکستن لشکرها، و ظفر یافتن بر اعدا، و گرفتن ملکها، و تسخیر خلق و تفوق بر اقران، و فصاحت، و بلاغت، و هر مرادی که باشد چون راه فقر را گزیدی اینها همه بتو برسد، و هیچ کس درین راه نرفت که شکایت کرد بخلاف راههائے دیگر هر که در آن راه رفت و کوشید از صد هزار یکی را مقصود حاصل شد و آن نیز نه چنان که دل او خنک شود و قرار گیرد زیرا هر راهی را اسبابیست و طریقی بحصول آن مقصود و مقصود حاصل نشود الا از راه اسباب آن راه دور ست و پر آفت و مانع شاید که آن اسباب تخلف کند از مقصود،

اکنون چون در عالم فقر آمدی و ورزیدی حق تعالیٰ ترا ملکها و عالمها بخشد که در وهم

---

[۱] جو شخص خدا کی ہمنشینی چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ اہل تصوف کی ہم نشینی اختیار کرے،، ہندی نسخون مین اس عبارت کے پہلے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے

[۲] دنیا کی زندگی محض ایک کھیل ہے، (حدید ع ۳) [۳] تم انکی آنکھون سے آنسو بہتے ہوے دیکھو گے، (مائدہ ع ۱۱)

ناورده باشی و از آنچ اول تمنی می بردی و می خواستی خجل گردی، که آوه من بوجود چنین چیز حقیر چون می طلبیدم، اما حق تعالی گوید اگرچه تو از آن منزه شدی و نمی خواهی و بیزاری اما چون وقت در خاطر تو گذشته بود، برای ما ترک کردی، کرم ما بی نهایتست، البته آن نیز میسر تو گردانیم،

چنانک مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پیش از وصول و شهرت، فصاحت و بلاغت عرب را می دید تمنی می برد که مرا نیز این چنین فصاحت و بلاغت بودی، چون او را عالم غیب کشف گشت و مست حق شد بکلی آن طلب و تمنی بر دل او سرد شد، حق تعالی فرمود که آن فصاحت و بلاغت که می طلبیدی بتو دادم، گفت یارب مرا چه کار آید، فارغم از آن و نخواهم، حق تعالی فرمود آن نیز باشد و فراغت قائم بود و هیچ ترا زیان ندارد، حق تعالی اورا سخنے داد که جمله عالم از زمان او تا بدین عهد در شرح سخن او مجلدهاے گوناگون ساختند، و می سازند، و هنوز از ادراک آن قاصرند، و حق تعالی فرمود که نام ترا اصحابہؓ از ضعف و از بیم و شر حسودان در گوشها پنهان می گویند بزرگی ترا بجدی نشر کنم منارهای بلند بر اقالیم پنج وقت بانگ زنند بآوازهای بلند و الحانهای لطیف در مشرق و مغرب مشهور شود،

اکنون هر که درین راه خود را درباخت همه مقصودهای دینی و دنیاوی او را میسر گشت و هرگز کس ازین راه شکایت نکرد سخن ما همه نقدست و سخنهای دیگران نقل، و این نقل فرع نقدست نقد همچون پای آدمیست، و نقل چون قالب چوبین، بتشکل قدم آدمی، اکنون آن قدم چوبین را ازین قدم اصلی دزدیده اند و اندازه آن ازین گرفته اند، اگر در عالم پای نبودی، ایشان این قالب را از کجا ساختندی،

پس بعضی سخنها نقدست و بعضی نقل و بهم دیگر می مانند ممیزی می باید که نقد از نقل بشناسد

تمیز ایمان ست و کفر بے تمیز نیست نمی بینی که در زمان فرعون چون عصای موسیٰؑ مار شد و چوبها و رسنهای ساحران جمله ماران شدند آنک تمیز نداشت همه رایک لون دید و فرق نکرد و آنکه تمیز داشت سحر را از حق فهم کرد، و مومن شد، بواسطهٔ تمیز پس دانستیم که ایمان تمیز ست آخر این فقه اصلش وحی بود اما چون با فکار و حواس و تصرف خلق آمیخته شد آن لطف نماند و این ساعت هیچ ماند بلطافت وحی،

همچنین که این آب در تروت روانست بسوی شهر آنجا که سر چشمه است بنگر که چه صاف ولطیف است، چون در شهر در آید و از محلهای (اہل شهر بگذرد) چندین خلق دست و پا و اعضا و جامها و نجاسات بهائم درو ریخته و با او آمیخته گردد چون از آن کنار دیگر بگذرد، ونگری، اگر چه همان ست گل کند خاک را سبزه کند و تشنه را سیراب گرداند اما ممیزی می باید تا دریابد که این آب را آن لطف (که داشت) نمانده (است) و با وچیزهای ناخوش آمیخته شد المؤمن کیس ممیز فطن عاقل،[1]

(پیر عاقل نیست، چون ببازی مشغول ست، اگر صد ساله شود هنوز کودک ست، و اگر کودک ست چون ببازی مشغول نیست پیر ست، اینجا سن معتبر نیست، ما را آن می باید ما را آن آن باشد که جمله پلید ها را پاک کند و درو هیچ اثر نکند همچنان صاف ولطیف باشد و در معده مضمحل نشود و گنده و خلط نگردد و آن آب حیات ست)

یکی در نماز نعره زد و بگریست، نماز او باطل شود یا نی؟ جواب این بتفصیل است[2]

---

[1] حاشیه گذر چکا، [2] مثنوی، دفتر ۵ عنوان آن یکے از عالمے پرسید الخ

آن یکے پرسید از مفتی به راز | گر کسے گرید به نوحه در نماز
آن نماز او عجب باطل بود ، | یا نمازش جایز و کامل بود

اگر آن گریه از آن رو بود که او را عالمی دیگر بنمودند بیرون محسوسات، آخر آنرا دیده می گویند تا دیده چه دید، چون چیزی دیده باشد که جنس نماز و مکمل نماز باشد مقصود از نماز خود آن ست، نمازش درست و کامل تر و اگر بعکس این برای دنیا گریست یا دشمنی برو غالب شد از کین او گریه اش آمد یا حسد برد بر کسی که او را چندین اسباب هست و مرا نیست، نمازش ابتر و ناقص و باطل باشد،

پس دانستیم که ایمان تمیز ست که فرق کند میان حق و باطل و میان نقد و نقل، و هر کرا تمیز نیست محروم است اکنون این سخنها را که می گوئیم هر کرا تمیز هست برخوردار شد و هر کرا تمیز نیست این سخن پیش او ضایع است، همچنانک دو شخص شهری عاقل کافی برو ند از روی شفقت برای نفع روستائی گواهی دهند، اما روستائی از روی جهل چیزی بگوید که آن گواهی هیچ نتیجه ندهد و سعی ایشان ضائع گردد، و ازین رو می گویند که روستائی گواه با خویشتن دارد اما چون حالت سکر مستولی گردد مست باز نمی گردد، که اینجا ممیزی هست یا نیست، مستحق این سخن و اهل این هست یا نیست، از گزاف فرو می ریزد همچنانک زنی را که پستانهاش قوی پر شود و درد کند برود، و سگ بچگان محله را جمع کند و شیر را بر ایشان می ریزد،

اکنون این سخن چون بدست ناممیز افتاد همچنان باشد که در ثمین بدست کودکی دادی که قدر آن نمی داند، چون از آن سو تر رود سیبی بدست او نهد و آن گوهر را از و بستانند چون تمیز ندارد تمیز نعمتی عظیم است،

ابا یزید را پدرش بوقت طفلی بمدرسه برده بود که فقه آموزد چون پیش مدرسش برد گفت اهذا فقه الله گفتندش هذا فقه ابی حنیفه گفت انا ارید فقه الله چون بر نحویش برد گفت اهذا نحو الله گفتند هذا نحو سیبویه گفت ما ارید، همچنین هر جاش که

می بردند چنین می گفت پدر عاجز شد و او را بگذاشت، بعد ازین درین طلب به بغداد آمد حالے که جنید را[1] بدید بیعره بگفت هذا فقه الله وچون باشد که بره مادر خود را نشناسد چون رضیع آن لبانست و او از عقل و تمیز زاده است صورت را رها کن شیخی بود و مرید آن را پیش خود ایستادن رها کردی دست بسته در خدمت گفتند، ای شیخ این جماعت را چرا نمی نشانی که این رسم درویشان نیست این آئین امرا و ملوک ست گفت نی خاموش کنید من خواهم که ایشان این طریق را معظم دارند تا برخوردار شوند اگرچه تعظیم در دلست ولیکن الظاهر عنوان الباطن معنی عنوان چیست یعنی که از عنوان نامه را بدانند، که نامه برائے کیست و از عنوان کتاب بدانند، که دریناچه بابهاست، وچه فصلها، از تعظیم ظاهر و سر نهادن، و بپا ایستادن معلوم شود که در باطنها چه تعظیم دارند، وچگونه تعظیم می کنند حق را، واگر در ظاهر تعظیم ننمایند معلوم گردد که باطن ما ناپاکست، و مردان حق را معظم نمی دارند،

فصل

سوال کرد جوهر خادم سلطان که بوقت زندگی یکی را پنج بار تلقین می کنند، سخن را فهم نمی کند، بعد از مرگ چه سوالش کنند که بعد از مرگ سوالها فراموش کنند، گفتم چو آموخته را فراموش کنند، لاجرم صاف شایسته گردند سوال ناآموخته را، این ساعت تو که کلمات من از آن ساعت تا اکنون می شنوی البعضے را قبول می کنی که جنس آن شنیدهٔ، و قبول

---

[1] حضرت بایزید کا سالِ وفات ۲۳۴ھ یا ۲۶۱ھ اور حضرت جنید کا بہ قول اصح ۲۹۷ھ، اس لئے حضرت بایزید کا ایک نو عمر طالب علم کی حیثیت سے حضرت جنید کو ایک مرشد کامل کی حیثیت سے دیکھنا تاریخی حیثیت سے قرین قیاس نہیں،

کردهٔ، و بعضے را تم قبول می کنی، و بعضے را توقف می کنی، و بحث میکنی، و این رد و قبول و بحث باطن ترا هیچ کس نمی شنود، آنجا آلتی نه هر چند گوش داری، از اندرون بگوش تو بانگی می آید، اگر اندرون بجوئی هیچ گوینده نیابی،

این آمدن تو بزیارت عین سوال ست بی کام و بی زبان که مرا راه بنمائید و آنچ نموده اید روشن ترکنید، و این نشستن ما با شما خاموش یا گویا جواب آن سوالهاے پنهانی شماست، چون ازینجا بخدمت پادشاه باز روید سوال و جواب با پادشاه است، و پادشاه را بی زبان همه روز با بندگانش سوال ست که چون می ایستند، و چون می نگرند، اگر کسے را در اندرون نظر کثری هست، لابد جوابش کثر می آید و یا خود بر نمی آید، که جواب راست گوید، همچنانک کسی شکسته زبان باشد، هر چند خواهد تا سخن درست گوید نتواند، زرگر که بسنگ می زند زر را، و آن سوال ست، و جواب زر می گوید، اینم، خالصم یا آمیخته،

بوته خود گویدت چون پالودی | که زری یا مس زر اندودی

گرسنگی سوال ست از طبیعت، که بخانه تن خللی هست خشتی بده، گلی بده، خوردن جواب ست که بگیر، ناخوردن جواب ست که هنوز حاجت نیست، آن مهره هنوز خشک نشده است بر سر آن مهره دیگر نشاید زدن، طبیب نبض می گیرد سوال ست جنبیدن رگ جواب ست نظر بقاروره سوال ست وجوابست بی لاف گفتن، دانه در زمین انداختن سوال ست که مرا فلان میوه می باید درخت رستن جواب ست بی لاف زبان، زیرا جواب بی حرف ست سوال بی حرف باید، و اگر دانه بوسیده بود در نروید، هم سوال ست، و جواب ست که مرا چیزی از مایه نبود من چه دهم از برا

پادشاهی سه بار رقعه خواند و جواب ننبشت او شکایت نوشت که سه بارست که بخدمت

عرضہ می داریم اگر قبول بفرمائید و اگر ردّم بفرمائید پادشاہ بظہر رقعہ بنشت اما علمت ان ترک الجواب جواب، جواب الاحمق السکوت،

نا رویئدن درخت ترک جواب ست، لاجرم جواب باشد، ہر حرکتی کہ آدمی کند سوال ست وہر چہ او راپیش می آید از غم وشادی جواب باشد، اگر جواب خوش شنود، باید کہ شکر کند وشکر آن بود کہ ہمہ جنس آن سوال کہ بر آن سوال این جواب یافت اگر جواب ناخوش شنود استغفار کند و دیگر جنس آن سوال نکند، فلولا اِذ جاءھم باسنا تضرعوا ولکن قست قلوبھم[1] فہم نکردند کہ جواب مطابق سوال ایشانست وزین لھم الشیطان ما کانوا یعملون[2] یعنی سوال خود را خوب می دیدند، می گفتند این جواب زشت لائق این سوال و ندانستند کہ دود از ہیزم بود نہ از آتش، ہر چند ہیزم خشکتر دود آن کمتر گلستانی را بباغبانی سپردی، اگر آنجا بوی ناخوش آید تہمت بر باغبان نہ نہ بر گلستان، گفت مادر را چرا کشتی گفت چیزی دیدم کہ لایق نہ بود گفت مردرا می بایست کشتن گفت پس ہر روزی مردی می کشتم،[3]

اکنون ہر چہ تراپیش آید نفس خود را ادب کن تا ہر روز بایکیت جنگ نباید کردن، اگر گویند کلٌّ من عند اللّٰہ[4] گوئیم لاجرم عتاب کردن نفس خود را و عالمی را رہایندن ہم من عند اللّٰہ چنانک آن یکی بر درخت ثمر دینی میوہ می ریخت ومی خورد خداوند

---

[1] جب ہمارا عذاب آپہونچا، تو انھوں نے تضرع وعاجزی سے کیون نہ کام لیا، نہین، بلکہ ان کے دل تو سخت ہوچکے تھے، (انعام ع ۵) [2] شیطان نے ان کے کرتوت ان کی نظرین خوش کرد کھائے،، (انعام ع ۵) [3] مثنوی دفتر دوم حکایت ملامت کردن مردم شخصے کہ مادرش را کشت بہ تہمت سے

آن یکے از خشم مادر را بکشت ؎ ہم بہ زخم خنجر و ہم زخم مشت
آن یکے گفتش کہ از بد گوہری ؎ یاد ناوردے تو حقِ مادری الخ

[4] "ہر شے خدا ہی کی جانب سے ہے،، (نساء ع ۱۱)

باغ مطالبہ کرد، گفت از خدا نمی ترسی، گفت چرا ترسم درخت از آن خداو من بندۂ خدا بندۂ خدا می خورد از نعمت خدا گفت باش تا جوابش بگویم گفت رسن بیارید و او را برین درخت بندید و بزنید تا جواب ظاہر شدن فریاد برآورد کہ از خدا نمی ترسی؟ گفت چرا ترسم تو بندۂ خدا و این چوبِ خدا می زنند بر بندۂ خدا چوب خدا[1]،

حاصل این عالم بر مثال کوہست، ہر چہ گوئی از خیر و شر از کوہ ہمان صدا شنوی و اگر گمان بری کہ من خوب گفتم کوہ زشت جواب داد محال باشد، کہ بلبل در کوہ بانگ کند، از کوہ صدای زاغ آید یا نوای دیگر پس یقین دان ہر بانگی کہ کردی، در جواب ہمان شنوی، بیت،

بانگ خوشش دار چون بکوہ آئی ‏ ‏ ‏ ‏ کوہ را بانگ خر چہ فرمائی
خوشش آواز تا ہمی دار د صدائے گنبد خضرا

فصل

فرمود ما ہمچو کاسہ ایم بر سر آب رفتنِ کاسہ بر سر آب بحکم کاسہ نیست بحکم آب ست یکی گفت این عام است الا بعضی می دانند بعضی نمی دانند،

فرمود کہ اگر عام بودی تخصیص قلب المومن بین الاصبعین[2] راست نبودی و نیز فرمود الرحمٰن علم القرآن[3] و نتوان گفتن کہ این عام است، چون ہمگی علمہا را او آموخت تخصیص قرآن چیست؟ و ہمچنان خلق السمٰوٰت والارض[4] تخصیص آدمی و زمین چیست چون ہمہ چیز ہا را علی العموم او آفریدہ، لاشک ہمہ کاسہا بر سر آب قدرت و مشیت است ولیکن اگر

---

[1] مثنوی دفتر پنجم الحکایت در جواب جبری و اثبات اختیار الخ ؎
گفت کز چوب خدا این بندہ اش ‏ ‏ ‏ ‏ می زند بر پشت دیگر بندہ خوش
چوب حق و پشت و پہلو آن او ‏ ‏ ‏ ‏ من غلام آلت و فرمان او
[2] مومن کا قلب خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، [3] وہ رحمٰن جس نے قرآن کی تعلیم دی،" (رحمٰن ع ۱) [4] زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا، ہود ع ۱

چیز نکوهیده را مضاف کنند آن بے ادبی باشد چنانک گوید یا خالق السرقین والضراط والفسا
الّا اگر بگوید یا خالق السموات یا خالق العقول پس این تخصیص را فائده باشد، اگرچه عامست
پس تخصیص چیزی دلیل گزیدگیٔ آن چیز کند، حاصل کاسهٔ بر سر آب می رود و آب
از آن را بر وجهی می برد که همه کاسها از روی نظاره گران کاسه میشوند و کاسهٔ بر سر آب می نهد
بر وجهی که همه کاسها از وی می گریزند، طبعاً و ننگ می دارند، و آب ایشان را الهام گریز می دهد
و قوت گریز و در ایشان این می نهد که اللّٰهم زد هنا منهم بعدًا و آن اول اللّٰهم زد نا قربًا
اکنون آنکس که عام می بیند می گوید که از روی مسخری هر دو مسخر اند و یکیست او جواب
می گوید که اگر تو لطف و خوبی و حسن گردانیدن آن این کاسه را می دیدی، و بر سیدی ازین
حسن خاص و ازین خوبی ترا پروای آن صفت عام نبودے، چنانک معشوق کسے با همه
سرگینها و خنفسها مشترک است از روی هستی و از روی جسمی، هرگز بخاطر عاشق آید که معشوق
من مشترک است با خنفسها در آن وصف عام که هر دو جسم اند، و متجزی اند و در شش جهتند، و
حادث و قابل فنا اند، و غیرها من الاوصاف العامة هرگز دو رو نگنجد گو هر که او را ازین صفت عام یاد کند
او را دشمن گیرد و ابلیس خود داند،

پس چون در تو این گنجد که نظر بآن جهت عام کردی تو اهل نظارهٔ حسن خاص ما نیستی
با تو نشاید مناظره کردن زیرا مناظرهٔ ما بحُسن آمیخته است و اظهار حسن بغیر اهلش ظلم باشد،
قال لا تعلموا الحکمة غیر اهلها فتظلموها ولا تمنعوها عن اهلها فتظلموهم این علم نظرست
علم مناظره نیست، گل و میوه نمی شگفد بپاییز که آن مناظره باشد یعنی بپاییز مقاومت
و مقابله کردن باشد، و گل را آن طبع نیست که مقابله کند بپاییز، اگر نظر آفتاب حمل
یافت برون آید در هوای معتدل عادل و اگر نے سر درکشید و باصل خود رفت، پاییز او را

می گوید، اگر تو شاخِ خشک نیستی پیش من برون آئے اگر مردی او می گوید من پیش تو شاخ خشکم و نامردم هرچه خواهی بگو، بیت،

ای پادشاه صادقان! چون من منافق دیدهٔ؟

بازندگانت زنده ام، با مردگانت مرده ام

تو که مولانا بهاؤالدینی اگر پیر زنی را که دندانها ندارد و روئے چون پشت سوسمار آژنگ بر آژنگ بیاید، که اگر مردی و جوانی اینک آمدم اینک فرش نگار و اینک میدان مردی بنمای اگر مردی گوئی معاذالله والله من مرد نیستم و آنچه حکایت کردند دروغ بود چون جفت توئی نامردی خوش شد،

کژدم می آید نیش بر داشته، بر عضو تو می زند که شنودم که مرد خندان و خوشی، بخند، تا خنده ترا ببینم، می گو چه تو آدمی مرا هیچ خنده نیست، و هیچ طبع خوش نیست، آنچه گفتند دروغ گفتند، همه دواعی خنده ام مشغول ست که تو کی روی و از من دور شوی،

گفت آه کردی ذوق رفت، آه مکن تا ذوق نرود، فرمود گاهی بود که اگر آه نکنی ذوق برود علی اختلاف الحال، و اگر چنین نبودی نفرمودی ان ابراهیم لاواه حلیم[1]، و هم طاعتی اظهار نبایستی کردن، که همه اظهار ذوق ست و این سخن که تو می گوئی از بهر آن می گوئی که ذوق نیاید پس اگر برندهٔ ذوق ست برندهٔ ذوق را مباشرت میکنی، بنماید، و این نظیر آن باشد که خفته را بانگ زنند" برخیز که روز شد، کاروان می رود گویند مزن بانگ که او در ذوقست ذوقش برمد گوید آن ذوق هلاکت ست و این ذوق خلاص گویند تشویش مده که مانع است این بانگ فکر را گویند،، بدین بانگ خفته در فکر

---

[1] "بیشک ابراہیم بڑے ہی نرم دل بردبار تھے" (توبہ ع ۱۴)

آید وگرنہ او را چہ فکر باشد درین خواب، بعد از آنکہ بیدار شود در فکر آید،
آنکہ بانگ بر دو نوع باشد، اگر بانگ کنندہ بالای او باشد، موجب زیادتی فکر باشد، زیرا منبہ او صاحب علم باشد و او را بیداری باشد، آگہی چون او را بیدار کرد از غفلت، از علم خودش آگاہ کند، و آنجاش کشد، پس فکر او بالا گیرد چون او را از جای بلند آواز داوند، اما اگر بعکس باشد، کہ منبہ تحت آن باشد در عقل چون او را بیدار کند او را نظر بزیر افتد، چون بیدار کنندہ اسفل ست لابد او را نظر باسفل افتد، و فکر او بعالم سفلی بود

فصل

این کسانی کہ تحصیلہا کردہ اند و در تحصیل اند می پندارند کہ اگر اینجا ملازمت کنند علم را فراموش کنند، بلکہ چون اینجا آیند علمہا شان ہمہ جان گیرد، علمہا ہمہ نقشند، چون جان گیرند ہمچنان باشد کہ قالب مردہ جان پذیرفتہ باشد، اصل این ہمہ علمہا از آنجاست، از عالم بی حرف وصوت نقل گردد،
وکلّم اللہ موسیٰ تکلیما[1] حق تعالیٰ بموسیٰ سخن بحرف وصوت نگفت زیرا حرف را کام ولب می باید تا ظاہر شود حق تعالیٰ وتقدس منزہ از لب ودہان پس انبیاء را در عالم بی حرف صوت گفت وشنود ست باحق کہ اوہام این عقول جزوی آنجا نرسند ونتوانند پے بردن اما از عالم بی حرفی در عالم حرف در می آیند، وطفل می شوند برای این طفلان کہ بُعثتُ معلّماً[2]، اکنون اگرچہ این جماعت کہ در حرف وصوت ماندہ اند باحوال او نرسند اما از و قوت گیرند ونشو ونما یابند وباوے بیارامند، ہمچنانک طفل

[1] "اور خدا نے موسیٰ سے کلام کیا،" (النساء ع ۲۳) [2] "میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں"

اگرچه مادر را نمی شناسد تفصیل، اما بوئی می آرامد و قوت می گیرد همچنانکه میوه بر شاخ می آرامد، و شیرین می شود، و از درخت خبر ندارد، همچنان از آن بزرگ می شود، و از حرف و صوت او اگرچه او را ندانند و بوی نرسند، اما از و قوت گیرند و پرورده شوند در جمله نقوش این هست که ورای عقل و حرف و صوت چیزی و عالمی هست عظیم،

نه بینی که همه خلق میل کند بدیوانگان و بزیارت ایشان می روند، و گویند باشد که این آن باشد، راستست، چنین چیزے هست، اما محل را غلط کرده اند، آن چیز در عقل نگنجد، اما نه هرچه که در عقل نگنجد آن باشد، کل جوز مدور و لیس کل مدور جوز، نشانش آن باشد که گفتیم که اگرچه او را حالتی باشد که در گفت و ضبط نیاید اما از وی عقل و جان قوت گیرد و پرورده شود درین دیوانگان که اینها گرد او می گردند این معنی نیست و از خویشتن نمی گردند، و با او آرام نمی گیرند اگرچه می پندارند که آرام گرفته اند آنرا آرام نگوئیم همچون که طفلی از مادر جدا شده لحظهٔ با دیگری آرام یافت آن را آرام نگوئیم زیرا غلط کرده است،

طبیبان می گویند هرچه مزاج را خوش آید و مشتهای اوست او را قوت دهد، و خون او را صافی گرداند، اما وقتی که بی علتش خوش می آید تقدیراً اگر گل خواری را گل خوش می آید، آن را نگوئیم مصلح مزاجست، اگرچه خوشش می آید، و همچنین صفرائی را ترشی خوش می آید و شکر ناخوش، آن خوشی را اعتبار نیست زیرا بنا بر علتست، خوشی آنست که اوّل پیش از علت او را خوش می آید، مثلاً دست یکی را بریده اند، یا شکسته اند، و آویخته است جراح آن را راست می کند و بر جائے اوّل می نشاند او را آن خوش نمی آید و درد میکند جراح می گوید ترا اوّل آن خوش می آید که دست راست بود، و بآن آسوده بودی،

وچون کثر می کرد ندمتالم می شدی و می رنجیدی، این ساعت ترا اگر آن کثر خوشش می آید، این خوشی دروغست، این را اعتبار نباشد ہچنان ارواح را در عالم قدس خوشی بود از ذکر حق و استغراق در حق بود ہچون ملائکه، اگر ایشان بواسطۂ اجسام معلول شدند، وگل خوردن شان خوش می آید، نبی وولی که طبیب است می گوید، که ترا این خوشی دروغ است، ترا خوش چیزی دیگر می آید، آنرا فراموش کردۂ، خوشی مزاج اصلی صحیح تو آنست، که اوّل ترا خوش می آمد این علتِ تراخوش می آید، تو می پنداری که ترا خوش می آید،

عارفی پیش نحوی نشسته بود نحوی گفت سخن ازین سه بیرون نیست یا اسم یا فعل یا حرف است عارف جامه بدرید که، واویلتاه بیست ساله عمر من وسعی وطلب من بباد رفت که معلوم گردد که بیرون ازین سخن دیگرهست، مجاهده ها کردم تو امید مرا ضائع کردی، هرچند که آن عارف بآن سخن ومقصود رسیده بود الا نحوی را باین طریق تنبیه می کرد،

آورده اند که حسن وحسین رضی الله عنهما شخصی را دیدند در وقت طفلی که وضو کثر می کرد ونامشروع، خواستند که بطریق احسن اورا وضو تعلیم دهند پیش او رفتند که این مرا می گوید که تو وضوی کثر می سازی هر دو پیش تو وضو بسازیم بنگر از هر دو کدام راستست ومشروعست هر دو پیش او وضو ساختند گفت ای فرزندان وضوی شما سخت راستست ونیکوست وضوی من مسکین کثر بوده است،

چندانکه مهمان بیش شود خانه را بزرگتر کنند، وآرایش بیشتر شود، وطعام بیش سازند، نمی بینی طفلک را چون قدک او کوچک است، اندیشه او نیز که مهمانست لائق خانۂ قالب اوست، غیر شیر ودایه نمی داند، وچون بزرگتر شد مهمانان اندیشهای او فزون شوند

از عقل و ادراک و تمیز وغیره خانه بزرگتر گردد،

وچون مهمان عشق آید درخانه نگنجد، خانه را ویران کند، و از نو عمارتها سازد و پردهای پادشاهانه بر دابر و او و لشکرها و حشم او درخانه نگنجد و آن پردها لائق این درها باشد آنچنان حشم بی حدرا مقام بی حدمی باید و ان پردهارا چو برآویزند، همه روشنائیها دهند، و حجابها برخیزند، و پنهانها آشکاره گردند، بخلاف پردهای این عالم که حجاب می افزایند، این پردها بعکس آن پردهاست

انی لاشکو خطوبالا اعینها لیجهل الناس عن عذری وعن عذلی

کما الشمع یبکی ولا یدری اعبرته امن صحبة النار ام من فرقة العسل

شخصی گفت این را قاضی ابو منصور هروی گفته است، گفت آنچه قاضی منصور گوید پوشیده و تردد آمیز و متلون باشد اما منصور بر نتافت، پیدا و فاش گفت همه عالم اسیر قضااند، و قضا اسیر شاهد، و شاهد پیدا کند پنهان ندارد،

گفت صفحه از سخنان قاضی بخوان، بخواند بعد از آن فرمود که خدارا بندگانند که چون زنی را در چادر ببینند، حکم کنند که نقاب بردار تا روی ترا ببینیم، که چه کسی وچه چیزی که چون تو پوشیده بگذری و ترا ببینیم، مرا تشویش خواهد بودن، که که بود و چه کس بود، من آن نیستم که اگر روی ترا ببینیم، بر تو فتنه شوم و بسته تو شوم، مرا خدا دیرست که از شما پاک و فارغ کرده است، از آن ایمنم که اگر شما را ببینیم مرا تشویش شود الا اگر نبینیم در تشویش باشم که چه کس بود بخلاف طائفه دیگر که اهل نفس اند ایشان اگر روی شاهدان را باز ببینند فتنه ایشان شوند، و مشوش گردند پس در حق ایشان آن به که روی باز نکنند تا از فتنه برهند،

شخصے گفت در خوارزم کسی عاشق نشود کانجا شاہدان بسیار اند چون شاہدی بینند
و دل در وبندند، بعد از ان از وبہتری بینند، آن بر دلِ شان سرد شود فرمود کہ بر
شاہدان خوارزم اگر نتوان عاشق شد، آخر بر خوارزم عاشق باید شدن کہ در و شاہدان
بی حد اند آن خوارزم فقر ست کہ در و شاہدان معنوی بسیار اند و صورتہای روحانی بیحد
کہ بہر چہ فرود آئی و قرار گیری، دیگرے روی نماید کہ اولین فراموش شود الی
مالانہایۃ پس بر نفس فقر عاشق شویم کہ در وچنین شاہد انند،

فصل

سیف الدین البخاری راح الی مصر کل واحدٍ یحب مرأۃ انما یعشق مرأۃ لصفا
وفی انہ لا وھو لا یعرف حقیقۃ وجہہ انما یحسب برقعۃ وجھا والمرأۃ برقعۃ والوجہ
مرأۃ واکشف انت وجھک تجدنی مرأۃ لوجھک انی انا مرأۃ واثبت لدیک
قال تحقق عندی ان الانبیاء والاولیاء علی ظنٍّ باطلٍ وما ثمۃ شیٔ سوی ادعاء
قال اتقول ھذا اجزافا ام تری فتقول فان کنت تری وتقول فقد حققت
الرویۃ فی الوجود، وھذا اعز الاشیاء عندک فی الوجود، وصدق الانبیا
لانھم ما ادعوا الا الرؤیۃ وقد اقررت بہ انت،

ثم الرویۃ لا تتم الا بمرئی لان الرؤیۃ من افعال متعدیات لا بد للرویۃ
من مرئی ورائی و انما المرئی فمطلوب، واما الرائی فطالب، او علی العکس فقد
ثبت بانکارک الطالب والمطلوب، الرؤیۃ فی الموجود، فیکون الالوھیۃ والمعبودیۃ
قضیتین فی نفیھا واثباتھا، فکانت واجبۃ الثبوت البتۃ،

قیل اولئك الجماعة مریدون لذلك المغفل ویعظمونه، قلت لا یکون ذلك
الشیخ المغفل ادنیٰ من الحجر والوثن ولعبادهما تعظیم تفخیم ورجاء وشوق وسوال
وحاجات وبکاء ماعند الحجر من هذه من شئ ولا خبر ولا حس ثم قد جعلها الله تعالیٰ سببا
لما فهم من الصدق وما عندهما جزاء ذلك، فقیه کان یضرب صبیا فقیل له لا یش تضربه
وماذنبه قال اما انتم تعرفون، هذا ولد الزنا فاعل صانع قبل الیش یعمل وقت الیش قال
یضرب وقت الانزال یعنی عند التخمیش یضرب خیاله فیبطل علی الانزال، ولا شك ان
عشقه کان یمنع خیاله، وکان للصبی خبر من ذلك فکذلك عشق هولاء مع خیال
هذا الشیخ البطال وهو غافل عن هجرهم ووصالهم وحالهم ولو کان العشق مع الخیال الغالط
المخطی موجبا للوجد لکنه لا یکون مثل المعاشقة مع معشوق حقیقی خبیر بصیر بحال عاشقه
کالذی یعانق فی ظلمة اللیل اسطوانة حسبانا بانه انه معشوق ویبکی ویشکی لا یکون فی
اللذة شبیها بمن یعانق حبیبهُ اللطیف الخبیر)

فصل

هر کسی چون عزم جائی وسفری می کند او را اندیشه معقول روی نماید که اگر آنجا روم
مصلحتها و کارهای بسیار میسر می شود، و احوال من نظام گیرد، و دوستان شاد شوند، و
بر دشمنان غالب آیم او را پیش نهاد نیست، و مقصود حق خود چیزے دیگر چندین تدبیرها
کرد و بیرون شوها اندیشید یکی میسر نشود بر وفق مراد او، و مع هذا بر تدبیر و اختیار خود اعتماد
می کند، بیت

تدبیر کند بنده و تقدیر نداند ۔ تدبیر به تقدیر خداوند چه ماند

و مثال این چنان باشد که شخصی در خواب می بیند که بشهر غریب افتاد، و در آنجا هیچ آشنائی ندارد، سرگردان می گردد، نه کس او را می شناسد، نه او کسے را، این مرد پشیمان میشود و غصه و حسرت می خورد که من چرا درین شهر آمدم که آشنائی ندارم، و دست بر دست می زند، و لب می خاید، چون بیدار شود، نه شهر بیند و نه مردم، معلومش گردد که آن غصه و تاسف بے فائده بود، پشیمان گردد از آن حال، و آن را ضایع داند، باز باری دیگر چون در خواب رود خویشتن را اتفاقاً در چنان شهرے بیند، غم و غصه خوردن آغاز کند، و پشیمان شود از آمدن در چنان شهر، هیچ نیندیشد که من در بیداری ازین غم خوردن متندم بودم، و می دانستم که ضایع بود، و خواب بود و بے فائده، اکنون همچنین است خلقان صد هزار بار دیده اند که عزم و تدبیر ایشان باطل شد، و هیچ کار بر مراد ایشان پیش نرفت، الا حق تعالی انسیانی بر ایشان می گمارد، که آن جمله را فراموش می کنند، و تابع اندیشه و اختیار خود می گردند، ان الله یحول بین المرء و قلبه،

ابراهیم ادهمؒ در وقت پادشاهی بشکار رفته بود، در پے آهوی تاخت، تا چندانک بکلی از لشکر جدا گشت، و دور افتاد، و اسپ در عرق غرق شده، او هنوز می تاخت در آن بیابان چون از حد گذشت، آهو بسخن در آمد، و روی باز پس کرد که ما خلقت لهذا، ترا برائے این نه آفریده اند و از عدم جهت این بوجود نیاورده اند، که مرا شکار کنی خود مرا صید کردی گیر تا چه شود، ابراهیم چون این را بشنید نعره زد و از اسپ خود را انداخت، هیچ کس در آن صحرا نبود غیر شبانے با دلابه کرد و جامهٔ پادشاهانه مرصع و سلاح و اسپ خود را بدو داد که آن نمد خود بمن ده و به هیچ کس مگو و کس را از احوال من نشان مده آن نمد را در پوشیده راه گرفت، اکنون غرض او را ببین که چه بود او خواست که آهو را صید کند، حق تعالی او را

با آہو صید کرد تا بدانی کہ در ہمہ عالم آن واقع شود کہ حق خواہد،
عمر رضی اللہ عنہ پیش از اسلام بخانہ خواہر خود در آمد خواہرش قرآن می خواند طٰہٰ ما انزلنا
با آواز بلند چون برادر را دید پنہان گرد خاموش شد عمرؓ شمشیر برہنہ کرد کہ البتہ بگو کہ چہ می
خواندی و چرا پنہان گردی و الا این دم گردنت را ببرم، ہیچ امان نیست خواہرش عظیم ترسید
خشم و مہابت او را می دانست از بیم جان مقر شد گفت ازین کلام می خواندم کہ حق تعالیٰ درین
زمان محمدؐ فرستاد گفت بخوان تا بشنوم طٰہٰ را فرو خواند عمرؓ عظیم خشمگین شد غضبش صد چندان
گشت گفت اگر ترا این ساعت بکشتم زبون کسے باشد اوّل بروم سر او را ببرم آنگاہ بکار تو
پردازم ہمچنان از غایت غضب با شمشیر برہنہ روی بمسجد مصطفیٰؐ نہاد در راہ چون صنادید
قریش او را دیدند گفتند ہان عمرؓ قصد محمدؐ دارد اگر کاری خواہد آمدن ازین بیاید زیرا عمرؓ قوت
و رجولیت عظیم بود بہر لشکرے کہ روی نہادہ البتہ غالب گشتی بجدے کہ مصطفےٰ علیہ السلام
ہمیشہ می فرمود کہ خداوندا دین عمر العمر نصرت دہ یا ابوجہل زیرا این دو بعہد خود مشتہا بودند
و آخر چون مسلمان گشت ہمیشہ عمرؓ می گریستی و می گفتی یا رسول اللہؐ وای برمن اگر ابوجہل
را مقدم می داشتی و می گفتی کہ خداوندا ابوجہل نصرت و قوت دہ یا بہ عمرؓ حال من
چہ بودی در ضلالت می ماندمی، فی الجملہ در راہ شمشیر برہنہ روی بمسجد رسول نہاد
و در آن میان جبرئیل وحی آورد کہ یا رسول اللہؐ اینک عمرؓ می آید تا روی باسلام آرد
در کنارش گیر ہمین کہ عمرؓ در مسجد در آمد معین دید کہ تیری از نور برید از مصطفےٰ و در دلش
نشست نعرہ زد و بے ہوش افتاد مہری و عشقی در جانش پدید آمد و می خواست کہ در
پیش مصطفےٰ بگدازد، از غایت محبت و محو گردد گفت یا نبی اللہ ایمان عرض فرما و آن
کلمۂ مبارک بگو تا بشنوم چون مسلمان شد گفت اکنون بعد از ان کہ شمشیر برہنہ بقصد تو

آدم و بکفارت آن بعد ازین از حق که نقصانی در حق تو بشنوم فی الحال امانش ندهم و بدین شمشیر سرش را ببرم از مسجد رفت، ناگاه پدرش پیش آمد که دین گردانیدی، فی الحال سرش از تن جدا کرد، و شمشیر خون آلود در دست می رفت، صنادید قریش شمشیر خون آلود دیدند، گفتند آخر وعده کرده بودی، که سر آورم سر کو گفت اینک سر گفتند این سر را ازین جا بردی گفت این سر آن سر نیست اکنون بنگر قصد عمر چه بود و حق تعالی را مراد چه بود، تا بدانی که کارها همه آن شود که او خواهد،

شمشیر بکف عمرؓ در قصد رسولؐ آید

در دام خدا افتد و ز بخت نظر یابد،

اکنون اگر شما را نیز گویند که چه آوردید بگوئید سر آوردیم و اگر گویند که ما این سر را دیده بودیم گوئید نے این سر آن سر نیست، سر آنست که در آن سرّے باشد، و اگر نه هزار سر بپولی نیرزد،

این آیت بخواند که واذ جعلنا البیت مثابة للنّاس وامنا واتخذ وامن مقام ابراهیم مصلّی[۱] ابراهیم صلوة اللّٰه علیه گفت خداوندا چون مرا خلعت رضای خویشتن مشرف گردانیدی ذریات مرا نیز این کرامت روزی گردان، حق تعالی فرمود لاینال عهدی الظالمین[۲] یعنی آنها که ظالم باشند ایشان لایق خلعت و کرامت من نیستند، چون ابراهیمؑ دانست که حق را با ظالمان و طاغیان عنایت نیست، گفت که خداوندا آنها که ایمان آورده اند و ظالم نیستند ایشان را از رزق خویشتن بانصیب گردان، و از ایشان دریغ مدار،

[۱] جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن کی جگہ ٹھہرایا اور حکم دیا کہ ابراہیم کے کھڑے ہونیکی جگہ کینماز کی جگہ بناؤ، (بقرہ ع ۱۵) [۲] ،،میرا اقرار ظالموں کے لئے نہیں،، (بقرہ ع ۱۵)

حق تعالی فرمود رزق عام است همه را نصیب باشد، و ازین مهمان خانه کل، لائق منتفع شوند الا خلعت رضا و قبول و تشریف کرامت قسمت خاصان است و برگزیدگان،

اهل ظاهر گویند که غرض از بیت کعبه است، که هر که دروی گریزد از آفات ایمن باشد و در آنجا صید حرام باشد، و کس نشاید ایذا رسانیدن و حق تعالی آن را برگزیده است، این راست است، و خوب است، الا این ظاهر قرآن است محققان می گویند که غرض از بیت درون آدمیت یعنی خداوندا باطن را از وسواس و مشاغل نفسانی خالی گردان، و از سودا و فکرهای فاسد و باطل پاک کن تا هیچ در دخوفی نماند و امن ظاهر گردد، بکلی محل وحی تو باشد دیو و سواس را در آن راه نباشد، همچنان که حق تعالی بر آسمان شهب گماشته است تا شیاطین رجیم را مانع می شوند از استماع اسرار ملائکه تا هیچ کسے را احوال ایشان وقوف نیابد و ایشان از آفت ها دور باشند یعنی خداوندا تو نیز پاسبان عنایت خود را بر درون ما گماشته وار تا وسواس شیاطین و مکرهای نفس و هوا را از ما دور دارند، این قول اهل باطن و محققان ست هر کسی از جای خود می جنبد،

قرآن دیبای دو روئیه است بعضے ازین روی بهره می یابند، و بعد از آن روی دیگر در را است است، چون حق تعالی می خواهد که هر دو قوم از و مستفید شوند، همچنانک زنے را شوهری است، و فرزندی شیرخواره و هر دو را از وحظے دیگر ست طفل را لذت پستان و شیر، و شوهری را لذت جفتی، خلایق طفلان راه اند از قرآن لذت ظاهر یابند، الا آنها که رجال اند و کمال یافته ایشان در معانی قرآن تفرجی دیگر دارند، و فهمی دیگر،

مقام و مصلای ابراهیم در حوالی کعبه جائیست که اهل ظاهر می گویند آنجا دو رکعت نماز باید کردن این خوب ست، ای والله الا مقام ابراهیم پیش محققان آنست که ابراهیم وار خود

را در آتش اندازی از بہر حق و خود در ابدین مقام رسانی بجہد و سعی در راہ حق یا نزدیک این مقام کہ او جہت حق خود را فدا کرد یعنی نفس را پیش او خطر نماند و بر خود نہ لرزید در مقام ابراہیم دو رکعت نماز خوب است الا چنان نمازی کہ قیامش درین عالم باشد و رکوعش در آن عالم مقصود از کعبہ دل انبیاءؑ و اولیاؒ است کہ محل وحی حق استؐ و این کعبہ فرع آنست اگر دل نباشد کعبہ بچہ کار آید، انبیاءؑ و اولیاؒ بکلی مراد خود ترک کردہ اند و تابع مراد حقند تا ہر چہ او فرماید آن کنند، با ہر کہ او را عنایت نباشد، اگرچہ پدر و مادر بود از وی بیزار شوند و در دیدۂ ایشان دشمن نمایدؐ

دادیم بدست تو عنان دل خویش تا ہر چہ تو گوئی بجز آن گویم سوخت

ہر چہ می گوئیم مثالست مثل نیست، مثل دیگرست و مثال دیگر حق تعالیٰ نور خود را مصباح تشبیہ فرمود جہت مثال، و وجود اولیا را بزجاجہ، این جہت مثال است، نور او در کون و مکان نگنجد، در زجاجہ و مصباح کی گنجد؟ مشارق انوار حق جل جلالہ در دل کی گنجد الا چون طالب آن باشی آنرا در دل یابی، نہ از روی ظرفیت کہ آن نور در آنجاست، بل آنرا از آنجا یابی ہمچنانک نقش خود را در آئینہ یابی، مع ہذا النقش تو در آئینہ نیست، الا چون در آئینہ نظر کنی خود را ببینی، چیزہای کہ آنرا نامعقول نماید، چون آنرا مثال بگویند معقول می شود، و چون معقول گردد محسوس شود، ہمچنانکہ بگوئی چون یکی چشم بہم می نہد چیزہای عجب می بیند و صور و اشکال محسوس مشاہدہ می کند، و چشم چون می کشاید ہیچ نمی بیند، این را ہیچ کس معقول نداند، و باور نکند، الا چون مثال بگوئی معلوم شود، و این چون باشد، ہمچون کسی کہ در خواب صد ہزار چیزہا می بیند کہ در بیداری از آن ممکن نیست کہ یک چیز بیند، و ہمچنین مہندسی کہ در باطن

لہ مثنوی دفتر اول عنوان دل نہادن مرد عرب بر التماس دلبر، الخ

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است من نگنجم ہیچ در بالا و پست

در زمین و آسمان و عرش نیز من نگنجم این یقین دان اے عزیز

در دل مومن بگنجم اے عجب گر مرا جوئی در آن دلہا طلب

لہ اس مقام پر تینوں ہندی نسخہ ختم ہو جاتے ہیں، بجز ایک مختصر عبارت کے جو بالکل آخر میں ملے گی،

تصور خانه کرد، و عرض و طول و شکل آن کس را معقول نماید، اما چون صورت آنرا بر کاغذ نگارد، ظاهر شود و چون معین کند کیفیت آن معقول گردد، و بعد از آن چون معقول شود خانه را بنا کند بر آن نسق محسوس شود، پس معلوم شد که جمله نامعقولات بمثال معقول و محسوس گردد، و همچنین می گویند که در آن عالم نامها پرّان شود، بعضے بدست راست بعضے بدست چپ، و ملائکه و حشر و نار و جنت باشد، و میزان و حساب و کتاب و هیچ معلوم نه شود تا این را مثال نگویند اگرچه آنرا درین عالم مثال نبود الامثال معین گردد،

و مثال آن درین عالم آنست که شب همه خلق می خسپند، از کفشگر و پادشاه و قاضی و خیاط و غیرهم، اندیشها از ایشان می پرد، و هیچ کس را اندیشه نمی ماند، باز چون سپیدهٔ صبح همچون نفخهٔ صور اسرافیل وارد ردند، ذرات اجسام ایشان را زنده گرداند، اندیشهٔ هر یکی چون نامهٔ پران سوی هر کس می آید هیچ غلط نمی شود، اندیشهٔ خیاط سوی خیاط، آهنگر سوی آهنگر، و اندیشهٔ فقیه سوی فقیه، اندیشهٔ ظالم سوی ظالم، اندیشهٔ عادل سوی عادل، هیچ درزی خفت و بامداد کفشگر برخاست نے زیرا که عمل و مشغولی او آن بود، تا بدانی که در آن عالم نیز همچنان باشد این محال نیست، و درین عالم واقع است، پس اگر کسی خدمت کند، و بر سر رشته رسد جمله احوال آن عالم را درین دنیا مشاهده کند، و برو مکشوف شود، تا بداند که در قدرت حق همه می گنجد، بسا استخوان ها در گور بینی، بوسیده الا متعلق راحتے باشد خوش و سرمست خفته و از آن لذت مستی باخبر، آخر این گزاف نیست که گویند "خاک بر وی خوش باد" پس اگر خاک را از خوشی خبر نبودی کے گفتندے،

صد سال بقا آن بتِ مهوش باد تیرِ غم او را دل من ترکش باد

برخاک درش بمرد خوش خوش دل من — یارب که دعا کرد که خاکش خوش باش

مثال این در آن عالم محسوس واقعست، همچنانکه دو کس در یک بستر خفته اند، یکی خود را میان خوبان و گلستان و بهشت می بیند، و یکی خود را میان ماران و زبانهٔ دوزخ می بیند اگر باز کاوی، نه این بینی، نه آن بینی. پس چه عجب که اجزای بعضی در گور در لذت و راحت و مستی باشند، و بعضی در الم و محنت، و هیچ نه این بینی نه آن. پس معلوم شد که نامعقول بمثال معقول شود، و مثال مُثِل نماند، همچنانکه عارف کشادو خوشی و بسط را نام بهار کرده است و قبض و غم را خزان، چه ماند خوشی به بهار یا غم بخزان از روی صورت الا این مثالست که بی این عقل آن معنی را تصور و ادراک نتوان کردن همچنانکه حق تعالیٰ می فرماید، ما یستوی الظلمات و لا النور و لا الظل و لا الحرور[1] ایمان را بنور نسبت کرد و کفر را بظلمت یا ایمان را بسایهٔ خوش نسبت فرمود و کفر را بآفتاب سوزان بی امان که مغز را جوش آرد و چه ماند روشنی و لطف ایمان بنور این جهان یا ظلمت و کفر بتاریکی این عالم،

اگر کسی در وقت سخن گفتن ما می خسپد این خواب از غفلت نباشد بلکه از امن بود همچنانکه کاروانی در راه صعب مخوف در شب تاریک می رود و می رانند از بیم تا مبادا که از دشمنان آفتی رسد همین که آواز سگ و خروس بگوش ایشان رسیده و بدیه آمدند فارغ گشتند و پا کشیدند، و خوش خفتند، در راه هیچ آواز و غلغله نبود، از خوف خوابشان نمی آمد، و در دیه بوجود امن با آن همه غلغلهٔ سگان و خروش خروس فارغ و خوش در خواب می شوند سخن ما نیز از آبادانی و امن می آید، و حدیث انبیا و اولیاست ارواح چون سخن آشنایان

---

[1] "تاریکی اور روشنی نہیں برابر ہو سکتی اور نہ سایہ اور آفتاب"، قرآن پاک کی اصل عبارت یوں ہے، ما یستوی الاعمی والبصیر و لا الظلمات و لا النور و لا الظل و لا الحرور (فاطر، رکوع ۳)

می شنوند، ایمن می شوند و از خوف خلاص می یابند، زیرا از ین سخن بوی امید و دولت می آید، ہمچنانکہ کسی در شب تاریک با کاروانی ہمراہست از غایت خوف ہر لحظہ می پندارد و حرامیان با کاروان آمیختہ شدہ اند، می خواہد تا سخن ہمراہان بشنود و ایشان را بسخن بشناسد چون سخن ایشان بشنود ایمن می شود،

قل یا محمدؐ اقرأ تو بگو زیرا ذات تو لطیفست نظرہا آنجا نمی رسد چون سخن میگوئی در می یابند کہ تو آشنائی ارواح این می شوند و می آسایند،

لو لا مخاطبتی ایاك لم ترنی　　کفی بجسمی نحولا اننی رجل

در کشت زار جانورکیست کہ از غایت خوردگی در نظر نمی آید چون بانگ کند او را می بینند بواسطہ بانگ یعنی خلایق در کشت زار دنیا مستغرق اند و ذات تو از غایت لطف در نظر نمی آید سخن بگو تا ترا بشناسند،

چون تو خواہی کہ جای روی اوّل دل تو می رود، و می بیند، بر احوال آن مطلع می شود آنگہ دل باز می گردد، و بدن را می کشاند، اکنون این جملہ خلایق نسبت با نبیا و اولیا اجسام اند، دلِ عالم ایشانند، اول ایشان در آن عالم سیر کردند، و از بشریت برون آمدند، و تحت و فوق آن عالم را مطالعہ کردند، و قطع منازل کردند تا معلوم شان شد کہ راہ چون می باید رفتن آنگہ آمدند، و خلایق را دعوت می کنند کہ بیائید بدان عالم اصلی کہ این عالم خرابہ ایست، و سرای فانیست، و ما جائی خوشی یافتیم، شمارا خبر می کنیم، پس معلوم شد کہ دل فی جمیع الاحوال ملازم دلدار است، و او را حاجت قطع منازل و خوف راہزن و پالان و اشتر نیست تن مسکین است کہ مقید اینہاست، شعر،

با دل گفتم کہ ای دل از نادانی محروم ز خدمتِ کئی می دانی

دل گفت مرا بحت غلط می خوانی من لازم خدمتم تو سر گردانی

ہر جا کہ باشی و در ہر حال کہ باشی جہد کن تا محب و عاشق باشی و چون محبت ملک تو شد ہمیشہ محب باشی، در گور و در حشر و در بہشت، الی مالانہایہ، چون گندم کاشتی قطعاً گندم روید، و در انبار ہمان گندم باشد، و در تنور ہمان گندم باشد، مجنون خواست تا پیش لیلیٰ نامہ نویسد، قلم در دست گرفت،

خیالک فی عینی واسمک فی فمی وذکرک فی قلبی الی این اکتب

پس چون خیال تو مقیم چشمست و نام تو بر زبان و ذکر تو در صمیم جان پس نامہ پیش تو کجا نویسم چون در این محلہا می گردی قلم بشکست و کاغذ بدرید،

بسیار کس باشد کہ دلش ازین سخن پر باشد، الا بعبارات و الفاظ نتوان آوردن اگرچہ عاشق و طالب و نیازمند این باشد، عجب نیست و این معنی عشق بنا شد، بلکہ خود اصل دلست و نیاز و عشق، ہمچنانک طفل عاشق شیرست، و از آن مدد می یابد، و قوت می گیرد، مع ہذا نتواند شرح شیر کردن وحد آن را گفتن، و در عبارت آوردن کہ من از خوردن شیر چہ لذت می یابم و بنا خوردن آن چگونہ متالم و ضعیف می شوم، اگرچہ جانش خواہان و عاشق شیرست و بالغ اگرچہ بہزار گونہ شیر را شرح دہد اما او را از شیر ہیچ لذت بنا شد و از آن حظ ندارد،

فصل

نام آن جوان چیست سیف الدین فرمو سیف در غلافست نمی توان دیدن

سیف او باشد کہ برای دین جہاد کند و کوشش او کلی برای حق باشد و صواب را از خطا پیدا کند و حق را از باطل تمیز کند الا جنگ اوّل با خویشتن کند و اخلاق خود را مہذب گرداند ابدأ بنفسک و ہمہ نصیحتہا با خویشتن گوید،

آخر تو نیز آدمی دست و پا و سر داری و گوش و ہوش و چشم و دہان، انبیاءؑ و اولیاءؒ نیز کہ دولتہا یافتند و بمقصود رسیدند ایشان نیز بشر بودند و چون ما اجزا و اعضا داشتند چہ معنی کہ ایشان را راہ می دہند و در می کشایند، و مرا نی گوش خود را بمالد و شب و روز با خود جنگ کند کہ توجہ کردی و از توجہ حرکت صادر شد کہ مقبول نمی شوی تا سیف الدین و لسان الحق باشی مثلاً دہ کس خواہند کہ در خانہ روند نہ کس راہ می یابند و یک کس برون می ماند و راہش نمی دہند قطعاً این کس با خویشتن بیند یشید و زاری کند کہ عجب من چہ کردم کہ مرا اندرون نگذاشتند، و از من چہ بی ادبی آمد باید کہ گناہ بر خود نہد و خویشتن را مقصر و بی ادب شناسد نہ چنانک گوید این را بمن حق می کند من چہ کنم خواست او چنین است اگر بخواستی راہ دادی کہ این بکنایت دشنام باشد حق را و شمشیر زدن ناحق باین معنی سیف علی الحق باشد نہ سیف اللہ حق تعالیٰ منزہ است از خویش و اقربا۔ لم یلد و لم یولدؕ ۱؎

ہیچ کسی سوی او راہ نیافت الا بہ بندگی اللہ الغنی و انتم الفقراء ۲؎ ممکن نیست کہ بگوئی آنکس را کہ بحق راہ یافت او از من خویش تر بود و از من آشنا تر بود و او متعلق تر بود پس قربت باو میسر نشود الا بہ بندگی او معطی علی الاطلاق است دامن دریا پر گوہر گرداند، خار را خلعت گل پوشانید و مشتی خاک را حیات و روح بخشید بی غرضی و سابقہ و ہمہ اجزای

۱؎ "نہ کوئی اس کی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے،" (اخلاص)

۲؎ "اللہ بے نیاز ہے، اور تم محتاج ہو،" (سورہ محمد، ع ۴)

عالم از و نصیب دارند کسی چون بشنود که در فلان شهر کریمی هست که عظیم بخششها و احسان
می کند بدین امید البته آنجا رود تا از و بهره مند گردد پس چون انعام حق چنین مشهور است
و همه عالم از لطف او باخبر اند چرا از و گدائی نکنی و طمع خلعت و صله نداری که کاهل وار بنشینی
که اگر او خواهد مرا بدهد و هیچ تقاضا نکنی سگ که عقل و ادراک ندارد چون گرسنه شود و
نانش نباشد پیش تو می آید و دمک می جنباند یعنی مرا نان ده که مرا نان نیست و ترا هست آن قدر تمیز
دارد آخر تو کم از سگ نیستی که او بآن قدر راضی نمی شود که در خاکستر بخسپد و گوید که اگر خواهد
مرا خود نان دهد لابه می کند و دم می جنباند تو نیز دم بجنبان و از حق بخواه و گدائی کن
که پیش چنین معطی گدائی کردن عظیم مطلوب است چون بخت نداری از کسی بخت خواه
که او صاحب دولت است،

حق عظیم نزدیک است بتو هر فکری و تصوری که می کنی او ملازم آنست، زیرا
آن تصور و اندیشه را او هست می کند، و برابر تو می دارد، الا او را از غایت نزدیکی نمی
توانی دیدن، و چه عجبست که هر کاری که می کنی عقل تو با آنست، و در آن کار شروع
داری و هیچ عقل را نمی توانی دیدن، اگرچه باثر می بینی الا ذاتش را نمی توانی دیدن،
مثلاً کسی در حمام رفت گرم شد هر جا که می گردد آتش با اوست و از تاثیر تاب آتش
گرمی یابد الا آتش را نمی بیند و چون بیرون آید و آتش معین بیند بداند که از آتش گرم شده
و معلوم گردد که تاب حمام هم از آتش بود، و خود آدمی نیز حمامی شگرفست، در او تابش عقل
و روح و نفس همه هست، الا چون از حمام بیرون آئی و بدان جهان روی معین ذات عقل
را ببینی و ذات نفس و ذات روح را مشاهده کنی و بدانی که آن زیرکی و ادراک و تابش
عقل بوده است معین و آن تدبیر و حیل از نفس بود و حیوة اثر روح بود معین ذات

ہر یک را بینی الا مادام کہ در حمامے آتش را محسوس نتوانی دیدن اِلّا باثر توان دیدن یا ہمچنان کہ کسی ہر گز آب روان ندیدہ است او را چشم بستہ در آب انداختند چیزی نرم نرم بر جسم او می زند الا نمی داند کہ آن چیست الا چون چشمش بگشاید بداند معین کہ آن آب بود اوّل باثر می دانست این ساعت ذاتش را می بیند پس گدائی از حق کن و حاجت از وخواہ کہ ہیچ ضایع نہ شود کہ ادعونی استجب لکم[1]،

در سمرقند بودیم خوارزم شاہ سمرقند را در حصار گرفتہ بود و لشکر کشیدہ جنگ می کرد و در آن محلہ دختری بود صاحب جمال چنانک در آن شہر او را نظیر نبود ہر لحظہ می شنیدند خداوندا تو کی روا داری کہ مرا بدست ظالمان دہی و می دانم کہ ہر گز روا نداری و بر تو اعتماد دارم چون شہر را غارت کردند ہمہ خلق را اسیر می بردند و کنیزکان آن دختر را اسیر می بردند ہیچ با او المی نرسید و در غایت حسن کس او را التفات نمی کرد و نظر نمی کرد تا بدانی کہ ہر کہ خود را بحق سپرد از آفتہا ایمن گشت و بسلامت ماند و حاجت ہیچ کس در حضرت او ضایع نشد،

درویشی فرزند خود را آموختہ بود کہ ہر چہ می خواست پدرش گفتی کہ از خدا خواہ او چون می گریست و آنرا از خدا می خواست حاضر می شد تا بر این سالہا بر آمد روزی کودک در خانہ تنہا ماندہ بود ہریسہ اش آرزو کرد بر عادت معہود گفت ہریسہ خواہم ناگاہ کاسہ ہریسہ از غیب حاضر شد، سیر بخورد پدر و مادر چون بیامدند گفتند چیزی نمی خواہی گفت آخر ہریسہ خواستم و خوردم پدرش گفت الحمد للہ کہ بدین مقام رسیدی و اعتماد و وثوق حق بر تو قوت گرفت،

---

[1] "ہم سے دعا مانگتے رہو ہم قبول کرتے رہیں گے،، (مومن رع ۶)

مادر مریمؑ چون مریمؑ را از او نذر کرده بود بخدا که او را وقف خانه خدا کند و بوی هیچ کاری نفرماید در گوشه مسجدش بگذاشت زکریاؑ می خواست که او را تیمار دارد و هر کسی نیز طالب بودند میان ایشان منازعت افتاد و در آن دور عادت چنان بود که هر کسی چوبی در آب انداز دی چوب هر که بر روی آب بماندی آن چیز از آن او بودی اتفاقاً فال زکریاؑ راست شد گفتند حق این ست و زکریا هر روز چون طعامی می آورد در گوشه مسجد جنس آن آنجا می یافت گفت ای مریمؑ آخر وصی تو منم این از کجا می آوری گفت چون محتاج طعام می شوم هر چه می خواهم حق تعالی می فرستد کرم و رحمت او بی نهایت است و هر که بر و اعتماد کرد هیچ ضایع نشد زکریاؑ گفت خداوندا چون حاجت همه را روا می کنی من نیز حاجتی دارم میسر گردان و مرا فرزندی ده که دوست تو باشد و بی آنک او را تحریض کنم او را با تو موانست باشد و بطاعت تو مشغول باشد حق تعالی یحییؑ را در وجود آورد بعد از آنک زکریاؑ پشت دو تا و ضعیف شده بود و مادرش خود در جوانی عقیم بود در حالت پیری حیض دید و آبستن شد تا بدانی که این همه پیش حق بهانه است و همه اوست و حاکم مطلق اوست،

مومن اوست که بداند که در پس پرده کسی هست یک بیک بر احوال ما مطلع است و می بیند اگرچه ما او را نمی بینیم و این او را الیقین باشد بخلاف آنکس که گوید نی این همه حکایت است و باور ندارد روزی بیاید که چون گوشش بمالد پشیمان شود گوید آن بد گفتم و خطا گفتم خود همه او بود من او را نفی می کردم مثلاً تو که و بابی میدانی که من پس دیوارم و رباب می زنی قطعاً نگاه داری و منقطع نکنی،

این نماز آخر برای آن نیست که همه روز قیام و رکوع و سجود کنی الا غرض آنست

می باید آن حالتی که در نماز ظاهر می شود پیوسته با تو باشد اگر در خواب و اگر در بیداری اگر بنویسی و اگر بخوانی در جمیع احوال خالی نباشی از یاد حق هُمْ فِی صَلٰوتِہِمْ دَائِمُوْنَ[1] باشی،
این گفتن و خاموشی و خوردن و خفتن و خشم و عفو و جمیع اوصاف گردش آسیاست که می گردد قطعاً این گردش او بواسطه این باشد زیرا خود او در آبی است، آب نیز آزموده است پس اگر اسباب، این گردش از خود بیند عین جہل و بی خبری باشد، پس این گردش و میدان تنگ است زیرا احوال این عالم است بحق بنال که خداوندا مرا غیر این سیر گردش گردش دیگر روحانی میسر گردان چون ہمه حاجات از تو حاصل می شود و کرم و رحمت تو بر جمیع موجودات عامست پس حاجات دم بدم بر حق عرضه دار و بے ذکر او مباش که یاد او مرغ روح را قوت و پر و بال است، اگر آن مقصود کلی حاصل شد نور علی نور الا بارے بیاد کردن حق اندک اندک باطن منور شود، و ترا از عالم انقطاعی حاصل گردد مثلاً ہمچنانک مرغی خواہد که بر آسمان پرد اگرچه بر آسمان نرسد الا دمبدم از زمین دور می شود و از مرغان دیگر بالا می گیرد مثلاً در حقه مشک باشد و دہان حقه تنگ است دست در وی می کنی مشک نمی توانی بیرون آوردن الا مع ہذا دست معطر می شود و مشام خوش می گردد پس یاد حق ہمچنین است اگرچه بذاتش نه رسی الا یادش جل جلاله اثرہا در تو کند و فائدہای عظیم از ذکر حق حاصل شود،

فصل

شیخ ابراہیم عزیز درویشی است چون او را می بینیم از دوستان یاد می آید مولانا شمس الدین را عظیم عنایت بود با ایشان پیوسته فرمودے "شیخ ابراہیم ما" و بخود اضافت کردی عنایات

[1] حاشیه گذر چکا،

چیزی دیگرست و اجتهاد کاری دیگر، انبیا بمقام نبوت باجتهاد نرسیدند، آن دولت بعنایت یافتند، الاسنت چنان است که هر کرا آن مقام حاصل شود سیرت و زندگانی او بر طریق اجتهاد وصلاح باشد و آن هم برای عوام ست تا بر ایشان و قول ایشان اعتماد کنند زیرا نظر خلق بر باطن نمی افتد ظاهر بینند و چون متابعت ظاهر کنند بواسطه و ببرکت آن بباطن راه یابند آخر فرعون نیز اجتهادی عظیم کرد در بذل و احسان و اشاعت خیر الا چون عنایت نبود لاجرم آن طاعت و اجتهاد او را فروغی نبود و آن جمله را بپوشانید،

همچنانک امیری در قلعه با اهل قلعه احسان و خیر می کند و غرض او آن ست که بر پادشاه خروج کند و طاغی شود لاجرم از احسان او را قدری نباشد اگرچه بکلی نتوان نفی عنایت کردن ازو شاید که حق تعالی را با او عنایت خفی باشد برای مصلحتی او را مردود گرداند زیرا پادشاه را قهر و لطف و خلعت و زندان هر دو می باید اهل دل ازو بکلی نفی عنایت نکنند الا اهل ظاهر او را بکلی مردود دانند و مصلحت در آنست جهت قوام ظاهر پادشاه یکی را بر دار می کند و بر ملای خلائق برجای بلندی آویزد اگرچه بنوعی دیگر پنهان هلاک توان کردن اما غرض آنست تا مردم اعتبار گیرند و نفاذ حکم و امتثال امر پادشاه ظاهر شود آخر همه دارها از چوب نباشد منصب و دولت دنیا نیز دار عظیم است چون حق تعالی کسی را خواهد که بگیرد او را در دنیا منصبی عظیم دیا پادشاهی بزرگ دهد همچون فرعون و نمرود و امثال اینها همچون دار یست که حق تعالی ایشان را بر آنجا می کند تا جمله خلایق بر آن مطلع شوند،

حق تعالی می فرماید کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ[1] یعنی جمله عالم را آفریدیم و غرض از آن همه اظهار ما بود گاهی بلطف و گاهی بقهر این آنچنان پادشاه نیست که ملک او را

[1] حاشیہ گذر چکا،

یک معرّف بس باشد اگر ذرات عالم معرف شوند در تعریف او عاجز و قاصر باشند پس همه خلایق روز و شب اظهار حق می کنند الا بعضے می دانند و بر اظهار واقفند و بعضی غافلند اما اظهار حق ثابت می شود همچنانک امیری فرمود تا کی را تادیب کنند آنکس بانگ می زد و فریاد می کند مع هذا هر دو اظهار حکم امیری می کنند اگرچه از درد بانگ می زند الا دانند که ضارب و مضروب محکوم امیرند و از این هر دو اظهار حکم امیر پیدا می شود آنکس مثبت حقست، اظهار می کند حق را همیشه و آنکس که نافیست هم مظهرست زیرا اثبات چیزے بے نفی تصور ندارد و بی مزه و لذت باشد مثلاً مناظری در محفل مسئلہ گفت اگر آنجا معارضی نباشد که لانسلم گوید او اثبات چه کند و نکته او را چه ذوق باشد زیرا اثبات در مقابلۂ نفی خوش باشد همچنین این عالم نیز محفل اظهار حق است بے مثبت و نافی این محفل را رونقی نباشد و هر دو مظهر حقند یاران رفتند پیش امیر آن بر ایشان خشم گرفت که این همه اینجا چه کار دارند گفتند این غلبه ما و انبوهی ما جهت آن نیست که بر کسی ظلم کنیم برای آنست تا خود را در تحمل و صبر معاون باشیم دهمدیگر را یاری دهیم همچنانک در تعذیب خلق جمع می شوند برای آن نیست که مرگ را دفع کنند غرض آنست تا صاحب مصیبت را تسلی شوند و از خاطرش دفع وحشت کنند،

اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ[1] درویشان حکم یک تن دارند اگر عضوی از اعضا درد گیرد باقی اجزا متالم شوند چشم دیدن خود بگذارد و گوش شنیدن و زبان گفتن همه بر آنجا جمع شوند شرط یاری آنست که خود را فدای یار خود کند و خویشتن را در غوغا اندازد جهت یار زیرا همه رو بیک چیز دارند و غرق یک بحرند اثر ایمان و شرط اسلام این باشد، یاری که بتن کشند چه ماند به یاری به جان کشند، لاضیر انا الی ربنا المنقلبون[2] مومن چون

---

[1] تمام مومنین مثل ایک ذات واحد کے ہیں،، [2] کچھ ہرج نہیں ہمکو تو اپنے پروردگار کی طرف پلٹنا ہے،، (شعراء ع ۳)

خود را فدای حق کند از بلا و خطر دست و پا چرا اندیشد چون سوی دوست می رود دست و پا چه حاجتست دست و پا برای آن داد تا از و بدین طرف روان شوی لکن چون سوی پای ساز و دست ساز می روی اگر از دست بروی و در از پای افتی و بے دست و پای شوی چون سحرهٔ فرعون چه غم باشد، شعر

زهر از کف یار سیمبر توان خورد | تلخی سخنش همچو شکر توان خورد
بس بانمکست یار بس با نمکست | جای که نمک بود جگر توان خورد

فصل

ان الله مرید للخیر والشر کلیهما ولا یرضی الا الخیر، لانه قال کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف لاشك ان الله تعالی یرید الامر والنهی والامر لا یصح الا اذا کان المامور کارهاً لما امر به لا یقال کل الحلاوة والسکر یا جائع، وان قیل هکذا لا یسمی امراً بل یسمی اکراماً کذلك النهی لا یصح عن شئ یرغب عنه الانسان لا یصح ان یقال لا تاکل الحجر ولا تاکل الشوك ولو قیل هکذا لا یسمی نهیاً فلا بد لصحة الامر بالخیر والنهی عن الشر من نفس راغبة الی الشر وارادة وجود مثل هذه النفس ارادة للشر ولکن لا یرضی الشر والا لما امر بالخیر ویظهره من اراد التدریس انه مرید لجهل المتعلم لان التدریس لا یمکن الا بجهل المتعلم ان ارادة الشئ ارادة ما هو من لوازمه ولکنه لم یرض بجهله والا لما علمه، وکذلك الطبیب فانه انما یرید مرض الناس اذا اراد ظهور طب نفسه لانه لا یمکن ظهور طبه الا بمرض الناس ولکنه لا یرضی بمرض الناس والا لما داواهم ولا عالجهم وکذلك الخباز یرید جوع الناس لحصول کسبه ومعاشه، ولکن ما یرضی مجاعتهم والا لما باع الخبز وکذا الامراء والخیل یریدون ان یکون لسلطانهم

مخالف وعدو والا لما یظهر رجولیتهم ومحبتهم للسلطان ولا یجبهم السلطان لعدم الحاجة الیهم
لکن لا یرضی ان عن مخالفیه والا لما قاتلوا وکذلك الانسان یرید دواعی الشر فی نفسه لانه یحب
ان یکون شاکرا مطیعًا متقیا وهذا لا یمکن الا بوجود الداعی لترك الشکر والطاعة والتقوی فی
نفسه وارادة الشئ ارادة ما هو من لوازمه ولکن لا یرضی بها لانه یجاهد بازالة مثل هذه الاشیاء
من نفسه فعلم انه مرید للشر من وجه وغیر مرید له من وجه والخصم یقول انه غیر مرید للشر من
وجه ما وهذا المحال ان یرید الشئ ولا یرید ما هو من لوازمه ومن لوازمه الامر والنهی هذه النفس
الابیة التی ترغب الی الشر طبعًا وتنفر عن الخیر طبعًا وهذه النفس من لوازمها جمیع الشر الذی التی
فی الدنیا فلو لم یرد هذه الشر ولم یرد النفس واذا لم یرد النفس لم یرد الامر والنهی
الملزومین للنفس ولو رضی بها ایضًا لما امرنا ولما نهانا فالحاصل ان الشر مراد لغیره،

ثم یقول اذا کان مریدًا لکل خیر ومن الخیرات دفع الشر ولکان مریدًا لدفع الشر
ولا یمکن الایمان الا بعد الکفر فیکون من لوازمه الکفر الحاصل ارادة الشر انما یکون قبیحًا اذا
ارادة لعینه اما اذا ارادة لغیره لا یکون قبیحا قال الله تعالی ولکم فی القصاص حیوة لا شك بان
القصاص شر وهدم لبنیان الله تعالی و لکن هذا شر جزوی وصون الخلق عن القتل خیر
کلی وارادة الشر الجزوی لارادة الخیر الکلی فلیست بقبیحة وترك ارادة الشر الجزوی رضا بالشر
الکلی فهو القبیح ونظیر هذا ان الام لا ترید زجر الولد لانها لا تنظر الا الی الشر الجزوی و
والاب یرید زجره لقطع الجزء والاکلة نظرًا الی الشر الکلی الله تعالی عفوٌ غفورٌ شدید العقاب
فهل یرید ان یصدق علیه هذه الآثام ام لا فلابد من بلی ولا یکون عفوًا غفورًا الا بعد وجود
الذنوب وارادة الشئ ارادة ما هو من لوازمه وکذا امرنا بالعفو وامرنا بالصلح والاصلاح
ولا تکون بهذا الامر فائدة الا بوجود الخصومة نظیره ما قال صدر الاسلام ان الله تعالی

امرنا بالکسب وتحصیل المال لانہ قال وانفقوا فی سبیل اللہ ولا یمکن انفاق المال الا بالمال فکان امرا بتحصیل المال ومن قال لغیرہ قم فصل فقد امرہ بالوضوء وامرہ بتحصیل الماء وبکل ماھو من لوازمہ

فصل

الشکر صید وقید للنعم، اذا سمعت صوت الشکر تاھبت للمزید، اذا احب اللہ عبداً ابتلاہ، فان صبر اجتباہ، وان شکر اصطفاہ، بعضھم یشکرون اللہ لقھرہ، وبعضھم یشکرونہ للطفہ وکل واحد منھما خیر لان الشکر تریاق، یقلب القھر باللطف، العاقل الکامل ھو الذی یشکر علی الجفاء فی الحضور والخفاء، فھو الذی اصطفاہ اللہ، وان کان مرادہ درک النار فبالشکوی یستعجل مقصودہ لان شکوی الظاھر تنقیص لشکوی الباطن، قال النبی علیہ السلام انا الضحوک القتول یعنی ضحکی فی وجہ الجانی قتل لہ، والمراد من الضحک الشکر مکان الشکایۃ وحکی ان یھودیاً کان فی جوار احد من اصحاب رسول اللہ صلعم وکان الیھودی باعلی غرفۃ ینزل منھا الاحداث والانجاس وابوال الصبیان وغسیل الثیاب الی بیتہ، وھو یشکر الیھودی ویامر اھلہ بالشکر ومضی علی ھذا ثمان سنین، حتی مات المسلم فدخل الیھودی لیعزی اھلہ فرأی فی البیت تلک النجاسات، ورأء منافذھا من الغرفۃ فعلم ماجری فی المدۃ الماضیۃ وتدم ندماً شدیداً وقال لاھلہ ویحکم لم لم تخبرونی ودائماً کنتم تشکرونی قالوا انہ کان یامرنا بالشکر ویھددنا وعن ترک الشکر فامن الیھودی

ذکر نیکان محرض نیکی است ہمچو مطرب کہ باعث سبکی است

لھذا ذکر اللہ فی القرآن انبیاءہ وصالحی عبادہ وشکرھم علی مافعلوا ولمن قدر وغفر شکر متریدین پستان نعمت است پستان اگرچہ پر بود تا نہ مزی شیر نہ آید، پرسیدند کہ سبب ناشکری چیست و آنچ مانع شکرست چیست شیخ فرمود مانع شکر خام طمعیست آنچ بدو رسید بیش از آن طمع کردہ بود آن طمع خام او را ناشکر کرد

پس از غیب خود غافل بود و آن نقد کہ پیشکش کرد از غیب داند و زر یافت آن غافل بود لاجرم طمع خام ہمچون میوۂ خام خوردن ست و نان خام و گوشت خام خوردن ست لاجرم موجب تولد علت باشد و تولد ناشکری چون دانست کہ آن مضر خورد استفراغ واجب است حق تعالی بحکمت خویشتن او را بہ بے شکری مبتلا کرد تا استفراغ کند و از آن پنداشت فاسد فارغ شود آن یک علت صد نشود،

وبلوناهم بالحسنات والسيئات لعلهم يرجعون[1] يعني رزقناهم من حيث لا يحتسبون وهو الغيب وتنفس نظرهم عن روية الاسباب التي هي كالشركاء لله كما قال ابو يزيد يارب ما اشركت بك قال الله تعالى يا ابا يزيد ولا ليلة اللبن يعني ذات ليلة اصابني اللبن، وانا الضار النافع، فنظر الى السبب فعده الله مشركا وقال انا الضار قبل اللبن وبعد اللبن ولكن جعلت اللبن كالذنب والمضرة كالتاديب من الاستاد، فاذا قال الاستاد لا تاكل الفواكه فاكل التلميذ فضرب الاستاد على كف رجله لا يصح ان يقول اكلت الفواكه فاصاب رجلي وعلى هذا الاصل من حفظ لسانه عن الشرك تكفل الله ان يطهر روحه عن اغراس الشرك، القليل عند الله كثير الفرق بين الحمد والشكر ان الشكر على النعم لا يقال شكرته على جماله على شجاعته والحمد اعم،

فصل

شخصے امامت می کرد و خواند الاعراب اشد کفرا ونفاقا[2] مگر از روستای عرب یکی حاضر بود سیلی محکم دیر افرو کوفت در رکعت دیگر خواند ومن الاعراب من یومن

---

[1] اور ہم نے نعمتوں اور مصیبتوں دونوں کے ذریعے انکی آزمایش کی تاکہ وہ ہماری طرف رجوع کریں (اعراف ع ۲۱) [2] عرب کے دیہاتی کفر و نفاق میں بڑے ہی سخت ہیں،، (توبہ ع ۱۲)

باللہ والیوم الآخر[1] آن عرب گفت الصفع اصلحہ ہر دم سیلی می خوریم از غیب در ہر چہ پیش می گیریم آن سیلی از آن دور می کنند باز چیزی دیگر پیش می گیریم،

قیل لا طاقۃ لنا بہ الخسف والقذف وقیل قطع الاوصال ایسر من قطع الوصال، مراد خسف بدنیا فرو رفتن ست، و ز اہل دنیا شدن، و از قذف از دل اولیا بردن افتادن چنانک کسی طعام بخورد و در معدۂ وی ترش شود، و آن را قے کند اگر آن طعام نترشیدی و قے نکردی جزو آدمی خواست شدن، اکنون مرید نیز چاپلوس و خدمت می کند تا در دل شیخ گنجائی یابد، العیاذ باللہ چیزی از مرید صادر شود، کہ شیخ را خوش نیاید، و او را از دل بیندازد مثل آن طعام است کہ خورد و قے کرد چنانک بمرد ایام شیخ خواست شدن، بسبب حرکت ناخوش از دلش بیرون انداخت،

عشق تو منادی بعالم در داد تا دلہا را بدست شور و شر داد
وانگہ ہمہ را بسوخت خاکستر کرد وآورد بباد بے نیازی بر داد

در آن باد بے نیازی ذرات خاکستران دلہا رقصان و نعرہ زنانند، و اگر نہ چنین اند این خبر را کہ آورد و ہر دم این خبر را کہ تازہ می کند و اگر دلہا حیات خویشتن را در آن سوختن و برباد دادن نہ بیند، چندین چون رغبت کنند در سوختن، آن دلہا کہ در آتش شہوات دنیا سوختہ و خاکستر شدند، ہیچ ایشان را آوازہ و رونقی می بینی و می شنوی،

لقد علمت وما الاسراف من خلقی ان الذی ہو رزقی سوف یاتینی

[1] عرب کے دیہاتیوں میں سے ایسے ہیں جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔" (توبہ ع ۱۲)

اسعی لہ فیتعبنی تطلبہ ولو جلست اتانی لا یعنینی

بدرستی کہ من دانستہ ام قاعدہ روزی را وخوی من نیست کہ بگزاف دوادو کنم ورنج برم بے ضرورت بدرستی، انچ روزی من است از سیم واز خورشس واز پوشش واز شہوت چون بہ نشینم بر من بیاید من چون می دوم در طلب این روزی مرا پر رنج ماندہ وخوار میکنید طلب کردن اینہا واگر صبر کنم وبجای خود بہ نشینم وادرا می کشد چون نتواند مرا کشیدن بر من بیاید زیرا کہ روزی ہمہ طالب من ست واو مرا می کشد،

حاصل سخن این ست کہ بکار دین مشغول می باش تا دنیا پس تو دود مراد ازین نشستن نشستن است بر کار دین اگرچہ می دود او نشستہ است واگر نشستہ است چون برای دنیا نشستہ است او می دود، قال النبی صلعم من جعل الہموم ہما واحدا کفاہ اللہ سایر ہمومہ[ا] ہر کرا دہ غم باشد غم دین را بگیرد حق تعالیٰ نہ را بی سعی او راست کند چنانک انبیا در بند نام ونان نبودہ اند در بند رضا طلبی حق بودہ اند نان ونام ایشان بردہ ہر کہ رضای حق طلبید این جہان وآن جہان با پیغمبران است ہمنشین وہمخانہ اولئک مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین[ا۲] چہ جای این ست بلکہ باحق ہمنشین است انا جلیس من ذکرنی[ا۳] اگر حق ہمنشین او نبودی در دل او شوق حق نبودی ہرگز بوی گل بے گل نباشد ہرگز بوی مشک بے مشک نباشد این سخن را پایان نیست واگر پایان باشد چون سخنہائے دیگر نباشد،

[ا] جس نے اپنے تمام رنجوں کو چھوڑ کر صرف ایک رنج وفکر کو قایم رکھا حق تعالیٰ اسکی دوسری فکروں کو از خود دور کرے گا، [۲] یہ لوگ رفیق رہین گے انبیا، وصدیقین، اور شہدا، اور صالحین کے، قرآن کی اصل عبارت یون ہے:۔ فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (نساء ۹)

[۳] جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کا ہمنشین ہو جاتا ہون،

شب رفت و حدیث ما بپایان نرسید شب را چه گنه حدیث ما بود دراز

شب و تاریکی این عالم بگذرد و نور این سخن هر دم ظاهرتر باشد چنانک شب عمر انبیاءؑ بگذشت و نور حدیث شان نگذشت و منقطع نشد و نخواهد شدن،

مجنون را گفتند که لیلی را دوست می داری چه عجب هر دو طفل بودید و در یک مکتب، مجنون گفت این مردمان ابلهند، ما ای ملیحة لا تشتهی هیچ مردی باشد که بزن خوب میل نکند بلکه عشق آن ست که غذا و مزه از و یابد همچنانک دیدار پدر و مادر و خوشی فرزند و شهوت و انواع لذت از و یابد مجنون مثال شد از آن عاشقان چنانک در نحو عمر و زید،

گر نقل و کباب و گر می ناب خوری می دان که بخواب درهمی آب خوری

الدنیا کحلم النائم دنیا و تنعم دنیا همچنانست که کسی در خواب چیزی خورد پس حاجت دنیاوی خواستن همچنانست که کسی در خواب چیزی خواست و دادندش عاقبت چون بیداری ست از آنچ در خواب خورد هیچ نفعی نباشد پس در خواب چیزی خواسته باشد و آن را لوی داده باشند، فکان النوال بقدر السوال

فصل

امیر گفت ما احوال آدمی را یک یک دانستیم و یک سر موی از مزاج و طبیعت وگرمی و سردی او از ما فوت نه شد هیچ معلوم نه گشت که آنچ در او باقی خواهد ماندن چه چیز ست،

فرمود که اگر دانستن آن بمجرد قول حاصل شدی خود بچندین کوشش و مجاهدهٔ بانواع محتاج نبودی و هیچ کس خود را در رنج ننداختی و فدا نکردی مثلاً یکی بی خبر آمد غیر آب شود

نهنگان و ماهیان نمی بیند گوید که این گوهر کجاست مگر خود گوهر نیست گوهر بحر ددیدن بحر بچه حاصل شود، اکنون اگر صد هزار بار آب دریا را طاس طاس بپیماید گوهر را نیابد، غواصی می باید تا بگوهر راه برد و آنگاه هر غواصی نی غواصی چالاک نیک بختی، این هنرها و علمها همچون پیمودن آب دریاست بطاس، طریق یافتن گوهر نوع دیگرست، بسیار کس باشد که بجمله هنرها آراسته باشد و صاحب مال و جمال بود الا در او آن معنی نباشد، و بسا کس ظاهر او خراب باشد او را حسن صورت و بلاغت نباشد الا آن معنی که باقیست در او باشد و آن آنست که آدمی بدان مشرف و مکرمست و بواسطه آن رجحان دارد بر سائر مخلوقات،

شیران و پلنگان و دیگر مخلوقات را هنرو صنعتها و خاصیتها باشد الا آن معنی که باقی خواهد بود در ایشان نیست اگر آدمی بآن معنی راه برد خود فضیلت خویشتن را حاصل کرد و الا و در از آن فضیلت هیچ بهره نباشد، این جمله هنرها چون نشاندن گوهر هاست بر پشت آئینه، روی آئینه از آن فارغ است روی آئینه را صفا می باید، آنکه روی او زشت دارد طمع در پشت آئینه کند زیرا که روی آئینه غماز است و آنکه خوب روست روی آئینه را بصد جان می طلبد زیرا روی آئینه مظهر حسن اوست یوسف مصری را دوستی از سفر آمد گفت جهت من چه ارمغانی آوردی؟ گفت چیست که ترا نیست الا جهت آنکه از تو خوب تر هیچ چیزے نیست آئینه آوردم تا هر لحظه روی خود را در وی مشاهده کنی، چیست که حق تعالیٰ را نیست و او را بدان احتیاج است؟ پیش حق تعالی دلی روشن می باید بردن تا در وی روی خود را بیند ان اللہ تعالی لا ینظر الی صورکم و لا الی اعمالکم بل ینظر الی قلوبکم

بلاد ما اسادت وجدت فیہا ولیس یفوتہا الا الکرام

شهری که در او هر چه خواهی بیابی از خوبرویان و لذات مشتهای طبع و آسایش

گوناگون الا در او عاقلی نباشد یالیت کہ لعکس این بودی آن شہر وجود آدمی ست اگر در او ہزار ہنر باشد و آن معنی نبود آن شہر خراب اولی تر و اگر آن معنی ہست و آرایش ظاہر نیست باکی نبود سر او می باید کہ معمور باشد آدمی کہ در ہر حالتی کہ ہست او مشغول حق ست و آن اشتغال ظاہر مانع مشغولی باطن نیست ہمچنانکہ زن حاملہ در حالتی کہ ہست در صلح و جنگ و خوردن و خفتن آن بچہ در شکم او می بالد و قوت و حواس می پذیرد و مادر را از آن خبر نیست آدمی نیز حامل آن سر است کہ قال اللہ تعالیٰ وحملہا الانسان انہ کان ظلوماً جہولاً[1]، الا حق تعالیٰ او را در ظلم و جہل نگذارد۔

از مصاحبی صورت آدمی موافقت و موافقت و ہزار آشنائی خیزد از آن سر کہ آدمی حامل آنست چہ عجب کہ یاری ہا و آشنائی ہا آید تا بعد از مرگ از و چہا خیزد سر می باید کہ معمور باشد زیرا سر ہمچون بیخ درخت است اگرچہ پنہان ست اثر او بر شاخسار ظاہر است اگر شاخی دو شکستہ شود چون بیخ محکم ست باز بروید الا اگر بیخ خلل یابد نہ شاخ ماند نہ برگ،

حق تعالیٰ فرمود السلام علیک ایہا النبی یعنی سلام بر تو و بر ہر کہ از جنس تست و اگر غرض حق تعالیٰ این بودی مصطفےٰ علیہ السلام مخالفت نکردی و نفرمودی کہ علینا و علی عباد اللہ الصالحین زیرا کہ چون سلام مخصوص بودی بر او اضافت بندگان صالح نکردی یعنی آن سلام کہ تو بر من دادی بر من و بندگان صالح تو کہ جنس منند چنانکہ مصطفےٰ فرمود در وقت وضو نماز درست نیست الا باین وضو مقصود آن نبود الا بایستی کہ نماز ہیچ کس درست نبودی چون شرط صحت صلوٰۃ، وضوی مصطفیٰ بودی پس غرض آنست کہ ہر کہ جنس این وضو نہ کند نمازش درست نباشد چنانکہ گویند این طبق گلنارست چہ معنی یعنی کہ گلنار ہمین ست و بس نہ بل این جنس گلنارست،

[1] حاشیہ گذر چکا،

روستائی بشهر آمد و مهمان شهری شد شهری او را حلوه آورد روستایی او را باشتها بخورد گفت ای شهری من شب و روز بگزر خوردن آموخته بودم این ساعت طعم حلوا چشیدم لذت گزر از چشم افتاد اکنون هر باری حلوا نخواهم یافتن و آنچ داشتم بر دلم سرد شد چه چاره کنم چون روستائی حلوا چشید بعد از آن میل بشهر کرد زیرا شهری دلش ببرد چار و ناچار در پی دل بباید رفتن بعضی باشند که سلام دهند و از سلام ایشان بوی مشک آید و بعضی باشند که سلام دهند و از سلام ایشان بوی دود آید و این را کسی دریابد و او را مشامی باشد یار را می باید امتحان کردن تا آخر پشیمانی نباشد سنت حق اینست، ابدء بنفسك نفس نیز اگر دعوی بندگی کند بی امتحان از و قبول مکن در وضو آب را در بینی می برند بعد از آن که می چشند بمجرد دیدن قناعت نمی کنند یعنی شاید صورت آن برجا باشد و طعم و بویش متغیر باشد این امتحان است جهت آبی آنکه بعد از امتحان بر وی می زنند، هرچه تو در دل پنهان داری از نیک و بد حق تعالی آن را بر ظاهر تو پیدا گرداند هرچه بیخ درخت پنهان می خورد اثر آن در شاخ و برگ پیدا می شود سیماهم فی وجوههم من اثر السجود[1] وقوله تعالی سنسمه علی الخرطوم[2]، اگر هر کسی بر ضمیر تو مطلع نشود رنگ روی خود را چه خواهی کردن؟

فصل

همه چیز را تا نجوئی نیابی　جز این دوست را تا نیابی نجوئی

طلب آدمی آن باشد که چیزی نایافته طلب کند و شب و روز در جست و جوی آن باشد الا طلبی که یافته باشد و مقصود حاصل بود و طالب آن حاصل باشد این عجب ست

---

[1] ان کی پیشانیوں پر سجدہ کے نشان سے گھٹے پڑے ہوئے ہیں،، (فتح ، ع ۴، [2] حاشیہ گذر چکا،

این چنین طلب در وہم آدمی نگنجد و بشر آنرا نتواند تصور کردن زیرا طلب او از برای چیزیست که نیافتہ است و این چیزی که یافتہ باشد و طلب کند حق است زیرا حق تعالیٰ ہمہ چیز را یافتہ است و ہمہ چیز در قدرت او موجود است کن فیکون،

الواجد الماجد واجد آن باشد کہ ہمہ چیز را یافتہ باشد حق تعالیٰ طالب است کہ ہو الطالب الغالب پس مقصود ازین نیست آن ست کہ ای آدمی چندانک تو درین طلبی کہ حادثست و وصف آدمیست از مقصود دوری و چون طلب تو در طلب حق فانی شود و طلب حق بر طلب تو مستولی گردد تو آنگہ طالب شوی بطلب حق،

یکی گفت مرا ہیچ دلیلی قطعی نیست کہ ولی و واصل بحق کدامست نہ قول و نہ فعل و نہ کرامات و نہ ہیچ چیز زیرا قول شاید کہ آموختہ باشد و فعل و کرامات رہبانان را نیز ہست و ایشان استخراج ضمیر می کنند و بسیار عجائب نیز بطریق سحر اظہار کردہ اند و ازین جنس برشمرد،

فرمود کہ تو ہیچ کس را معتقد ہستی یا نہ؟ گفت ای واللہ معتقد و عاشقم،

فرمود کہ آن اعتقاد تو در حق آنکس مبنی بر دلیلی و نشانی بود یا خود ہمچنین چشم فراز کردی و آنکس را اگرفتی گفت حاشا کہ بی دلیل و نشان باشد،

فرمود پس چرا می گوئی کہ بر اعتقاد ہیچ دلیلی نیست و سخن متناقض می گوئی،

یکی گفت کہ ہر ولی را و بزرگی را زعم آن ست کہ در قرب کہ مرا حقست و این عنایت کہ حق را با منست ہیچکس را نیست و با ہیچ کس نیست،

فرمود این چیز را کہ گفت؟ ولی گفت و یا غیر ولی؟ اگر ولی گفت پس چون او دانست کہ ہر ولی را اعتقاد این ست در حق خود؟ پس او بدین عنایت مخصوص نبودہ باشد واگر غیر ولی گفت، پس فی الحقیقت ولی خاص حق اوست کہ حق تعالیٰ این راز را

از جمله اولیا پنهان داشت، و از وی مخفی نکرد، مثال گفت که پادشاهی را ده کنیزک بود، کنیزکان گفتند خواهیم تا بدانیم از ما محبوب ترکیست پیش پادشاه، شاه فرمود این انگشتری فردا در خانهٔ هر که باشد او محبوب تر است، روز دیگر مثل آن انگشتری ده حلقه فرمود ساختن و بهر کنیزکی یک انگشتری داد، فرمود سوال هنوز قائمست و این جواب نیست و بدین تعلق ندارد و این خبر را از آن ده کنیزک یکی گفت یا برون آن ده کنیزک اگر از آن ده کنیزک یکی گفت پس چون او دانست که این انگشتری باو مخصوص نیست و هر کنیزک مثل آن دارد پس او را رجحان نباشد و محبوب تر نبود و اگر این خبر را غیر آن ده کنیزک گفت پس رجحان خود قرناق خاص پادشاه و محبوب اوست،

یکی گفت عاشق می باید که ذلیل و خوار و خمول باشد، ازین او صاف برشمرد، فرمود که عاشق این چنین می باید که بر مراد معشوق رود اگر این تذلیل بی مراد معشوق بود او عاشق نبود، پیرو مراد خود باشد و اگر بمراد معشوق باشد و چون معشوق نخواهد که ذلیل و خوار باشد او ذلیل چون بود؟ پس معلوم شد که معلوم نیست احوال عاشق الا تا معشوق او را چون خواهد،

عیسی علیه السلام فرموده است عجبت من الحیوان کیف یاکل الحیوان اهل ظاهر میگویند که آدمی گوشت حیوان می خورد و هر دو حیوانند، این خطاست، چرا زیرا که آدمی گوشت می خورد و آن حیوان نیست جمادست زیرا چون کشته شد حیوانی نماند الاغرض آنست که شیخ مرید را فرومی خورد بی چون و چگونه عجب می دارم از چنین کاری نادر،

یکی سوال کرد که ابراهیم علیه السلام بنمرود گفت که خدای من مرده را زنده کند و زنده را مرده گرداند، نمرود گفت که من نیز یکی را معزول کنم چنانست که او را امیر اندم و یکی را منصب دهم چنانست که او را زنده گردانیدم آنگاه ابراهیم از آنجا رجوع کرد و ملزم شد بدان، در

دلیلی دیگر شروع کرد که خدای من آفتاب را از مشرق بر می آرد و بمغرب فرو می برد تو بعکس آن کن، این سخن از روی ظاهر مخالف آنست،

فرمود حاشا که ابراہیم علیہ السلام بدلیل او ملزم شود و او را جواب نماند بلکہ این ہمان سخن ست در مثال دیگر یعنی حق تعالیٰ اجنین را از مشرق رحم بر می آرد و بمغرب گور فرو می برد تو اگر دعوی خدائی می کنی بعکس آن کن از مغرب گور آورد در مشرق رحم باز فرو بر پس یک سخن بوده باشد حجت ابراہیم علیہ السلام حق تعالیٰ آدمی را ہر لحظہ از تو می آفریند و در باطن او چیزی دیگر تازہ تازہ می فرستد که اول بدوم نمی ماند الا او از خویشتن غافل ست و خود را نمی شناسد،

سلطان محمود را اسپی بحری آوردہ بودند عظیم خوب بود و صورتی بغایت نغز داشت روز عید سوار شد بر آن اسپ جملہ خلائق بنظارہ بر بامہا نشستہ بودند و آن را تفرج می کردند مستی در خانہ نشستہ بود و او را بزور تمام بر بام بردند که تو نیز بیا تا اسپ بحری را ببینی گفت من بخود مشغولم نمی خواہم کہ پروای آن ندارم فی الجملہ چارہ نبود چون بر کنار بام آمد سخت سرمست بود چون مست سلطان را بر آن اسپ دید گفت این اسپ را پیش من چہ محل باشد اگر درین حالت مطرب ترانۂ بگوید و اسپ از آن من باشد فی الحال اثر ا بمطرب بخشم سلطان این را بشنید عظیم خشمگین شد فرمود کہ او را محبوس بزندان کردند ہفتہ بر آن بگذشت این مرد بسلطان مرد فرستاد کہ آخر مرا چہ گناہ بود؟ شاہ عالم بفرماید تا بندہ را معلوم شود، سلطان فرمود تا او را حاضر کردند گفت ای رندبی ادب آن سخن را چون گفتی و چون یارستی گفتن؟ گفت ای شاہ عالم آن سخن را من نگفتم آن دم مردکی مست بر کنار بام ایستادہ بود آن سخن را گفت و رفت درین ساعت من آن نیستم من مردی ام عاقل و ہوشیار شاہ را خوش آمد

خلعتش داد و از زندانش استخلاص فرمود،

هر که با ما تعلق گرفت و ازین شراب مست شد هر جا که رود با هر که نشیند و با هر قومی که صحبت کند فی الحقیقت با ما نشیند و با این جنس می آمیزد زیرا صحبت اغیار آئینهٔ لطف صحبت یار است و آمیزش با غیر جنس موجب محبت و اختلاط با جنس است و بضدها تتبین الاشیاء، ابوبکر صدیق شکر را امی نام نهاده بود یعنی شیرین مادر زاد، اکنون میوه های دیگر بر شکر نخوت می کنند که ما چندین تلخی چشیده ایم تا بمنزل شیرینی رسیده ایم تو لذت شیرینی را چه دانی چون مشقت تلخی را نه کشیدهٔ؟

فصل

سوال کردند از تفسیر این بیت:۔

ولیکن هوی چون بغایت رسد — شود دوستی سر بسر دشمنی

فرمود که عالم دشمنی تنگ است نسبت به عالم دوستی، زیرا از عالم دشمنی می گریزند تا بعالم دوستی رسند، و هم عالم دوستی نیز تنگست نسبت بعالمی که دوستی و دشمنی از و هست می شود، و دوستی و دشمنی و کفر و ایمان موجب دوئیست، زیرا کفر انکارست و منکر را کسی می باید که منکر او شود، و مقر را کسی می باید که بدو اقرار آرد، پس معلوم شد که یگانگی و بیگانگی موجب دوئیست، و آن عالم ورای کفر و ایمان و دوستی و دشمنیست، و چون دوستی موجب دوئی باشد و عالمی هست که آنجا دوئی نیست و اتحاد و یگانگی محضست چون آنجا رسید از دوئی جدا شد پس آن عالم اول که دوئی بود اگر عشق ست و اگر دوستی نسبت بدان عالم که این ساعت نقل کرد نازل و دونست که آنرا نخواهد و دشمن دارد،

چنانک منصور را چون محبت حق بنهایت رسید، دشمن خود شد و خود را نیست گردانید گفت انا الحق یعنی من فنا گشتم و حق ماند و بس و این غایت تواضع است و نهایت بندگی یعنی اوست و بس دعوی و تکبر آن باشد که گوئی تو خدائی و من بنده پس هستی خود را نیز اثبات کرده باشی اینجا دوئی لازم آید و این نیز که می گوئی هو الحق هم دوییست زیرا که تا انا نباشد هو ممکن نه شود پس حق گفت انا الحق چون غیر او موجودی نبود و چون منصور فنا شده بود آن سخن حق بود،

عالم خیال نسبت بعالم مصورات و محسوسات فراخست زیرا جمله مصورات از خیال می زاید و عالم خیال نسبت بآن عالم که خیال ازو هست می شود هم تنگ است از روی سخن این قدر فهم شود و الا حقیقت معنی محال ست که از لفظ و عبارت معلوم شود،

سوال کرد که پس الفاظ و عبارات را فائده چیست؟

فرمود که سخن را فائده آنست که ترا در طلب آرد و تهیج کند نه آنکه مطلوب بسخن حاصل شود و اگر چنین بودی بچندین مجاهده و فنائی خود حاجت نبودی سخن چنانست که از دور چیزی می بینی جنبنده در پی آن می دوی تا آنرا می بینی نه آنک بواسطهٔ تحرک او او را ببینی ناطقهٔ آدمی نیز در باطن همچنین است مهیجست ترا در طلب آن معنی و اگرچه او را نمی بینی بحقیقت،

یکی می گفت من چندین تحصیل علوم کردم و ضبط معانی کردم، هیچ معلوم نشد که از آدمی آن معنی کدامست که باقی خواهد بودن،

فرمود که اگر بمجرد سخن معلوم شدی خود محتاج بفنای وجود و چندین رنجها نبودی، چندان می باید کوشیدن که تو نمانی تا بدانی آن چیز را که خواهد ماندن، یکی میگوید که شنیده ام که کعبه هست ولیکن چندانک نظر می کنم کعبه را نمی بینم بر بام بردم و کعبه را نظر کنم چون بر بام می رود و گردن دراز می کند نمی بیند کعبه را منکر می شود دیدن کعبه بمجرد این حاصل نه شود چون از جای خود نمی

تواند بیند منکر می شود ہمچنان کہ در زمستان پوستین را بجان می طلبی چون تابستان شد پوستین را می اندازی وخاطر از ان متنفر می شود اکنون طلب کردن پوستین جہت تحصیل گرما بود در زمستان بواسطہ مانع گرما را نمی یافتی محتاج وسیلت پوستین بودی اما چون مانع نماند پوستین را انداختی،

اذا السماء انشقت[۱] و اذا زلزلت الارض زلزالہا[۲] اشارت بآنست یعنی تو لذت اجتماع دیدی اکنون روزی بیاید کہ لذت افتراق این اجزا ببینی و فراخی آن عالم را مطالعہ کنی و ازین تنگنای خلاص یابی مثلاً یکی را بچار میخ مقید کردند او پندارد کہ در آن خوش است و لذت خلاص را فراموش کرد چون از چار میخ برہد بداند کہ در چہ عذاب بود و ہمچنان طفلان را پرورش و آسایش در گہوارہ باشد و در آنک و سہاش را بیند الا اگر بگہوارہ بالغی را مقید کنند عذاب باشد،

بعضی را مزہ در آنست گلہا شگفتہ گردند و از غنچہ سر برون آرند و بعضی را مزہ در آنست کہ اجزای کل جملہ متفرق شوند و باصل خود پیوندند، اکنون بعضی خواہند کہ ہیچ یاری و عشق و کفر و ایمان نماند تا باصل خود پیوندند زیرا این ہمہ دیوارہاست و موجب دوئی و تنگیست و آن عالم موجب فراخی و وحدت است آن سخن خود است چندان عظیم نیست و قوتی ندارد و چگونہ عظیم باشد آخر سخن است و سخن موجب ضعف است موثر حقیقت و مہیج اوست این درمیان ردی پوشیدست ترکیب و دو سہ حرف چہ موجب حیاۃ و ہیجان باشد ہم مثلاً یکی پیش تو آمد و ترا مراعات کردی و اہلاً و سہلاً گفتی بآن خوش شد و موجب محبت گشت و یکی را دو سہ دشنام دادی آن دو سہ لفظ موجب غضب شد و رنجید، اکنون چہ

---

[۱] جب آسمان پھٹ جائے، (الانشقاق ۸۴ : ۱) [۲] جب زمین بھونچال سے کانپنے لگے" (الزلزال ۱)

تعلق وارد ترکیب دو سه لفظ بر زیادتی محبت و رضا و بر انگیختن غضب و دشمنی الاحق تعالی اینها را اسباب و پرده ها ساخته است تا نظر هر یکے بر جمال و کمال او نیفتد پرده های ضعیف مناسب نظرهای ضعیف داد پس پرده ها حکمها می کند و اسباب می سازد این نان در واقع سبب حیوة نیست الاحق تعالی او را سبب حیواة و قوت ساخته است آخر او جماد است ازین رو که حیوة انسانی ندارد چه موجب زیادتی قوت باشد اگر او را حیات بودی خویشتن را زنده داشتی،

فصل

پرسیدند معنی این بیت، ؎

ای برادر تو همان اندیشۂ　　　　ما بقی تو استخوان و ریشۂ[۱]

فرمود که تو باین معنی نظر کن که همان اندیشۂ اشارت باندیشه مخصوص است و آن را باندیشه عبارت کردیم جهت توسع امّا فی الحقیقة آن اندیشه نیست و اگر هست این جنس اندیشه نیست که مردم فهم کرده اند مارا غرض این معنی بود از لفظ اندیشه و اگر کسے خواهد که نازکتر تاویل کند جهت فهم عوام بگوید، که الانسان حیوان ناطقٌ ونطق اندیشه باشد خواهی مضمر خواهی مظهر وغیر این حیوان باشد پس درست آمد که انسان عبارت از اندیشه است ما بقی استخوان و ریشه است کلام همچون آفتاب است همه آدمیان گرم و زنده ازو اند و دائماً آفتاب هست و موجود است و همه ازو دائماً گرم اند الا آفتاب در نظر نمی آید و نمی دانند که ازو زنده و گرم اند اما چون بواسطه لفظی عبارتی خواهی شکر خواهی، شکایت خواهی خیر خواهی شر گفته آید آفتاب در نظر آید همچنین آفتاب فلکی دائماً تابانست اما در نظر نمی آید شعاع

[۱] مثنوی دفتر دوم، "و گمان برون کار و اینان کو نگر بهیه صوفی رنجور است،،

تابر دیواری نتابد همچنانک تا بواسطهٔ حرف وصوت نباشد شعاع آفتاب سخن پیدا نشود اگرچه دائماً هست زیراکه آفتاب لطیف است وهو اللطیف کثافتی می باید تا بواسطهٔ آن در نظر آید وظاهر شود، یکی گفت خدا او را هیچ معنی ننمود خیره وافسرده ماند چونک گفتند خدا چنین فرمود چنین نهی کرد گرم شد ودید پس لطافت حق را اگرچه موجود بود در وی تافت نمی دید تا بواسطهٔ امر ونهی وخلق وقدرت بوی شرح نه کردند نتوانست دیدن بعضی هستند که از ضعف طاقت انگبین ندارند بواسطهٔ طعامی مثل زرده، برنج وحلوا وغیره نتوانند خوردن تا قوت گرفتن بجای رسد که عسل را بے واسطه می خورند پس دانستیم که نطق آفتابیست لطیف تابان غیر منقطع الا تو محتاجی بواسطهٔ کثیف تا شعاع آفتاب را بینی وحظ می ستانی چون بجاے برسی که آن شعاع ولطافت را بی واسطهٔ کثافت بہ بینی و بآن خو کنی در تماشای او گستاخ شوی وقوت گیری در عین آن دریای لطافت رنگهای عجب وتماشای عجب بینی که این نطق همیشه در تو هست اگر می گوئی واگر نمی گوئی واگرچه در اندیشه ات نطقی نیست آن لحظه می گویم نطق هست دائماً همچنانک گفتند الانسان حیوان ناطق این حیوانیت دائماً در تو هست تا زنده همچنان لازم می شود که نطق نیز با تو باطن باشد دائماً همچنانک اینجا خوابیدن موجب ظهور حیوانیت وشرط نیست همچنان نطق را موجب گفتن ولائیدن نیست،

آدمی سه حالت دارد اولش آنست که گرد خدا نگردد وهمه را عبادت وخدمت کند از زن ومرد وکودک ومال وحجر ومدر وخدا را عبادت نکند باز چون او را معرفتی واطلاعے حاصل شود غیر خدا را خدمت نکند باز چون درین حالت بیشتر رود خاموش شود نگوید خدمت نمی کنم ونگوید خدمت خدا می کنم بیرون ازین هر دو مرتبت رفته باشد ازین قوم در عالم آوازهٔ بیرون نیاید،

خدا نہ حاضر است و نہ غائب آفرینندہ ہر دو اوست یعنی حضور و غیبت پس او غیر ہر دو بود زیرا اگر حاضر باشد باید کہ غیبت نباشد و غیبت ہست و حاضر نیز نیست زیرا عند الحضور غیبت نیست و ہست پس او موصوف نباشد بحضور و غیبت و الا لازم آید کہ از ضد ضد زاید زیرا کہ در حالت غیبت لازم شود کہ حضور را او آفریدہ باشد و حضور ضد غیبت است و ہمچنان در غیبت نشاید کہ از ضد ضد زاید و نشاید کہ حق مثل خود را آفریند زیرا می گوید لا ند لہ اگر ممکن شود مثل مثل را آفریدن ترجیح لازم شود بلا مرجح و ہم لازم آید ایجاد الشی بنفسہ و ہر دو منتفی ست چون اینجا رسیدی بایست و تصرف مکن کہ عقل را دیگر اینجا تصرف نیست تا کنار دریا رسید باز ایستد چندانک ایستادن نماند،

ہمہ سخنہا و علمہا و ہنرہا و حرفتہا مزہ و چاشنی ازین سخن دارند کہ اگر این نباشد در ہیچ کاری و حرفتی مزہ نماند غایت ما فی الباب را انمی دانند و دانستن شرط نیست ہمچنانک مردی زنی خواستہ باشد مالدار کہ اورا گوسفندان و گلۂ اسپان وغیرہ باشد و این مرد تیمار داشت آن گوسفندان و اسپان می کند و باغہا را آب می دہد اگرچہ با آن خدمت ہا مشغول ست مزہ آن کارہا از وجود آن زن دارد کہ اگر آن زن از میان برخیزد در آن کارہا ہیچ مزہ نماند و سرد شود و بے جان بماند ہمچنین ہمہ حرفتہائے عالم و علوم وغیرہ زندگی و خوشی و گرمی از پرتو ذوق عارف دارند کہ اگر ذوق او نباشد و وجود او در آن ہمہ کارہا ذوق و لذت نباشد و ہمہ مردہ نماید،

فصل

فرمود کہ اول شعر می گفتیم، داعیۂ بود عظیم کہ موجب گفتن بود ، اکنون در آن وقت

اثر ها داشت و این ساعت که داعیه فاتر شده، و در غروب است اهم اثر ها دارد و سنت حق تعالی چنین است که چیزها در وقت شروق تربیت می فرماید، و از و اثر های عظیم و حکمت بسیار پیدا می شود و در حالت غروب نیز همان تربیت قائم است رب المشارق والمغارب یعنی یربی الدواعی الشارقة والغاربة،

معتزله می گویند که خالقِ افعال بنده است، و هر فعلے که از و صادر می شود بنده خالق آن فعل است، نشاید که چنین باشد زیرا فعلی که از و صادر می شود یا بواسطه این آلت ست که وارد، مثل عقل و روح و قوت و جسم یا بی واسطه فی کل حال نشاید که او خالق افعال باشد بواسطه اینها زیرا که او قادر نیست بر جمع داشت شان، پس او خالق این فعل بنا شد بواسطه این آلت چون آلت محکوم او نیست و نشاید که بی این آلت خالق فعل باشد زیرا محال است که بی این آلت از و فعلی آید پس علی الاطلاق دانستیم که خالق افعال حقست نه بنده، هر فعلی اما خیر اما شر که از بندهٔ صادر می شود و آنرا به نیتّی و پیش نهادی میکند اما حکمت آن کارها همه قدر بنا شد که در تصور او آمد آن قدر معنی حکمت و فائده که او را در آن کار نمود فائده آن همان قدر بود که این فعل از و بوجود آید اما فوائد کلی آنرا خدائی می داند که از ان چه برها خواهد یافتن مثلاً چنانک نماز می کنی به نیت آنک ترا ثواب باشد در آخرت و نیکنامی و امان در دنیا اما فائده آن نماز همین قدر نخواهد بودن صد هزار فائده ها خواهد دادن که آن در وهم تو نمی گذرد آن فائده ها را خدای میداند که بنده را بر آن کار می دارد اکنون آدمی در دست قبضه قدرت حق همچون کمان ست و حق تعالی او را در کارها مستعمل می کند و فاعل در حقیقت حق ست نه کمان، کمان آلت و واسطه است لکن بے خبر و غافل است از حق جهت قوام دنیا زہے عظیم کمانی که آگه شود که من در دست کیستم،

چه گویم دنیای را که قوام او و ستون او غفلت بود نمی بینی که چون کسی را بیدار میکنند
از دنیا بیزار می شود و سرد می شود و او نیز می گدازد و آدمی از کودکی که نشو و نما می یزید بواسطه
غفلت بوده است و الا هرگز نه بالیدی و بزرگ نشدی پس چون او معمور و بزرگ بواسطه
غفلت شد باز حق تعالیٰ رنجها و مجاهده ها جبراً و اختیاراً بگمارد تا آن غفلت ها را از و بشوید و او را
پاک گرداند بعد ازان تواند با آن عالم آشنا گشتن، وجود آدمی بر مثال مزبله ایست تل
سرگین الا تل سرگین اگر عزیز است و برای آنست که برا و خاتم پادشاه هست و وجود آدمی
چون جوال گندم است پادشاه ندا کند که این گندم را کجا می بری که صاع من در وست
و آن از صاع غافلست و غرق گندم شده است اگر از صاع واقف شود بگندم کی التفات
کند اکنون هر اندیشه که ترا بعالم علوی می کشد و از عالم سفلی سرد و فاتر می گرداند عکس و پرتو
آن صاع است که برون می زند و آدمی میل بآن عالم می کند چون بعکس میل بعالم سفلی کند
علامتش آنست که آن در پرده پنهان شده باشد،

فصل

گفت قاضی عزالدین سلام می رساند و همواره حمد و ثنای شما را می کند، فرمود که:

هر که از ما کند بنیکی یاد، یادش اندر جهان بنیکی باد

اگر کسے در حق کسی نیک گوید آن خیر و نیکی بوی عاید می شود در حقیقت آن ثنا و حمد
خود را می کند نظیر آنچنان بود که کسی گرد خانه خود گلستان و ریحان کارد هر بار که نظر کند
گل و ریحان بیند و دائماً در بهشت باشد چون خو کرد بخیر گفتن مردمان چون بخیر کسی مشغول شد
آنکس محبوب او شد و چون از ویش یاد آید محبوب را یاد آورده باشد و یاد آوردن محبوب گل و گلستان

است وروح وراحت است وچون بدیکی گفت وآنکس درنظراو مبغوض شد چون ازو یاد کند وخیال او پیش آید چنانست کہ ماریا کژدم یا خار یا خاشاک درنظراو پیش آمدہ اکنون چون می توانی کہ شب وروز گل وگلستان بینی وریاض جنان بینی چرا درمیان خارستان ومارستان گردی ہمہ رادوست دار تا ہمیشہ درگل وگلستان باشی وچون ہمہ رادشمن داری وخیال دشمن درنظرت آید چنانک کہ شب وروز درخارستان ومارستان می گردی،

پس اولیا کہ ہمہ رادوست می دارند ونیک می بینند آن رابرای غیرنمی کنند برای خود کار می کنند تا مبادا کہ خیالی مکروہ مبغوض درنظر ایشان آید چون مردمان وخیال ایشان لابد وناگزیرست پس جہد کردند کہ درذکر ایشان ہمہ محبوب ومطلوب آید تا کراہت مبغوض مشوش راہ ایشان نگردد پس ہرچہ می کنی درحق خلق از نیکی وبدی بتو عاید می شود وازین حق تعالی می فرماید، من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیہا،[۱] ومن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ، ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ[۲]،

سوال کردند کہ حق تعالی می فرماید انی جاعل فی الارض خلیفۃ[۳] فرشتگان گفتند اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک[۴] ہنوز آدم نیامدہ بود ملائکہ چون حکم کردند برفساد وبہ سفک دمار آدمی؟

[۱] جس نے نیک عمل کیا، اس نے اپنے لئے کیا، اور جس نے بدی کی، اس نے بھی اپنے ہی حق مین کی، (جاثیہ، ع ۲) [۲] حاشیہ گذرچکا، [۳] مین زمین مین اپنا ایک نائب بنانے والا ہون، (بقرع ۳) [۴] کیا اس وجود کو زمین پر پیدا کریگا، جو وہان فساد کریگا، اور خون بہائیگا، حالانکہ ہم تیری حمد وتقدیس کی تسبیح مین لگے رہتے ہین،، (بقرع ۳)

فرمود که آنرا دو وجه گفته اند یکی منقول و یکی معقول، اما آنچه منقول است آنست که ملائکه در لوح محفوظ مطالعه کردند که قومی بیرون آیند که صفتشان چنین باشد پس از آن خبر دادند وجه دوم آنست که ملائکه بطریق عقل استدلال کردند که آن قوم از زمین خواهند بودن لابد حیوان باشند واز حیوان البته این آید هر چند که آن معنی در ایشان باشد و ناطق باشند اما چون حیوانیت در ایشان باشد ناچار فسق کنند و خون ریزی که لوازم آدمیست،

قومی دیگر معنی دیگر می فرمایند که ملائکه عقل محض اند و خیر صرف و ایشان را هیچ اختیاری نیست در کاری، همچنانک در خواب کاری کنی در آن مختار نباشی لاجرم بر تو اعتراض نیست، در وقت خواب اگر کفر گوئی و اگر توحید گوئی و اگر زنا کنی، ملائکه در بیداری باین مثابت اند و آدمیان بعکس این اند، ایشان را اختیاری هست و آز و هوس و همه چیز را برای خود خواهند و قصد خون کنند تا همه ایشان را باشد و آن صفت حیوانیست، پس حال ملائکه ضد حال آدمیان آمد پس شاید باین طریق از ایشان خبر دادن که ایشان چنین گفتند اگر چه آنجا گفتی و زبانی نبود تقدیرش چنین باشد که اگر دو حال متضاد در سخن آیند و از حال خود خبر دهند این چنین باشد همچنانک شاعر می گوید برکه گفت من پیر شدم برکه سخن نمی گوید معنیش این ست که اگر برکه را زبان بودی درین حال چنین گفتی هر فرشته را لوحیست در باطن که از آن لوح بقدر قوت خود احوال عالم را و آنچ خواهد شدن پیشین می خواند چون وقتی که آنچ خوانده است و معلوم کرده در وجود آید اعتقاد او در باری تعالیٰ و عشق او و مستی او بیفزاید و تعجب کند در عظمت و غیب دانی حق، آن زیادتی عشق و اعتقاد و تعجب بی لفظ و عبارت تسبیح او باشد همچنانک بنا بشاگرد خود خبر دهد که درین سرای که می سازند چندین چوب و چندین خشت و چندین سنگ و گچ خواهد رفتن چون سرای تمام شود و همان قدر آلت رفته باشد بی کم و بیش شاگرد در اعتقاد

بیفزاید ایشان نیز باین مثابت اند،

یکی از شیخ پرسید که مصطفیٰ ؐ با آن عظمت که لولاک لما خلقت الافلاک[1] می گوید یالیت رب محمد لم یخلق محمدا[2] این چون باشد؟ شیخ فرمود آن سخن بمثال روشن شود فرمود در دہے مردی بر زنی عاشق شد و هر دو را خرگاه نزدیک بود بهم کام عیش می راندند واز همدیگر فربہ می شدند و می بالیدند حیاتشان از هم دیگر بود چون ماهی که بآب زنده باشد سالها بهم می بودند ناگاه حق تعالی ایشانرا غنی کرد گاؤ و گوسفند و گله اسپان و مال و زر و خدم و حشم بایشان روزی کرد از غایت تنعم عزم شهر کردند و هر یکی سرای پادشاهانه بخریدند و آنجا منزل ساختند، این بطرفی و او بطرفی و چون حال باین غایت رسید نمی توانستند آن عیش و آن وصال را در زیدن اندرون نشان زیر و زبر و جگر سوزان نالها ی پنهان می کردند و امکان گفت نے تا این سوختگی بغایت رسید کلی ایشان درین آتش فراق بسوخت چون چنین شد ناله در محل قبول افتاد اسباب و گوسفندان گم شدن گرفت بتدریج بجای رسید که بمثابت اول باز آمدند بعد از ان باز بآن ده اول جمع شدند و بعیش و وصل و کنار مشغول شدند از تلخی فراق یاد کردند آن آواز برآمد که یالیت رب محمد لم یخلق محمد چون جان محمدؐ مجرد بود در عالم قدس و وصال حق تعالی می بالید در آن دریای رحمت چون ماهی غوطها می خورد هر چند درین عالم مقام پیغامبری و رہنمائی خلق و عظمت پادشاهی و دولت و شهرت و صحابه شد باز چون بعیش اول باز گردد گوید که کاشکی پیغامبر نبودمی و باین عالم نیامدمی که نسبت بآن وصال مطلق این همه مملکت بار و عذاب و رنج است،

این همه علمها و مجاهدها و بندگیها نسبت باستحقاق عظمت باری همچنان ست که یکی سر نهاد

---

[1] حاشیہ گذر چکا، [2] وہ کاش رب محمدؐ نے محمدؐ کو نہ پیدا کیا ہوتا۔

دخدمتی کرد ترا در فت اگر ہمہ زمین را بر سر نہی در خدمت حق ہمچنان باشد کہ یکبار سر بزمین نہی کہ استحقاق حق و لطف او بر وجود و خدمت تو سابقست ترا از کجا ہا بیرون آورد و موجود کرد و مستعد خدمت و بندگی گردانید تا تو لاف بندگی او میزنی این علمہا و بندگیہا ہمچنان باشد، و صورتکہا ساختہ باشی از چوب و از نمد بعد از آن بحضرت عرض داری کہ مرا این صورتکہا خوش آمد ساختم اما جان بخشیدن کارتست اگر جان بخشی علمہای مرا زندہ کردہ باشی و اگر نہ بخشی فرمان تراست ابراہیمؑ گفت کہ خدا آنست کہ یحیی و یمیت[۵۱] نمرود گفت انا احی و امیت[۵۲] چون حق تعالیٰ او را ملک داد و نیز خود را فادر دید بحق حوالہ نکرد گفت من نیز زندہ کنم و بمیرانم و مرادم ازین ملک و دانش است چون حق تعالیٰ آدمی را علم و زیرکی و حذاقت بخشید کارہا بخود اضافت کند کہ من باین علم و عمل کارہا را زندہ کنم و ذوق حاصل کنم نہ گفت ھو یحیی و یمیت،

یکی سوال کرد از مولانای بزرگ قدسنا اللّٰہ بسرہ المقدس کہ ابراہیم بنمرود گفت کہ خدای من زندہ کند و میراند نمرود گفت من نیز چنین کنم ابراہیم باز دلیل دیگر گفت کہ خدای من آنست کہ آفتاب را از مشرق برآرد و بمغرب فرو برد ان اللّٰہ یاتی بالشمس من المشرق[۵۳] الآیۃ اگر تو دعوی خدائی میکنی بعکس کن ازینجا لازم شود کہ نمرود ابراہیم را ملزم گردانید کہ سخن دلیل اول را بگذاشت جواب نگفتہ در دلیلی دیگر شروع کرد،

فرمود کہ دیگران از خایند تو نیز از می خاے این یک سخن است در دو مثال تو غلط کردۂ و ایشان نیز این را معنی بسیار است یک معنی آنست کہ حق تعالیٰ ترا از کتم عدم در

---

۵۱ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، (بقر ع ۳۵) ۵۲ "میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں،، (بقر ع ۳۵)
۵۳ خدا آفتاب کو مشرق سے طلوع کرتا ہے،، (بقر ع ۳۵)

باطن مادر مصور کرد و مشرق تو شکم مادر بود از آنجا طلوع کردی و بمغرب گور فرو رفتی این ہمہ سخن اول ست بعبارت دیگر کہ ھو یحیی ویمیت اکنون تو اگر قادری از مغرب گور برون آور و بمشرق رحم باز بر معنی دیگر آنست کہ عارف را چون بواسطہ طاعت و مجاہدہ و عملہای شتی وروشنی و ذوق و ہستی در روح و راحت پدید آید و در حالت ترک آن طاعت و مجاہدہ آن خوشی در غروب رود پس این دو حالت طاعت و ترک طاعت مشرق و مغرب او بودہ باشد اگر تو قادری بر زندہ کردن درین حالت غروب کہ فسق و فساد و معصیت است آن روشنی و ذوق کہ از طاعت طلوع می گردد در این حالت ظاہر گردان این کار بندہ نیست و بندہ آنرا ہرگز نتوان کردن این کار حق است اگر خواہد آفتاب را از مغرب طالع گرداند و اگر خواہد از مشرق کہ ھو الذی یحیی ویمیت،

کافر و مومن ہر دو مسبح اند زیرا حق تعالیٰ خبر دادہ است کہ ہر کہ راہ راست رود و راستی ورزد و متابعت شریعت و طریق انبیاء و اولیا کند او را خوشیہا و روشنیہا و زندگیہا پدید آید و چون بعکس آن باشد تاریکیہا و خوفہا و چاہہا و بلاہا پیش آید ہر دو چون این می ورزند و آن چہ حق تعالیٰ وعدہ دادہ است لا یزید و لا ینقص راست می آید و ظاہر می گردد پس ہر دو مسبح حق باشند او بزبانی این بزبانی شتان پیش آن مسبح و این مسبح مثلاً دزدے دزدی کرد و او را بردار کردند او نیز واعظ مسلمانانست کہ ہر کہ دزدی کند حالش اینست دیگری را پادشاہ جہت امانت و صیانت خلعت کرامت فرمود او ہم واعظ مسلمانانست اما خاین باین زبان و امین بآن زبان اما فرق نگر میان این دو واعظ،

فصل

فرمود که خاطر خوشست چونست زیرا خاطر عزیز چیزیست همچون دام دام می باید که درست باشد تا صید گیرد اگر خاطر ناخوش باشد دام دریده باشد بکاری نیاید پس باید دوستی درحق کسی و ودشمنی با فراط بنا شد که ازین هر دو دام دریده شود باید که دوستی میانه باشد، این که دوستی بافراط می باید درحق غیر حق میگویم اما درباری حق هیچ افراط مصور نگردد، محبت حق هر چه بیشتر بهتر زیرا که محبت غیر حق را چون مفرط باشد وخلق مسخر گردش فلک اند وچرخ فلک دائر است واحوال خلق هم دائر، پس چون دوستی بافراط باشد درحق کسی دائما صعود وبزرگی او خواهد، این متعذر است، پس خاطر مشوش گردد ودشمنی چون مفرط باشد پیوسته نحوست ونکبت او خواهد وچرخ فلک دائر است وقتی مسعود ووقتی منحوس این نیز که همیشه منحوس باشد میسر نگردد، پس خاطر مشوش باشد،

اما محبت درحق باری در همه عالم وخلائق از گبر وجهود وترسا وجمله موجودات کامن است کسی موجد خود را چون دوست ندارد دوستی درو کامن است الا موانع آنرا محجوب میدارد چون موانع برخیزد آن محبت ظاهر گردد چه جای موجودات که عدم در جوشست بتوقع آن که موجود گرداند عدمها را همچنانک چهار شخص بطلب منصبی پیش بادشاه صف زده اند هر یکی میخواهد منتظر که پادشاه منصب را بوی مخصوص گرداند وهر یکی از دیگری شرمنده زیرا توقع او منافی آن دیگرست، پس عدمها چون از حق متوقع ایجاد ند صف زده که مراهست کن وسبق ایجاد خود میخواهند از باری تعالیٰ پس از همدیگر شرمنده اند، اکنون چون عدمها چنین باشد موجودات چون بود؟ وان من شئ الا یسبح بحمده[1] عجب نیست، این عجب است

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا،

کفر و دین هر دو در رهت پویان وحده لاشریک له گویان

این خانه را بنا را از غفلت است و اجسام و عالم را همه قوامش بر غفلت است[۱] این جسم نیز که بالیده است از غفلت است و غفلت کفر ست و دین بی وجود کفر ممکن نیست زیرا دین ترک کفر ست پس کفرے بباید که ترک او توان کرد پس هر دو یک چیز اند چون این بی آن نیست و آن بی این لا یتجزی اند، خالق شان یکی باشد که اگر خالقشان یکی نبودی متجزی بودندے زیرا هر یکی چیزی آفریدی پس متجزی بودندی پس چون خالق یکے است وحده لاشریک له باشد،

گفتند سید برهان الدین سخن خوب می فرماید اما شعر سنائی در سخن بسیار می آورد فرمود چنان باشد که می گویند آفتاب خوب است اما نور می دهد عیبش این است زیرا سخن سنائی آوردن اظهار آن سخنست و چیزها را آفتاب نماید و در نور آفتاب توان دیدن مقصود از نور آفتاب آنست که چیزها نماید آخر این آفتاب چیزها می نماید که بکار نیاید آفتابی که چیزها نماید بکار آید حقیقت آفتاب او باشد و این آفتاب فرع و مجاز آن آفتاب حقیقی باشد آخر شما این نیز بقدر عقل جزوی خود از این آفتاب دل می گیرد و نور علم می طلبید که شما را چیزی غیر محسوسات دیده شود و دانش شما در فزایش باشد و از هر استادی و یاری متوقع می باشید که از وی چیزے فهم کنید و دریابید پس دانستیم که آفتابے دیگر هست غیر این آفتاب صورت که از وی کشف معانی و حقایق می شود و این علم جزوی که در وی می گریزی و از ان خوش می شوی فرع آن علم بزرگ ست و پرتو آنست این پرتو ترا با آن علم بزرگ و آفتاب اصلی میخواند أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ[۲]

---

[۱] مثنوی دفتر چهارم، عنوان آموختن پیشۂ گورکنی قابیل از زاغ الخ
پس ستون این جهان خود غفلت است چیست دولت کین دوادو بالت است

[۲] یہ لوگ قرآن کو سنکر اسکی طرف سے ایسے بے پروا ہیں کہ گویا او نھیں کہیں بہت دور سے پکارا جا رہا ہے؛ (حم سجدہ ع ۴)

تو آن علم را سوی خود می کشی او می گوید من اینجا نگنجم و تو آنجا دیر می رسی گنجیدن من اینجا محال ست و آمدن تو آنجا صعب تکوین محال محال ست اما تکوین صعب محال نیست پس اگرچه صعبست جهد کن تا بعلم بزرگ پیوندی و متوقع مباش که آن اینجا گنجد که محال ست و همچنین اغنیا از محبت غنائی حق پول پول جمع می کنند و حبه حبه تا صفت غنا ایشان را حاصل گردد و از پرتو غنا پر تو غنا می گوید من منادی ام شما را از آن غنائے بزرگ مرا چه اینجا می کشید که من اینجا نگنجم شما سوی این غنا آئید فی الجمله اصل عاقبت ست عاقبت محمود باد و عاقبت محمود آن باشد که درختی را که بیخ او در آن باغ روحانی ثابت باشد و فروع او بجای دیگر آویخته شده و میوه های آن ریخته عاقبت آن میوه ها را بآن باغ برند زیرا بیخ در آن باغست و اگر بعکس باشد اگر بصورت تسبیح و تهلیل چون بیخش در این عالمست آن همه میوه های او را باین عالم آورند و اگر هر دو در آن باغ باشد نورٌ علی نور بود،

فصل

اکمل الدین گفت که مولانا را عاشقم و دیدار او را آرزومندم و آخرتم خود یاد نمی آید نقش مولانا را بی این اندیشها و پیش نهادها مونس می بینم و آرام میگیرم بجمال او لذتها حاصل می شود از عین صورت او یا از خیال او،

فرمود اگرچه آخرت و حق در خاطر نیاید الا همه مضمر ست در دوستی و مذکور است پیش خلیفه رقاصه چهار پاره می زد خلیفه گفت فی یدک صنعته قالت فی رجلی یا خلیفه خوشی در دستهای من از آن نیست که آن خوشی پا در این مضمر ست پس اگرچه مرید بتفاصیل آخرت را یاد نیارد اما لذت او بدیدن شیخ و ترسیدن او از فراق شیخ متضمن آن همه تفاصیلست

و آن جمله در او مضمر ست چنانک کسی فرزند را یا برادر رای نواز دو دوست می دارد اگرچه از بنوت و اخوت و امید وفا و مهر او بر خویشتن و عاقبت کار و باقی منفعتها که خویشان از خویشان امیدوارند از اینها هیچ بخاطر او نمی آید اما این تفاصیل جمله مضمر ست در آن قدر ملاقات و ملاطفت چنانک باد در چوب مضمر ست اگرچه در خاک بود یا در آب بود که اگر در و باد نبودی آتش را با او کار نبودی زیرا که باد علف آتش است و حیات آتش است، نمی بینی که بنفخ زنده می شود اگرچه چوب در آب و خاک باشد باد در او کامنست اگر باد در او کامن نبودی بر روی آب نیامدی،

و همچنانک سخن می گوئی اگرچه از لوازم این سخن بسیار چیزهاست از عقل و دماغ و لب و دهان و کام و زبان و جمله اجزای تن که رئیسان تن اند و ارکان و طبایع و افلاک و صد هزار اسباب که عالم بآن قائمست تا برسی بعالم صفات و آنگه ذات و با این همه این معانی در سخن مظهر نیست و پیدا نمی شود این جمله مضمر ست در سخن چنانک ذکر رفت

آدمی را هر روز پنج دشش بار بی مرادی پیش آید بی اختیار او قطعاً از و نباشد از غیر او باشد و او مسخر آن غیر باشد و آن غیر مراقب او بود پس بد فعلی و رنجش می دهد اگر مراقب نباشد چون دهد؟ و با این همه بی مرادیها طبعش مقر نمی شود و مطمئن نمی شود که من زیر حکم کسی باشم خلق الله آدم علی صورته[۱] در او صفت الوهیت که ضد صفت عبودیت مستعار نهاده است چندین بر سرش می کوبد آن سرکشی را نمی گزارد، زود فراموش می کند این بی مرادیها را ولیکن سودش ندارد تا آن وقت که آن مستعار را ملک او نکنند از سیلی نرهد،

---

[۱] حاشیہ گذر چکا،

فصل

عارفی گفت رفتم در گلخنی تا دلم بگشاید که گریزگاه بعضی اولیا بوده است دیدم رئیس گلخن را شاگردی بود میان بسته کار می‌کرد اوش می فرمود که چنین کن و چنان کن او چست کار می‌کرد گلخن‌تاب را خوش آمد از چستی او در فرمان برداری، گفت همچنین چست باش و چالاک و ادب نگاه دار تا مقام خود بتو دهم و بر جای خود بنشانم مرا خنده گرفت و عقدهٔ من بگشاد دیدم که رئیسان این عالم همه بدین صفت‌اند با چاکران خود،

فصل

گفت آن منجم می‌گوید که غیر افلاک و این کرهٔ خاکی که می بینم شما دعوی می‌کنید که بیرون این چیزی هست پیش من غیر این چیزی نیست و اگر هست بنمائید که کجاست، فرمود که این سوال فاسد است از ابتدا، زیرا که می‌گوئی که بنمائی کجاست و آنرا خود جائی نیست و بعد از آن بیا بگو که این اعتراض تو از کجاست و در چه جائیست؟ در زبان نیست در دهان نیست در سینه نیست، این همه را بکاوی و پاره پاره و ذره ذره کنی این اعتراض و اندیشه را هیچ نیابی پس دانستیم که اندیشهٔ ترا جای نیست چون جای اندیشه خود را ندانستی خالق اندیشه را چون دانی چندین هزار اندیشه و احوال که بر تو می‌آید بدست تو نیست و مقدور و محکوم تو نیست، اگر مطلع این را دانستی که از کجاست آنرا افزودی، ممرّ نیست این جمله چیزها را بر تو و تو بی‌خبر که از کجا می‌آید و بکجا می‌رود و چه خواهد کردن چون از اطلاع احوال خود عاجزی چه گونه متوقعی که بر خالق خود مطلع گردی،

قحبہ زنی می گوید کہ در آسمان نیست ای سگ چون دانستی کہ نیست آری، آسمان را وژہ وژہ پیمودی ہمہ را اگر دیدی اکنون آمدی خبر می دہی کہ در او نیست، قحبہ خود درا کہ در خانہ داری ندانی در آسمان را چون خواہی دانستن ؟ ہمی آسمان را شنیدہ و نام ستارگان و افلاک چیزی می گوئی اگر تو از آسمان مطلع بودی تا سوی آسمان وژہ بالا می رفتی، از ین مہر زہا نگفتی، انچہ می گوئی خدا بر آسمان نیست مراد ما آن نیست کہ بر آسمان نیست یعنی آسمان بر او محیط نیست و او محیط آسمان ست تعلقی دارد با آسمان بے چون و چگونہ، چنانکہ بہ تو تعلق گرفتہ است بیچون و چگونہ ہمہ در دست قدرت اوست و مظہر اوست و در تصرف اوست پس بیرون از آسمان و اکوان نباشد بکلی و در آن نباشد یعنی اینہا بر او محیط نباشند او بر جملہ محیط باشد،

یکی گفت پیش از ان کہ آسمان و زمین و عرش و کرسی نبود عجب خدا کجا بود،

گفت این از اول فاسد است زیرا خدا آن نیست کہ او را جائی باشد تو می پرسی پیش از ین ہمہ کجا بود، آخر ہمہ چیزہای تو بی جا ایست، این چیز کہ در تست جای آن را ندانستی کہ کجاست جای او چون می طلبی کہ بی جای مطلق است؟ اندیشہ ترا جای تصور نمی توانی بستن، آخر خالق اندیشہ از اندیشہ لطیف تر است، مثلاً این بنّا کہ خانہ ساخت او لطیف تر باشد از خانہ زیرا صد چنین کارہای دیگر و تدبیرہای دیگر کہ یک بیک می تواند ساختن پس او لطیف تر باشد اما آن در لطف نظر نمی آید مگر بواسطۂ خانہ عملی کہ در عالم حس در آید تا آن لطف او جمال نماید این نفس کہ در زمستان پیدا است و در تابستان پیدا نیست نہ آنست کہ در تابستان نفس منقطع شد الا تابستان لطیف است و نفس لطیف از آن پیدا نمی شود بخلاف زمستان ہمچنین ہمہ اوصاف معانی تو لطیف اند در نظر نمی آیند مگر بواسطہ فعلے مثلاً حلم تو موجود است اما در نظر نمی آید چون بر گنہگاری ببخشائی حلم تو

محسوس شود و ہمچنین الی مالانہایہ حق تعالی از غایت لطف در نظر نمی آید آسمان و زمین را آفرید تا قدرت و صنع او در نظر آید لہذا می فرماید افلم ینظروا الی السماء کیف بنیناھا[۱]،

سخن من بدست من نیست ازین روی می رنجم زیرا که می خواہم که دوستان را موعظه گویم، و سخن منقاد من نمی شود، اما از آن رو که سخن من بالاتر از من ست، که من محکوم ویم، شادمی شوم، زیرا که سخنی را که حق گوید، ہر جا که رسد زنده کند، و اثرہای عظیم نماید، وما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمی[۲] تیرے که از کمان حق جهد ہیچ سپری و جوشنی مانع آن نگردد، ازین رو شادم، علم اگر بکلی ور آدمی بودی و جہل نبودی آدمی سوختی و نماندی، پس جہل مطلوب آمد ازین رو که بقای وجود باوست و علم مطلوب است از آن رو که وسیلت بمعرفت باری پس ہر دو یار ہمدیگرند، و ہمه اضداد چنین اند، شب اگرچه ضد روز است اما یار اوست، و یک کار می کنند، اگر ہمیشه شب بودی ہیچ کاری حاصل نشدی، و اگر ہمیشه روز بودی چشم و دماغ و آلتہای بدنی خیره و دیوانه شدندی، پس شب می آسایند، تا ہمه آلتہای از دماغ و فکر و سمع و بصر قوت می گیرند، و روز آن قوتہا را خرج می کنند،

پس جمله اضداد بما ضد می نمایند، اما نسبت بحکیم ہمه یک کار می کنند، و ضد نیستند، در ہمه عالم بنما که کدام بدست که در ضمن آن نیکی نیست، و کدام نیکست که در ضمن آن بدی نیست، مثلاً یکی قصد کشتن کرد و بزنا مشغول شد و آن خون از و نیامد، ازین رو که زناست

---

[۱] "کیا آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ ہم نے اسے کیسا بنایا ہے" یہ الفاظ قرآن کے نہیں، قرآن میں بنیناھا کی جگہ "رفعت" ہے، غالباً اصل میں دو آیتیں ہونگی والسماء بنیناھا اور افلا ینظرون .... کیف رفعت

[۲] "جب تم نے تیر چلایا تو تم نے نہیں بلکہ اللہ نے تیر چلایا،" (انفال ع ۲)

بدست و ازین رو که مانع قتل شد نیک ست، پس بدی و نیکی یک چیز اند غیر متجزی، و ازین رو مارا بحث است با مجوسیان که ایشان میگویند دو خدا است، یکی خالق خیر و یکی خالق شر، اکنون تو بنما خیر بی شر تا ما مقر شویم که خدای خیر دیگر و خدای شر دیگر ست واین محالست زیرا خیر از شر جدا نیست چون خیر و شر دو نیستند پس دو خالق محال ست ما شمارا الزام نمی کنیم که البته یقین کن که چنین است که می گوئیم کم از آن که در تو ظنی در آید که مبادا این چنین باشد که می گویند مسلم یقینت نشد که چنان ست چگونه ات یقین شد که چنان نیست؟ خدا می فرماید که ای کافر کہ الا یظن اولئک انھم مبعوثون لیوم عظیم[1]، ظنیت نیز بدید شد که این وعده های که ما کرده ایم مبادا راست باشد و مواخذه کافران بر این خواهد بودن که ترا گمانی بیامد چرا احتیاط نه کردی و طالب ما نگشتی،

فصل

ما فضل ابی بکر بکثرة صلوة وصوم وصدقة بل بشیٔ وقر فی قلبه[2] فرماید که تفضیل ابوبکرؓ بر دیگران نه از روی نماز روزه بسیار است بل از آن روست که با او عنایت ست و آن محبت اوست در قیامت چون نمازها را بیارند در ترازو نهند و روزه ها و صدقات را همچنین اما چون محبت را بیارند محبت در ترازو نگنجد پس اصل محبت است اکنون چون در خود محبت می بینی آنرا بیفزای تا افزون شود چون سرمایهٔ در خود دیدی و آن طلب ست آنرا

---

[1] دیگیا ان کو اس کا خیال نہیں کہ قیامت کے بڑے سخت دن کو یہ لوگ اُٹھائے جائینگے (تطفیف ع ا) [2] "ابوبکر کی فضیلت نماز، روزہ، صدقہ، کی بنا پر نہیں بلکہ اس شئے کی بنا پر ہے جو ان کے دل میں ہے"

بطلب بیفزا که الحسا که برکتہ واگر نیفزای سرمایه از تو برود، کم از زمین نیستی، زمین بحرکات و به بیل گردانیدن دگرگون می شود، و نبات می دهد، و چون ترک کنند سخت می شود پس چون در خود طلب دیدی می آئی و می رو و مگو درین رفتن چه فائده؟ تو میرو فائده خود ظاهر گردد رفتن مرد سوی دکان فائده اش جز غرض نیست حق تعالیٰ روزی می دهد که اگر بخانه نشیند آن دعوی استغناست، روزی فرو نیاید عجب آن بچک که می گرید مادر او را شیر می دهد، اگر اندیشه کند که در این گریه من چه فائده است و چه موجب شیر دادنست از شیر بماند حالیا می بینیم که بآن سبب شیر لوی میرسد،

آخر اگر کسی در این فرو رود که در این رکوع و سجود چه فائده است، چرا کنم پیش امیرے در ئیسے چون خدمت می کنی و در رکوع می روی و چوک می زنی آخر آن امیر بر تو رحمت می کند و نانپاره می دهد آن چیز که در امیر رحمت می کند گوشت و پوست امیر نیست بعد از مرگ این گوشت و پوست بر جاست و در خواب و هم در بیهشی، اما این خدمت ضائع است پیش او، پس دانستم رحمت که در آن امیرست، در نظر نمی آید، پس چون ممکنست که در پوست و گوشت چیزی را خدمت می کنم که نمی بینیم بیرون گوشت و پوست هم ممکن باشد و این چیز که در پوست و گوشتست اگر پنهان نبودی ابوجہل و مصطفیٰ یکی بودی پس فرق میان ایشان نبودی، این گوشت از روی ظاهر کر و شنوا یکیست الا آن چه شنوا نیست در او پنهانست در نظر نمی آید،

پس اصل عنایتے است تو که امیری ترا دو غلام باشد کی خدمتهای بسیار کرده و دیگری کاهلست در بندگی آخر می بینم که محبت هست بآن کاهل بیش از آن بنده خدمتگار اگرچه آن بنده خدمتگار را ضایع نمی گذاری اما چنین می افتد بر عنایت حکم نتوان کردن این چشم

راست و چشم چپ هر دو از روی ظاهر یکیست عجب آن چشم راست چه خدمت کرد که چپ نکرد و همچنین جمعه بر باقی ایام فضیلت یافت ان الله ارزاقاً غیر ما رزقکم فاطلبوها یوم الجمعة[1] اکنون این جمعه چه خدمت کرد که روزهای دیگر نه کردند اما عنایت باو کرد و این تشریف بوی مخصوص شد و اگر کوری گوید که مرا چنین کور آفریدند معذورم با این گفتن او که کورم و معذورم هیچ کوری او از وی می رود؟ و هیچ جمال روز و جمال خوبرویان می بیند؟ پس گفتن لنگ و کور که معذوریم این معذوریم" گفتن سود ندارد و رنج از وی نمیرود،

این کافران که در کفر اند باز چون نظر می کنیم آن رنج عین عنایتست چون او در راحت کردگار را فراموش می کند، پس یاد می کند، پس دوزخ معبد کافران ست، زیرا حق را آنجا یاد کنند، چنانک در زندان و رنجوری و درد دندان، چون رنج آمد پردهٔ غفلت دریده شود حضرت حق را مقر شود و ناله میکند که یارب یا رحمن و چون صحت یافت باز پرده های غفلت پیش آید، می گوید که خدا کو؟ نمی یابم، نمی بینم چه جویم، چون است که در وقت رنج یافتی و دیدی و این ساعت نمی بینی؟ پس چون تو او را در رنج می بینی رنج را بر تو مستولی کنند تا ذاکر حق باشی پس دوزخی در راحت از خدا غافل بود و یاد خدا نمی کرد در دوزخ مدام ذکر خدا کند، چون عالم را و نیک و بد را جمله برای آن آفرید که یاد او کنند و بندگی او کنند و تسبیح او باشند، اکنون کافران چون در راحت نمی کنند، و مقصود از خلق ذکر اوست، پس در جهنم روند تا ذاکر باشند،

اما مومنان را رنج حاجت نیست، ایشان درین راحت از آن رنج غافل نیستند و آن رنج را دائماً حاضر می بینند، چنانکه کودک عاقل را یکبار پا در فلق نهند بس فلق را

[1] "خدا کے یہاں علاوہ رزق مقسوم کے اور بھی رزق ہے اسے جمعہ کے روز طلب کرنا چاہیے"۔

فراموش نمی کند اما کودن فراموش می کند، پس او را هر لحظه قلق می باید، و همچنان اسپی زیرک یکبار مهماز و تازیانه خورد، حاجت ضرب دوم نباشد اما اسپ کودن را هر لحظه مهماز می باید او لائق بار مردم نیست بر و سرگین بار کنند،

فصل

تواتر شنیدن گوش فعل رویت می کند، و حکم رویت دارد، آنچنانک از مادر و پدر خود زادی، ترا می گویند، از ایشان زادی تو بچشم ندیدی، اما بگفتن بسیار تر احقیقت می شود که اگر بگویند از ایشان نزادی نشنوی، و همچنان بغداد، و مکه را از خلق بسیار شنیدهٔ بتواتر که هست اگر گویند نیست و سوگند خورند باور نداری، پس دانستیم که گوش چون بتواتر شنود حکم دیدار دارد، چنانک از روی ظاهر که گفتِ تواتر را حکم دید میدهند باشد که یک شخصی را گفت حکم تواتر دارد که او یکی نیست صد هزار است، پس یک گفتِ او صد هزار گفت باشد، و این چه عجب می آید، این بادشاه ظاهر حکم صد هزار دارد، اگرچه یکیست اگر صد هزار بگویند شنی را ست باشد،

پس چون ظاهر این باشد در عالم ارواح بطریق اولیٰ، اگرچه همه عالم را گشتی چون برای او گشتی، ترا بار دیگر می باید گردیدن، قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ[1] آن سیر برای من نبود برای غرضی بود، برای سیر و پیاز بود، آن غرض حجاب تو شده بود، نمی گذاشت که مرا بینی، همچنانک در بازار کسی را بجد طلب می کنی، هیچ کس را نه بینی و اگر بینی خلق را چون خیال بینی یا در کتاب مسئله طلب می کنی چون گوش و چشمت از آن یک مسئله پر شده است

[1] "اے پیمبر ان سے کہو کہ زمین پر چلو پھرو،" (انعام ع ۲)

غیر آن در کتاب نمی بینی، پس چون ترا مقصدی و نیتی دگر بودہ باشد، ہر جا کہ گردیدہ باشی از آن مقصود دیر بودہ باشی این را ندیدہ باشی،

در زمان عمر رضی اللہ عنہ شخصی بود سخت پیر شدہ تا بجدی کہ دخترش او را شیر میداد چون طفلان می پروریدش، عمر رضی اللہ عنہ با آن دختر فرمود درین زمان مانند تو بر پدر حق دار ہیچ فرزندی نباشد، او جواب داد کہ راست می فرمائی ولکن میان من و پدر فرقی ہست، اگرچہ من در خدمت ہیچ تقصیری نمی کنم، اما چون پدر مرا می پرورد، بر من می لرزید کہ مبادا بمن آفتی برسد، و من پدر را خدمت میکنم و شب و روز مردن او را از خدا بدعا میخواہم تا زحمتش منقطع شود، من اگر خدمت پدری کنم آن لرزیدنش را بر من از کجا آرم، عمرؓ فرمود، هذه افقه من عمر[1] یعنی من بظاہر حکم کردم و تو مغز آن را گفتی، و فقیہ آن باشد کہ بر مغز چیزے مطلع شود و حقیقت آنرا باز داند، حاشا از عمرؓ کہ از حقیقت و سر کارہا واقف بودی الا سیرة صحابہ چنین بود کہ خویشتن را بشکنند و دیگران را مدح کنند،

بسیار کس باشد کہ او را قوت حضور نباشد، و حال او در غیبت خوشتر بود، چنانکہ ہمہ روشنائی روز از آفتاب باشد، الا اگر کسی ہمہ روز در قرص آفتاب نظر کند از ہیچ کاری نیاید و نظرش خیرہ گردد، او را آن بہتر کہ بکاری مشغول شود و آن غیبت است از نظر بقرص آفتاب، و ہمچنین پیش بیمار ذکر اطعمہ خوش مہیجست او را در تحصیل قوت و اشتہا، الا حضور آن اطعمہ، او را زیان باشد، پس معلوم شد کہ لرزہ و عشق می باید در طلب حق، ہر کرا لرزہ نباشد او را خدمت لرزندگان واجب است او را ہیچ میوہ بر تنۂ درخت نروید زیرا تنہ را لرزہ نیست سر شاخہا را لرزانند اما تنۂ درخت ہم مقویست سر شاخہا را و بواسطہ میوہ از

[1] یہ عورت عمر سے بڑھکر فقیہ ہے،

زخم تبر امین اند و چون لرزهٔ تنه درخت بتبر خواهد بودن آن را نالرزیدن بهتر، و سکون او لی تر تا خدمت لرزندگان می کند،

زیرا ''معین الدین'' است ''عین الدین''، نیست بواسطهٔ میمی که زیاده شد بر عین آن زیادتی میم نقصان شد الزیادة علی الکمال نقصان چنانک کسی را شش انگشت باشد نقصان ست، احد کمال ست، احمد هنوز در مقام کمال نیست، چون میم برخیزد بکلی کمال شود، یعنی حق محیط همه است و هرچه بر او بیفزای نقصان باشد عدد یک با جمله عدد هست، و بی او هیچ عدد ممکن نیست،

سید برهان الدین افاده می فرمود، ابلهی در میان سخن او گفت ''ما را سخن می باید بی مثال'' سید فرمود تو بی مثال بیا تا بی مثال شنوی، آخر تو از خود مثالی، تو این نیستی این شخص تو سایهٔ تست، چون یکی می میرد گویند فلانی رفت، اگر او این بود پس کجا رفت پس معلوم که ظاهر تو مثال باطن تست، تا از ظاهر تو بر باطن تو استدلال گیرند، هر چیز که در نظر می آید از غلیظی است چنانک نفس در غلیظی سرما ظاهر شود و در گرما بمحسوس نشود،

بر نبی واجب ست که اظهار قوت حق و بدعوت تنبیه کند، الا بر او واجب نیست که آنکس را بمقام استعداد رساند، زیرا آن کار حق ست، و حق را دو صفت ست قهر و لطف، انبیا مظهر اند هر دو را مومنان مظهر لطف حقند و کافران مظهر قهر حق، آنها که مقر می شوند خود را در انبیا می بینند، و آواز خود را ازو می شنوند، و بوی خود را ازو می یابند، کسی خود را منکر نه شود، از آن سبب انبیا بامت حی گویند که ''ما شمائیم و شما مائید'' کسی می گوید این دست من ست ازو هیچ گواه نطلبند زیرا که جزویست متصل، اما اگر گوید فلانی پسر منست ازو گواه طلبند، زیرا که جزویست منفصل،

فصل

بعضی گفتند محبت موجب خدمت است او ایچنین نیست، بلکہ میل محبوب مقتضی خدمت
اگر محبوب خواہد کہ محب بخدمت مشغول باشد، از محب ہمہ خدمت آید، و اگر محبوب خدمت
نخواہد از و ترک خدمت منافی محبت نیست، آخر اگر او خدمت نکند آن محبت در او خدمت
می کند، بلکہ اصل محبت است و خدمت فرع، اگر آستین بجنبد از جنبیدن دست باشد
الا لازم نیست کہ اگر دست بجنبد آستین نیز بجنبد، ہمثلاً یکی جبہ بزرگ دارد چنانکہ در جبہ
می غلطد و جبہ نمی جنبد شاید، الا ممکن نیست کہ جبہ بی جنبانندہ بجنبد بعضی خود جبہ را شخص پنداشتہ
اند و آستین را دست انگاشتہ اند موزہ و شلوار را پای گمان بردہ اند،
این دست و پا آستین و موزۂ دست و پای دیگر ست، می گویند فلان زیر دست
فلان ست و فلان را دست بجنبد این می رسد، و فلان را سخن دست می دہد، قطعاً غرض
از آن دست و پا این دست و پا نیست،
آن امیر آمد و مارا گرد کرد و خود در رفت ہمچنانکہ زنبور موم را با عسل جمع کرد و خود
رفت زیرا وجود او اوّل شرط بود آخر بقای او شرط نیست، مادران و پدران ما مثل آن
زنبور انند کہ طالبی را بمطلوبی جمع می کنند و عاشقی را با معشوقی گرد می آورند و ایشان ناگاہ
می پرند، حق تعالی ایشان را واسطہ کردہ است در جمع آوردن موم و عسل، ایشان می پرند
موم و عسل ماند، ایشان از باغ بیرون نمی روند، این آنچنان باغی نیست کہ از این جا
توان بیرون رفتن، الا از گوشۂ باغ بگوشۂ باغ می روند، تن ما مانند کندوئی است و در
آنجا موم و عسل عشق حق ست، زنبوران مادران و پدران ما اگر چہ واسطہ اند الا تربیت

از باغبان می یابند و کند و را باغبان می سازد، آن زنبور را نیز حق صورتی دیگر داد آن وقت که این کار می کردند جامهٔ دیگر داشتند بحسب آن کار، چون در آن عالم رفتند لباس گردانیدند، زیرا آنجا ازیشان کارے دیگر می آید، الا شخص همان ست که اول بود،

مثلاً یکی در رزم رفت، جامهٔ رزم پوشید و سلاح بست، و خود بر خود نهاد زیرا که در وقت جنگ بود، اما چون در بزم آید جامهٔ دیگر پوشد، و در هر مقام همچنین لباس دیگر زیرا که بکار دیگر مشغول خواهد شد، الا شخص همان باشد، اما چون تو او را در آن لباس دیده باشی هر وقت که او را یاد آوری در آن شکل تصور خواهی کردن، اگرچه صد لباس گردانیده باشد، یکی انگشتری در موضعے گم کرد، اگرچه آنرا از آنجا بردند او گرد آنجا می گردد یعنی من اینجا گم کرده ام، چنانک صاحب تعزیت گرد گور می گردد، که پیرامن خاک بے خبر طواف می کند و آنرا می بوسد، یعنی آن انگشتری را این جا گم کرده ام، او را آنجا کی گزارند،

حق تعالی چندین صنعت کرد و اظهار قدرت فرمود، تا روزی دو، روح را با کالبد تالیف داد، برای حکمت الٰهی، آدمی یا کالبد اگر لحظهٔ در لحد بنشیند، بیم آن ست که دیوانه شود، فکیف که از دام صورت و کندهٔ قالب بجهد کی آنجا ماند، حق تعالی آنرا برای تخویف دلها و تجدید تخویف نشانے ساخت، تا مردم را از وحشت گور و خاک تیره ترسی در دل پیدا شود، همچنانک در راه کاروان را چون در موضعے بزنند دو سنگ بر هم می نهند جهت نشان یعنی اینجا مقام خوف ست این گورها نیز همچنان نشانیست محسوس برای محل خطر، آن خوف در ایشان اثرها می کند لازم نیست که بعمل آید، مثلاً اگر گویند که فلان کس از تو می ترسد بی آنکه از وے فعلے صادر شود ترا در حق او مهرے ظاهر می شود قطعاً، و اگر بعکس این گویند که فلان ترا هیچ وقرے و محلے نمی دهد، بمجرد این در دل سوے او خشمے پیدا

می شود،

این دویدن[1] اثر خوف است جملهٔ عالم می دوند الّا دویدن هر یکی مناسب حال او باشد از آن آدمی نوعی دیگر، و از آن نبات نوعی دیگر، و از آن روح نوعی دیگر، و دویدن روح بی گام و نشان باشد آخر غوره را بنگر که چند دوید تا بسودای انگوری رسید همین که شیرین شد فی الحال بدان منزلت رسید الّا آن دویدن در نظر نمی آید و حسّی نیست الّا چون بآن مقام برسد معلوم شود که بسیار دویده است تا اینجا رسیده همچنانکه کسی در آب میرفت و کسی رفتن او را نمی دید، چون ناگاه سر از آب بر آورد معلوم شد که او می رفت که اینجا رسیده،

فصل

دوستان را در دل رنجها باشد که آن بهیچ داروی خوش نه شود، نی بخفتن، نی بخوردن نی بگشتن الّا بدیدار دوست که ع لقاء الخلیل شفاء العلیل تا حدّی که اگر منافقی میان مومنان بنشیند، از تاثیر ایشان آن لحظه مومن میشود کقوله تعالی وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ آمَنُو قَالُوْٓا آمَنَّا[2] فکیف که مومن با مومن بنشیند چون در منافق این عمل می کند بنگر که در مومن چه منفعتها کند بنگر که پشم از مجاورت عاقلی چنین بساط منقش و این خاک بمجاورت زیرکی چنین سرای خوب شد صحبت عاقل در جمادات چنین اثر کرد بنگر که صحبتِ مومن بمومن چه اثر کند، از صحبت نفس جزوی و عقل مختصر جمادات باین مرتبه رسیدند، و این جمله سایهٔ

[2] "یہ منافقین جب مومنین سے ملتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں، کہ ہم مومن ہیں،، (بقرہ ع ۲)

[1] دویدن "حرکت" کا ترجمہ ہے حکماء اور متکلمین کی اصطلاح میں حرکت محض "حرکت این،، یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کا نام نہیں بلکہ استحالہ اور تغیر احوال بھی ایک گونہ حرکت ہے، اس موقع پر دویدن سے محض بھاگنا مراد نہیں بلکہ ہر تغیر حالت مراد ہے،

عقل جزویست، از سایه شخص را توان قیاس کردن اکنون ازینجا قیاس کن چه عقل و فرهنگ
می باید که از آن این آسمانها و ماه و آفتاب و طبقات زمین پیدا شود،

این جمله موجودات سایهٔ عقل کلیست سایهٔ عقل جزوی مناسب شخص و سایهٔ عقل کلی که
موجوداتست مناسب اوست و اولیای حق غیر این آسمانها آسمانهای دیگر مشاهده کرده
اند که این آسمانها در چشمشان نمی آید و این حقیر می نماید، و پای بر اینها نهاده اند و گذشته، و چه
عجب می آید که آدمی از میان این آدمیان تخصیص یابد که پا بر کیوان نهد، نه ما جنس خاک بودیم
حق تعالی در ما قوتی نهاد که ما از جنس خود بدان قوت ممتاز شدیم و متصرف آن گشتیم و آن
متصرف ما شد تا در وی تصرف می کنیم، بهر نوعی که می خواهیم گاه بالایش می نهیم گاهی زیر
گاه سرایش می سازیم، گاه کاسه و کوزه اش می کنیم، گاه درازو گاه کوتاهش می کنیم، اگر ما اول
همان بودیم و جنس او بودیم حق تعالی ما را امتیاز کرد، همچنین از میان ما که یک جنسیم چه عجب
که اگر حق تعالی بعضی را امتیاز کند که ما نسبت بوی چون جماد باشیم و او در ما تصرف کند و ما
ازو بی خبر باشیم و او از ما با خبر،

این که می گوئیم بی خبر، بی خبری محض نمی خواهیم بلک هر چیزی را در بی خبری خبر نیست
از چیزی دیگر خاک نیز با آن جمادی از آنچه خدا او را داده است با خبر است، که اگر بی خبر
بودی آب را کی پذیرا شدی، و هر دانه را بحسب آن که داشتی کردی و پروردی، شخصی
چون در کاری بجد باشد، ملازم آن کار را بید اندیش در آن کار بی خبر یست از غیر آن، ما ازین
غفلت غفلت کلی نمی خواهیم گربه را می خواستند که بگیرند هیچ ممکن نشد روزی آن گربه بصید مرغی
مشغول شد، و همگی خود را بآن داده در آن حالت او را گرفتند، پس نمی باید در کار دنیا بکلی
مشغول شدن آن را سهل می باید گرفتن و در بند آن نمی باید بودن که مبادا این بر نجد

می باید که گنج نربخجد اگر انیان برنجند او شان باز بگردانند اما اگر او برنجد نعوذ بالله او را که گرداند؟
اگر ترا التفات باشد از هر نوعی بوقت غرق شدن عجب دست در کدامین زنی
اگرچه همه در بانست است ولیکن یقین است که در چیزی نفیس تر دست زنی، که بیک گوهر
و بیک پاره لعل هزار تجمل توان ساخت، از درختی میوهٔ شیرین ظاهر می شود اگرچه آن
میوه جزو او بود حق تعالی آن جزو را بر کل برگزید و ممتاز کرد که در وی حلاوتی نهاد که در آن
باقی ننهاد که بواسطهٔ آن جزو بر آن کل رجحان یافت و لباب و مقصود درخت شد کقوله
تعالی، بَلْ عَجِبُوٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ[1]

شخصی گفت مرا حالتی هست که محمدؐ و ملک مقرب آنجا نمی گنجد، شیخ فرمود که عجب
بنده را حالتی باشد که محمدؐ آنجا نگنجد، محمدؐ را حالتی بنا شد که چون تو گنده بغل آنجا نگنجد، مسخرهٔ
می خواست که پادشاه را انبساط آورد هر کسی از امرا چیزے بوی می پذیرفتند که پادشاه عظیم
رنجیده بود، بر لب جوئی پادشاه سیران می کرد خشمگین، مسخره از طرفی دیگر پهلوی پادشاه
سیران می کرد. هیچ وجه پادشاه بمسخره نظر نمی کرد، جز در آب مسخره عاجز شد گفت اے
شاه عالم! در آب چه می بینی که چندین در آن نظر می کنی، گفت قلتبانی را می بینم، گفت بندهٔ
نیز کور نیست، اکنون چون ترا وقتی باشد که محمدؐ در آن نگنجد عجب محمدؐ را آن حالت نباشد
که چو تو گنده بغلی او در نگنجد؟ آخر این قدر حالتی که یافته از برکت و تاثیر اوست زیرا اول
جمله عطاها را بر او میریزند آنگه از و بدیگران بخش می شود سنت حق چنین است حق تعالی
فرمود که السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و برکاته[2] جمله نثار بر تو ریختیم و گفت که و علی

---

[1] ،، ان منکروں کو اس میں حیرانی ہے کہ انھیں میں سے ایک شخص ڈرانے والا ان کے پاس آیا،، (ق ع ۱)

[2] اے پیغمبر تمہارے اوپر خدا کی سلامتی، اور رحمت اور برکتیں نازل ہوں،

عباد الله الصالحین[1] راه حق سخت مخوف وبسته بود و پر برف جانبازی او کرد و اسب
را راند و راه را بشگافت هر که در این راه رود از هدایت وعنایت او بود چون راه او پیدا
کرد و هر جائی نشان نهاد و چوبها ایستاند که این سو برید و آن سو مروید و اگر آن سو روید
هلاک شوید چنانک قوم عاد و ثمود و اگر این سو روید خلاص بیابید چنانک مومنان،

همه قرآن در بیان اینست که فیه آیات بینات[2] یعنی در این راه نشانها نهاده ایم اگر
کسی قصد کند که ازین چوبها چوبی بشکند همه قصد او کنند که راه ما را ویران می کنی و در بند هلاکت
ما می کوشی مگر تو رهزنی؟ اکنون پیش محمد ست تا اول بر محمد نیاید بر ما نرسد همچنانک چون
خواهی جائی بروی اول رهبری عقل می کند که فلان جائی می باید رفتن مصلحت اینست آنگه
چشم پیشوائی کند آنگه اعضا در حرکت آیند بدین مراتب اگرچه اعضا را از چشم خبر نیست و
چشم را از عقل آدمی اگرچه غافل ست الا از و دیگران غافل نیستند،

پس کار دنیا را قوی نمی باید گرفتن که نبادا چون در کار دنیا قوی مجد باشی از حقیقت
کار غافل شوی رضای حق باید طلبیدن نه رضای خلق که آن رضا ومحبت و شفقت در خلق مستعار است
حق نهاده است اگر خواهد هیچ جمعیت و ذوق ندهد بوجود اسباب نعمت و با آن تنعمات همه
رنج ومحنت شود پس همه اسباب همچون قلمیست در دست قدرت حق، محرک و محرر حقست
تا او نخواهد قلم نجنبد، اکنون تو در قلم نظر می کنی می گوئی این قلم را دستی باید قلم را می بینی دست را
یاد می آوری کو آنک می بینی و آنک می گوئی اما ایشان همیشه دست را می بینند می گویند
که قلمی نیز می باید بلک از مطالعه خوبی دست پروای مطالعه قلم ندارند می گویند که همچنین
دست بی قلم نباشد جائی که ترا از حلاوت مطالعه قلم پروای دست نیست ایشان را از حلاوت مطالعه

---

[1] "اور خدا کے نیک بندوں پر"، [2] "اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں"، (آل عمران، ع ۱۰)

آن دست چگونہ پروای قلم باشد؟ چون ترا در نان جوین حلاوتے ہست کہ یاد نان گندمین نمی کنی ایشان را بوجود نان گندمی یاد نان جوین کی باشد؟ چون ترا بر زمین ذوقی بخشید کہ آسمان را نمی خواہی کہ خود محل ذوق آسمان ست در زمین از آسمان حیوۃ دارد اہل آسمان از زمین کی یاد آورد؟ اکنون خوشیہا را از اسباب مبین ویقین دان کہ معانی در اسباب مستعارست کہ ھوالضار والنافع چون ضرر ونفع ازوست تو بر اسباب چہ چسپیدہ،

خیرالکلام ماقل ودل بہترین سخنہا آنست کہ مفید باشد نہ لبسیار قل ھواللہ احد اگر چہ اندکست بصورت امابرالبقرہ رجحان دارد از روی افادت، نوحؑ ہزار سال دعوت کرد چہل کس باو گرویدند، مصطفیؐ را خود زمان دعوت پیداست کہ چہ قدر بود چندین اقالیم بہ او ایمان آوردند وچندین اولیا واوتاد ازو ظاہر شدند، پس اعتبار بسیاری را واندکی را نیست غرض افادت است، بعضی را شاید کہ سخن اندک مفید تر باشد از بسیار، چنانک تنوری را چون آتش بغایت باشد ازآن منفعت نتوانی گرفتن، و نزدیک نتوانی رفتن، واز چراغی ضعیف فائدہ گیری، پس مقصود فائدہ است بعضے را خود مفید آنست کہ سخن نشنوند، ہمین ببینند وبس باشد، ونافع آن باشد، واگر سخن بشنود زیانش دارد شیخے از ہندوستان قصد بزرگی کرد چون آنجا رسید بر در زاویۂ شیخ آمد آواز آمد کہ باز گرد، در حق تو نفع این ست کہ بر این در رسیدے اگر شیخ را ببینی ترا زیان دارد،

سخن اندک ومفید ہمچنان ست کہ چراغی افروختہ چراغ ناافروختہ را بوسہ داد ورفت آن در حق او بس است، واو بمقصود رسید، نبی آخر صورت نیست نبی آن عشق است ومحبت وباقی آنست ہمیشہ ہمچنانک ناقہ صالح صورتش ناقہ است نبی آن عشق ومحبت ہست وآن جاویدست،

فصل

"من بکلی عدم محضم و هیچم"، تواضع در اینجا بیشتر است، اینست که مردم فهم نمی کنند، این که مردی بندگی کند حسبةً للّٰه آخر بندگی او درمیان است اگرچه برای خداست خود را می بیند و خدا را می بیند او غرق آب نباشد غرق اوست که در او هیچ جنبشی و فعلی نماند اما جنبشهای او جنبش آب باشد، شیرے آهوے را در پی کرد آهو از وی می گریخت تا می گریخت دو هستی بود یکی هستی شیر و یکے هستی آهو اما چون شیر بر آهو رسید آهو در زیر پنجهٔ او قهر شد و از هیبت شیر بے هوش، در پیش شیر اُفتاد، این ساعت هستی شیر ماند، او محو شد و نماند، استغراق این باشد که حق تعالیٰ اولیا را غیر آن خوف که خلقی می ترسند از شیر و پلنگ و از ظالم حق تعالیٰ او را از خود خائف گرداند، و بر او کشف گرداند که خوف از حقست و امن از حقست و عیش و طرب از حقست،

فصل

سراج الدین گفت مسئله گفتم اندرون من درد کرد، فرمود که آن موکلیست نمی گذارد که آنرا بگوئی اگرچه آن موکل را محسوس نمی بینی ولیکن چون شوقے و خلطے والے بینی دانی که موکل هست، در آبے میروی، نرمی گلها بتو میرسد، و چون طرفی دیگر می روی خارها در تو می خلد، معلوم شود که آن طرف خارستان ست و ناخوشی و رنج ست، و این طرف گلستان فراخ است و راحت ست، اگرچه هر دو را نمی بینی این را وجدانی گویند از محسوس ظاهر ترست مثلاً گرسنگی و تشنگی، و غضب و شادی جمله محسوس نیستند اما از محسوس ظاهر تراند زیرا که اگر چشم را فراز کنی محسوس را نبینی اما دفع گرسنگی بهیچ حیله نتوانی کردن و همچنین گرمی در غذاهای

یکی گفت کہ بر منارہ خدا را تنہا چرا ثنا می گویند و محمدؐ را نیز می آورند،

گفتند آخر ثنای محمدؐ ثنای حقست، مثالش چنانک یکی بگوید کہ خدایا پادشاہ را عمرے دراز دہاد، و آنکس را کہ مرا بپادشاہ راہ نمود یا نام پادشاہ را این گفت، ثنای او بحقیقت ثنائے پادشاہ بود، این نبی می گوید کہ من چیزے دہید، من محتاجم، یا جبہ خود را یا مال خود را، او جبہ و مال را چہ کند، می خواہد کہ لباس ترا سبکتر کند تا گرمی آفتاب بتو رسد کہ اقرضوا اللہ قرضاً حسناً[1] مال و جبہ تنہا نمی خواہد بتو بسیار چیزہا دادہ است غیر مال مانند علم و فکر و دانش و نظر یعنی لحظۂ نظر و فکر و تامل و عقل را این خرج کن، آخر مال باین آلت بدست آوردہ، ہم از مرغان و ہم از دام صدقہ می خواہد اگر برہنہ توانی شدن پیش آفتاب فبہا کہ آن آفتاب سیاہ نکند بل سپید کند و اگرنہ باری جامہ را سبکتر کن تا ذوق آفتاب را ببینی، مدتی بترشی خو کردہ بارے شیرینی را بیازما[2]،

فصل

مولانا در خانۂ امیر پروانہ سخن می فرمود امیر گفت ای مولانا اصل متابعت است؟

فرمود امانہ این متابعت کہ خلقان فہم کردہ اند، معنی متابعت آن باشد کہ بادشاہی با داد و دہش عادل، حکیم، کریم بانواع محاسن متصف خزائن و لشکرہای بسیار بہ مملکتی معمور نقل کند، و وارثی کہ ولی عہد او باشد بر تخت بنشیند کہ العلماء ورثۃ الانبیاء وہمان سیرت داد و دہش و اخلاق او ورزد متابعت این را گویند نہ آن کہ ہر گدائی برخیزد دعوی متابعت کند متابعت دیگرست و مبایعت دیگر،

[1] خدا کو قرض حسنہ دو، (حدید ع ۱) [2] مثنوی، دفتر پنجم، عنوان تعجیل فرمودن پادشاہ ایاز را الخ،

چند گفتی نظم و نثر و راز فاش — خواجہ یک سہ روز امتحان کن گنگ باش

گرم و سردی و شیرینی و تلخی در طعامها نا محسوسند اما از محسوس ظاهر تر اند آخر تو بدین تن چه نظر می کنی ترا با این چه تعلق است تو قائمی بی این و همارہ بی اینی اگر شب است پروای تن نداری و اگر روز است مشغولی بکارها هرگز با این نیستی اکنون چه می لرزی بر این تن چون یک ساعت با وی نیستی جاهای دیگری، تو کجا و تن کجا و انا فی واد و انت فی واد

این تن مغلطهٔ عظیمست چشم بندی که تن مرد او نیز مرد، ہی تو چه تعلق داری با تن ؟ این چشم بندی عظیمست، ساحران فرعون چون ذره واقف شدند تن را فدا کردند و خود را دیدند که قائم اند بی این تن و تن با ایشان هیچ تعلقی ندارد و همچنین ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و انبیاء و اولیا چون واقف شدند، از بود و نبود او فارغ شدند، حجاج بنگ خورده بود و سر بر در نهاد؟ بانگ می زد که در را مجنبانید تا سرم نیفتد پنداشته بود که سرش از بدن جدا است، و بواسطهٔ در قائمست، احوال ما و خلق همچنین است پندارند که به بدن تعلق دارند یا قایم به بدن اند،

فصل

خلق آدم علی صورته[1] آدمیان همه مظهر می طلبند بسیار زنان باشند که مستور اما روی خود باز کنند تا مطلوب خود را بیاز مایند چنانک تو استره را بیاز مائی و عاشق بمعشوق می گوید من نخفتم و نخوردم و چنین شدم و چنان شدم بی تو معنیش این باشد که تو مظهر می طلبی مظهر تو منم تا بمعشوقی معشوقی کند و معشوق را مظهر عشق خود و حسن خود کند و همچنین علماء و هنرمندان جمله مظهر می طلبند، کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف[2]،

---

[1] حاشیه گذرچکا، [2] حاشیه گذرچکا،

خلق آدم علی صورتہ ای علی صورۃِ احکامہ، احکام او در ہمہ خلق پیدا شود زیرا کہ ہمہ ظل حقند و سایہ بشخص ماند اگر پنج انگشت باز شود سایہ نیز باز شود، و اگر در رکوع رود سایہ ہم در رکوع رود، و اگر دراز شود سایہ ہم دراز شود پس خلق طالب مطلوبی و محبوبی اند خواہند تا ہمہ محب ایشان باشند و خاضع و با اعدا اعدا و با اولیا اولیا، این ہمہ احکام و صفات حقست کہ در ظل می نماید غایت ما فی الباب این ظل ما از ما بی خبرست اما ما با خبریم ولیکن نسبت بعلم خدا این خبرہا حکم بی خبری دارد ہر چہ در شخص باشد ہمہ در ظل ننماید جز بعضی چیزہا پس جملہ صفات حق در ظل ما ننماید کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً[1]،

فصل

ہر علمے کہ آن بتحصیل و کسب در دنیا حاصل شود آن علم ابدان است و آن علم کہ بعد از مرگ حاصل شود آن علم ادیان ہست، دانستن علم انا الحق علم ابدان ست، انا الحق شدن علم ادیان ست، نور چراغ را و آتش را دیدن علم ابدان ست و سوختن در آتش علم ادیان ست، ہر چہ آن دیدہ است علم ابدان ست، ہر چہ آن شدہ است علم ادیان ست، محقق دیدست و دیدنست و باقی ہمہ علمہا علم خیال ست، مثلاً مہندس فکر کرد و عمارت مدرسہ را خیال کرد ہر چند کہ آن فکر راست و صواب است اما خیالست حقیقت وقتے گردد کہ مدرسہ را تمام بر آورد اکنون از خیال تا خیال فرقہاست خیال ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ بالای خیال صحابہؓ باشد چنانک مہندس دانا خیال بنیاد خانہ کرد و غیر مہندس ہم خیال کرد فرق عظیم باشد زیرا خیال مہندس

[1] "ہم نے تم کو بہت ہی تھوڑا علم دیا ہے" (بنی اسرائیل، ع ۱۰)

بحقیقت نزدیک است،

ہمچنین آن طرف در عالم حقایق و دیدار دید تا دید فرقہاست ما لا نہایۃ، پس آنچہ می گویند ہفت صد پردہ است از ظلمات و ہفت صد از نور ہرچہ عالم خیال ست ظلمت است و آنچہ حقایق است پردہای نورست اما میان پردہای ظلمت کہ خیال ست ہیچ نتوان فرق کردن و در نظر آوردن از غایت لطف خیال، با وجود چنین فرق شگرف در حقایق نیز نتوان فرق فہم کردن،

فصل

اہل دوزخ در دوزخ خوشتر باشند کہ اندر دنیا زیرا کہ در دوزخ از حق باخبر باشند و در دنیا بی خبر اند از حق و چیزی از خبر حق شیرین تر نباشد پس آنکہ دنیا را آرزو می برند برای آنست کہ عملی کنند تا از مظہر لطف باخبر شوند نہ آن کہ دنیا خوشتر است از دوزخ و منافق را در درک اسفل از آن کنند کہ ایمان بر و آمد کفر او قوی بود عمل نکرد او را عذاب سخت تر باشد تا از حق خبر یابد، اما کافر را ایمان بر او نیامد، کفر او ضعیف است بکمتر عذابی باخبر شود، ہمچنانک میزری کہ بر او گرد باشد و گلیمی کہ بر او گرد باشد میزر را یک کس بیفشاند اما قالی را چہار کس باید تا سخت بیفشانند تا گرد از بر رود، و آنچہ دوزخیان می گویند افیضوا علینا مما رزقکم اللّٰہ[1]، حاشاک طعامہا و شرابہا خواہند یعنی از آن چیز کہ شما یافتید و بر شما می تابد بر ما نیز فیض کنید،

قرآن ہمچو عروسیست با آنکہ چادر او کشی او روی بتو ننماید آنک آنرا بحث می کنی و ترا

[1] حاشیہ گذر چکا،

ذوقے وکشفے نمی شود آنست کہ چادر کشیدی ترا ردکردو باتو مکر کرد وخود را بتو زشت نمود یعنی من آن شاہد نیستم او قادرست خود را بہر صورت کہ خواہد بنماید اما اگر چادر نہ کشی ورضاے او طلبی وبروی کشت او را آب دہی ازو در خدمتہای او کنی بسیار و در آنچہ رضاے اوست در آن کوشی بے آنکہ چادر بوکشی بتو روے بنماید اہل حق را طلبی کہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی[1]،

حق تعالیٰ بہر کس سخن نگوید ہمچنانک پادشاہانِ دنیا بہر جولاہ سخن نگویند وزیرے و نائبے نصب کردہ اند تارہ بپادشاہان ازیشان ببرند حق تعالیٰ ہم بندہ را گزیدہ تا ہر کہ حق طلب کند در او باشد وہمہ انبیاءؑ برای این آمدہ اند کہ رہبران جز ایشان نیستند،

فصل

سئل عیسیٰ علیہ السلام یاروح اللہ ای شیٔ اعظم واصعب فی الدنیا والاٰخرۃ قال غضب اللہ قالوا ومایجی عن ذالک، قال ان تکسر غضبک بکظم غیظک[2] طریق آن بود چون نفس خواہد کہ شکایت کند خلاف او کند وشکر گوید ومبالغہ کند چندانی کہ در اندرون خود محبت او حاصل کند زیرا کہ شکر گفتن بدروغ از خدا محبت جستن است،

---

[1] "میرے بندوں میں داخل ہو، اور پھر میری جنت میں داخل ہو جا" (فجر)

[2] مثنوی دفتر ۴، عنوان، سوال کردن شخصے از عیسیٰ علیہ السلام الخ

گفت عیسیٰؑ را یکے ہشیار سر — چیست در ہستی زجملہ صعب تر

گفت اے جان صعب تر خشم خدا — کز ہمان دوزخ ہمی لرزد چو ما

گفت ازآن خشم خدا چہ بود امان — گفت کظم خشم خویش اندر جہان

چنین می فرماید مولانای بزرگ قدس اللہ سرہٗ کہ الشکایۃ عن الخلق شکایۃ عن الخالق فرمود دشمنی وغیظ درغیبت تو بر تو پنہان ست ہمچون آتش چون دیدی کہ ستارہ جست آنرا بکش تا بعدم باز رود از آنجا کہ آمدہ است واگر مدد کنی بکبریت جوابی ونفت مجازاتی رہ یابد واز عدم دگر روان شود وشوار توان آنرا بعدم باز فرستادن اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ[1] تا قہر عدو کردہ باشی از دو وجہ یکی آنکہ عدو گوشت وپوست او نیست اندیشۂ ولیست چون درفع شد از تو بسیاری شکر ہر آئینہ از و نیز دفع شود یکی طبعًا الانسان عبید الاحسان ودوم چون فائدہ نہ بیند چنانک کودکان یکی را ابندہ می خوانند ودشنام می دہند ایشان را رغبت زیادت می شود کہ سخن ما عمل کرد واگر تغیر نہ بینند وفائدہ نہ بینند میلشان نماند، دوم آنک چو این صفت عفوے در تو پید آید معلوم شود کہ مذمت ودرو غنت کرد دیدہ است او ترا چنانک تو ئی نہ دیدہ است ومعلوم شود کہ مذموم اوست نہ تو، ہیچ حجتی خصم را خجل تر از آن نکند کہ دروغ او ظاہر شود پس تو بستایش در شکر او را از ہر سید ہی زیرا کہ اظہار نقصان تو می کند تو کمال خود ظاہر کردی کہ محبوب حقی کہ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین[2] محبوب حق ناقص نباشد چند انش بستائی کہ یاران او بگمان افتند کہ مگر با ما نفاقست کہ با او ش چندان اتفاقست،

برکن برفق سلطنتشان گرچہ سبلتند　　　بشکن بحلم گردنشان گرچہ گردنند

وفقنا اللہ بھذا،

---

[1] اس کو بہتر طریقہ سے دور کرو،، (حم، سجدہ، ع ۵)

[2] "لوگون کی خطاؤن سے درگذر کرنے والے، اور خدا نیک کارون کو دوست رکھتاہے" (آل عمران، ع ۱۴)،

فصل

میان بندہ وحق حجاب همین دوست وباقی حجب ازین ظاهر می شوند وآن صحت ست
ومال آنکس کہ تن تندرستست می گوید خدا کو من نمی دانم ونمی بینم وہمین کہ رنجش پیدا شود آغاز می کند
یا اللہ یا اللہ وبا حق همراز وہم سخن می گردد پس دیدی کہ آن صحت حجاب او بود و حق زیر
آن درد پنہان بود، چندانک آدمی را مال ونوال هست اسباب مرادات مہیا می کند
وشب وروز بآن مشغول است ہمین کہ بی نوائیش رو نمود، نفس ضعیف گشت
وگرد حق گردد،

مستی وتہی دستیت آورد پیش — من بندہ مستی وتہی دستیٔ تو

حق تعالی فرعون را چہار صد سال عمر وملکت وپادشاہی وکام روائی داد آن
جملہ حجاب بود کہ او را از حضرت حق دور می داشت یک روزش بے مرادی و دردسر
نداد تا مبادا کہ حق را یاد کند گفت تو بمراد خود مشغول می باش ومرا یاد مکن ے

از مملکت سیر شد سلیمان — وایوب نگشت از بلا سیر

فصل

فرمود اینکہ می گویند کہ در نفس آدمی شرے هست کہ در حیوانات وسباع نیست،
نہ از آن روست کہ آدمی از ایشان بدترست از آن روست کہ خوے بد وشر نفس وشومیہائے
کہ در آدمی ست بر حسب گوہر خفیست کہ در اوست کہ این اخلاق وشومیہا وشر حجاب
آن گوہر شدہ اند چندانک گوہر نفیس تر وعظیم تر وشریف تر حجاب او بیشتر، پس شومی

و شر و اخلاق بد آدمی سبب حجاب آن گوہر بودہ است در رفع این حجب ممکن نشود الا بمجاہدات بسیار و مجاہدہا با نواعست و اعظم مجاہدات آمیختن ست با یارانی کہ روی بحق آوردہ اند و ازین عالم اعراض کردہ اند ہیچ مجاہدہ سخت تر از آن نیست کہ با یاران صالح نشیند کہ دیدن ایشان گدازش و فنائے آن نفس است، و ازین ست کہ می گویند چون مار چہل سال آدمی نہ بیند اژدہا شود یعنی کس را نمی بیند کہ سبب گدازش شر و شومی او شود ہر جا کہ قفل بزرگتر نہند دال بر آن ست کہ آنجا چیزی نفیس و ثمین ہست و این کہ ہر جا حجاب بزرگتر گوہر بہتر چنانک مار بر سر گنج ست تو زشتی مار را مبین او نقاب ست است گنج را بیین،

اقتضای کمال میل غیر ست بوی و ہمارہ میل بکمال خود بود نہ بنقصان کمال اللہ کمال ہستیہاست و تجویز نقصان بروی سبب کمال و مصالح عالم و بطالت جہان ست و تجویز عدم البطال العالم مزہ را تصور میکنی و کیفیت و حد و شے می طلبی مزہ می برود پس تو کیفیت و تصور فعل اللہ کنی و تصور اللہ کنی ندانی کہ مزہ ات حاصل نشود و ہرگز آن صورت و آن خیال اللہ نباشد یعنی طالب و عاشق ما می باش و ترک تخیل و تصور و حد و دو کیفیت و اعراض کن جہ اللہ تا ترا کمال حاصل شود و سر و پای تو کہ درد می کند چون کف دان کہ از سر دیگ بیرون میرود ز جوشش عشق یک بار دیگر تا از خود بی خبر نشوی از ما با خبر نشوی در ہر صفتی از صفات اللہ تا صفات از حیات و غیر وی یا فقاہت و نحوی مشرحی و خلانی روشنی و اشتقاق تازی طلبی بر وجہی کہ اصل آن نکتہ ترا روشن باشد چون در شرح و استکشاف آن روز بگذرانی و سالہا در آن باشی بہیچ ترتیب جہان نپردازی بوی مشک آن حالت خوش ہمہ جہان رود و ہمہ کس ترا با قدر و با شرف دانند

و در آن یک کلمہ جویای الہ باشی و با ذوق باشی و با ہمہ انواع علوم در آن لحظہ با الہ باشی کہ
کہ ہر کدام را در آن لحظہ یاد کنی مدار مسئلہ وغیر وی،

ترا آن تیزی وزیرکی در آن حالت پدید آید کہ ہمہ کلمہا یکیست و ہمہ رنگ رنگ
روح دارد اگر در آن یک کلمہ بی الہ و بی ذوق باشی در ہمہ انواع علوم در آن حالت
بے ذوق باشی ذوق و غلبہ و اکرام آن ست کہ خلق خود را بدان رنج رسانی و بدان
صفت و حالت کنی کہ روحہای دگر را بباید از حالت ایشان و آن کنارہ آن بادہای
پریشان فراموش شود و ناپدید شود در آن روشنی حالت چنانک ستارگان در روشنائی
چراغ روز، لاجرم آن روشنائی تو ایشان را بنماید گویند زہے دانا و زیرک اکنون
شتاب مکن و عمر بدین کوتہی را در چند کلمہ بپایان بر و رنجہا و کتاب علمہا ترا شعر د،
گر نہ آئیم ہیچ می توانی حق را تہدیدے کنی از نا آمدن خود ؟ اگر بیائی صحبت
خود می آئی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم قولہ تعالیٰ انا فتحنا لک فتحا مبیناً[1]۔ فرو شمرد نعمتہا و
دو عدہا بر مصطفیٰ علیہ السلام اول آنک ورے کہ می کوبی باز کردم کہ دعا ہاے تو پیش
ما مستجاب است، دوم لیغفر لک اللہ مغفرت آمرزش کہ نشانہای دوستیست کہ ہر کرا
دوستداری گناہ او ترا گناہ نماید، وعیب او ترا عیب نماید این ست سر مغفرت، سیم ویتم
نعمتہ تمامی نعمت بیان خصوصیت اوست زیرا دلیل کند کہ بعضی نعمتہا تمام نیافتہ اند
پس او از ایشان خاصتر باشد و راہ یافتہ تر و بحقیقت حق رسیدہ تر و بحق قائم تر چہارم
وینصرک اللہ نصراً عزیزاً، دلیل سلطنت و ولایت کند و این ولایت گدا

[1] "اے پیغمبر، ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح عنایت کی"۔ (فتح، ع ۱)

قوت نظرست کہ ہمہ چیزرا از حق بیند چنانکہ ابراہیمؑ قدم در آتش نہاد، وچون موسیٰؑ قدم بر دریا نہاد وچون سلیمانؑ حکم بر آفتاب کند وچون نوحؑ حکم بر طوفان کند وچون داؤدؑ آہن خمیر کردن گیرد وکوه را مغنی ساختن گیرد وچون عیسیٰؑ بر ارواح حیوانی حکم کردن گیرد وچون محمدؐ طبقات سموات را لمعراج دویدن گیرد وگذشتن وامثال این را شمارنیست چون ہمہ را مامور وبندهٔ حق دانستند وامر کلی حق دیدند ہمہ مسخر ایشان بودند وایشان مسخر حق وقولہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر،

ابن عطاء گوید چون مصطفیٰ علیہ السلام در معراج بدرخت سدرة المنتہیٰ رسید کہ بالای عرشست ومقام وآشیانۂ جبرئیل است واز آنجاش بگزرانید جبرئیل کہ ہمراه او بود، قدم باز کشید گفت یا اخی جبرئیل مرا رہا کردی دراین موضع باہیبت تنہا حق تعالیٰ عتاب فرمود وندا آمد کہ درین دو سہ گام با او چنین الفت گرفتی مراد ازین گناه کہ لیغفر لک اللہ آن گناہست یعنی از تو آن الفت را پاک کردیم، واز غیر مستغنی کردیم،

ابن عطاء می گوید انبیاء واولیا را بگناه مبتلا کرد تا بحضرت نالیدند آنکہ ایشان را بہا مزید اما مصطفیٰ را (علیہ السلام) لبعطای عنایت ازان حالت مستور داشت کہ لابہ کند وبرای گناہی کرچہ بلکہ پیشین وپسین را عفو کرد نام نابرده کہ آن گناه چیست غرض ازین مرتبہ محبت است بالای دیگران بود، ابن عطاء گفت کہ بخشیدیم بتو گناه مقدم را یعنی زلت آدم را وما تاخر یعنی گناہان امت را کہ امید بتو دارند کہ رہبر ایشانی مقصود آنست کہ اولیان واخریان را وصول نیست الا بتو،

وگویند استغفار پیغامبر علیہ السلام در ہوشیاری بود واز حالت مستی وبعضی گویند بلکہ در حالت مستی استغفار کرد از حالت ہشیاری وبعضی گویند در ہر دو حالت مستغفر

بود زیرا که نظر او بر حق بود وسکر وصحو نسبت با بندگان ست که قابل تلونند نسبت بحضرت نه سکرست ونه صحو، پس چون ناظر حق بود از هر دو مستغفر بود در قبضهٔ لبودی وشرح را لوح وقلم نتواند کردن مگر آن لوح که صفت خداست نامش لوح ست ودر حقیقت صفتیست بی نهایت،

خلق را زیر گنبد دوار   چشمها درد و دیدنی بسیار

مگر عنایت دررسد وکل عسیر عند الله یسیر این چندین خبرها که دیدیم اگر بوقت طفولیت بما گفتندے امکان فهم کردن نبودے

رضیت بما قسم الله لی   وفوضت امری الی خالقی

لقد احسن الله فیما مضی   کذلک یحسن فیما بقی

این چندین هزار چیزها را که نمود از آثار پاکان شکر آن می گذاریم که شکر سبب مزیدست انشاء الله تعالی ویتم نعمته علیک تمام نعمت ملک محبت است اوّل توفیق طلب محبت محب بودی محبوب شدی تابع رسل بودی متبوع شدی محتاج بودی بمعراج شدی، از سیاه وسپید خلاص یافتی سلطان سیاه وسپید شدی، ذاکر بودی مذکور شدی، بر منارها ومحرابها وسکها،

قوله تعالی، ویهدیک صراطاً مستقیما یعنی آن راه که بحق رساند وینصرک الله نصراً عزیزاً هم بر شیاطین جن ووسواس منصور شدی وهم بر شیاطین انس که کفارند نصراً عزیزاً چنان منصوری که خوف باشد از زوال دولت قوله تعالی وانزل السکینة سکینه آن بود که از وبصیرت ظاهر شود سکینه آن بود که آن چه ندارد از اسباب چنان داند که دارد از غایت اعتماد، بعضے گویند سکینه آن باشد که چنانک ظاهر چیزها فرق

می کند باطن چیزها را فرق کند قوله تعالی لِیَزْدَادُوْا ایمانًا یعنی در دلشان نور ایمان روز بروز بیفزاید همچون ماه وللّٰہ جنود السمٰوات والارض، جنودِ سمٰوات ملائکه اند واز آن زمین غازیان ومجاهدان نفس، بعضی گویند لشکرهای آسمان دلها اند واز آن زمین قالبها اند بعضی گویند شیاطین هم لشکر اوست خواهد آنرا غالب کند خواهد این را،

وقوله تعالیٰ انا ارسلناک شاهدًا گواه توحید بقول وفعل وبحال شاهد بقوله وشاهد بفعله وشاهد بحاله ومبشرًا یعنی بآمرزش ونذیرًا ترساننده از بدعت وضلالت بدستوری حق بشیرست ونذیرنه بهوای خود وقوله تعالیٰ لتؤمنوا باللّٰه، تاراست گو را راست گو دانند وتعزّروه آنرا من گرامی وحرمت داشتم شما هم حرمت دارید هم بخدمت هم بزبان باخلق صفت کردن بندگی او وقوله تعالیٰ ان الذین یبایعونک آنها که باتو دست پیمان می گیرند باخدا دست پیمان می گیرند یعنی بشریت در تو عاریتی است واسطه عاریتی را بلی واسطه باید دیدن وقوله تعالیٰ ید اللّٰه فوق ایدیهم یعنی در این بیعت منت خدای راست برایشان نه ایشانرا بر خدای، بعضی گویند بعضی بیعت ایشان وقوتِ ایشان زیر قوتِ حق ست اگر در کار شان نیاوردے در کار نیامدے که لاحول ولاقوة،

وقوله تعالیٰ ولولا رجال مؤمنون، سهیل گفت رضی اللّٰه عنه مومن براستی آن کس است که از نفس ودل خود غافل نیست وجست وجو می کند احوال خود را که فلان وقت چه کردم وچون شدم وچون تغیرے بیند زاری کند چنانک بلای بر زمین بیاید از ماه گرفتن وآفتاب گرفتن وزلزله زمین ومیغ وباران وغوغای ملخ وو باء وغیر آن

اہل زمین حقیقت دانند کہ آن از گناہ ایشان ست بزاری آیند و مومن نیز چون نور یقین را کم بیند و آب چشم را خشک بیند و پای دل بیند کہ اوقات او مردہ است در زاری آید، بلکہ آن بلاہای دنیا نشان فراق حق نیست و این تغیرات و بلاہا در دل نشان فراق حقیقت پس در نقصان زیادت بیندو در زیادت نقصان بیند چنانکہ دیگران از نقصان دنیا ترسان باشند او از زیادت دنیا ترسان باشد و از اندک تغیر دل و نفرت دل از طاعت و بے فائدہ دیدن طاعت ترسان باشد زیرا کہ اندک بسیار را بکشد،

قولہ تعالیٰ اذجعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیۃ یعنی متابعت نفس کنند در آزار مومنان از حد ایمان ایشان کہ ما را منغص می کنند عیش خویش و ما را یاد می دہند از عاقبت و بدانند کہ ایشان منغص نمی کنند عیش را بلکہ می خواہند کہ این عیش را با عیش پیوستہ دایم پیوند اند چنانکہ شخصے از کسے جاہل گندم بستاند بستم و بکارد از بہر او تا منقطع نشود قوت او، او فریاد می کند کہ چہ ظلم ست،؟

فرمود کہ انگشتری آہنی کہ در وی نام بادشاہ را نقش کردہ بودند با انگشتری زرین سادہ گفت کہ ترا چنین نقش ہا است ؟ گفت نی، گفت پس من بہتر از تو باشم، انگشتری زرین گفت کہ نام تو چیست ؟ گفت آہن، گفت آن نقش ترا از آہنی رہانید ؟ گفت نے، گفت مرا این بی نقشے از ذات زری معزول کرد،؟ گفت نے، گفت، پس بنشین و تو تصور

می کن کہ نقد کراست و غبن باکیست، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب،

ومن کلامہ، اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیہ، وبقلۃ الطعام وقلۃ المنام وقلۃ الکلام وھجرۃ من المعاصی والآثام وترک الشہوات علی الدوام واحتمال الجفاء من جمیع الانام والمواظبۃ علی الصیام ودوام القیام وترک المجالسۃ بالسفہاء اللئام من العوام ومصاحبۃ الصالحین والکرام، اخوانی اخوانی احفظوا منی ھذہ الوصیۃ لاتکونوا فی قید دولۃ وفضیلۃ ولکن کونوا فی قید ان یفتح اللہ قلوبکم[1]،

---

[1] یہ عربی عبارت قسطنطنیہ کے نسخون مین غایب ہے،

مصنف کی دوسری کتابیں

مثنوی بحر المحبت

شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی، قیمت ۸؍ ضخامت ۹۰ صفحے

پیام امن

موسیو رچرڈ پال ایک فرانسیسی مصنف کے خیالات دربارۂ امنِ عالم، اخوتِ انسانی و خون آشامی دول یورپ کی ترجمانی ہے، اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا تبصرہ ہے، جسمیں انھیں مسائل پر انجیل اور قرآن کی تعلیمات کی تفصیل ہے، اردو میں بالکل نئے خیالات ہیں، حجم ۱۸۰ صفحے، قیمت ۱۲؍

تصوف اسلام

اسلامی تصوف کا عطر، قدمار صوفیہ کے حالات اور ان کی تصانیف پر تبصرہ لکھائی، چھپائی عمدہ، ضخامت ۱۲۸ صفحے قیمت ۱۲؍

منیجر دار المصنفین اعظم گڈہ